تصحیح و اضافہ شدہ اشاعت

یہ خداوندی ضابطے ہیں۔
(النساء ۱۳)

طرازی
شرح
سراجی

نقش اول
ڈاکٹر مفتی اشتیاق احمد قاسمی دربھنگوی
استاذ دار العلوم دیوبند

نقش ثانی
حضرت مفتی سعید احمد پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ
شیخ الحدیث و صدر المدرسین دار العلوم دیوبند

مکتبہ ادیب دیوبند

تصحیح و اضافہ شدہ اشاعت

یہ خداوندی ضابطے ہیں۔
(النساء ۱۳)

طرازی

شرح

سراجی

نقش اول
ڈاکٹر مفتی اشتیاق احمد قاسمی دربھنگوی
استاذ دارالعلوم دیوبند

نقش ثانی
حضرت مفتی سعید احمد پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ
شیخ الحدیث وصدر المدرسین دارالعلوم دیوبند

مکتبہ ادیب دیوبند

تفصیلات

نام کتاب: طرازی شرح سراجی

نقشِ اول: ڈاکٹر مفتی اشتیاق احمد قاسمی در بھنگوی، استاذ دار العلوم دیوبند

نقشِ ثانی: حضرت مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الحدیث وصدر المدرسین دار العلوم دیوبند

صفحات: ۳۲۰

کمپیوٹر کتابت: محمد مستقیم سالکؔ قاسمی مدھوبنی

تصحیح واضافہ شدہ اشاعت: جمادی الاولیٰ ۱۴۴۵ھ مطابق دسمبر ۲۰۲۳م

ناشر:

مکتبہ ادیب دیوبند

+91-9027498192

نوٹ: ”طرازی شرح سراجی“ کے جملہ حقوق بحق شارح رجسٹرڈ محفوظ ہیں، بلا اجازت چھاپنے والوں اور تبدیلی کرنے والوں کے خلاف قانونی کاروائی کی جائے گی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصحیح واضافہ شدہ اشاعت

سرِ نیاز اس بارگاہ بے نیاز کے سامنے خم ہے جس نے ناچیز کی پہلی تصنیف ''طرازی شرح سراجی'' کو قبولِ عام عطا فرمایا؛ یہ سب استاذ محترم، مربی بے مثال کا فیض، ان کی محنت اور دعاؤں کی برکت ہے، یہ پچیس سال سے ''مکتبہ حجاز'' سے شائع ہو رہی ہے۔

بہت سے کتب خانے بلا اجازت بھی چھاپتے رہے؛ حضرت نے ایک ایڈیشن چھاپ کر کئی بار مجھے دینا چاہا کہ آئندہ میں شائع کروں؛ مگر حضرت کی حیات میں میں نے اسے قبول نہ کیا، الحمد للہ! صاحب زادوں کی اجازت اور حوصلہ افزائی کے بعد اب شارح کو اشاعت کی توفیق ہو رہی ہے، اللہ تعالیٰ قبولیت سے نوازیں!

پچھلی اشاعت میں بڑی محنت کے باوجود کچھ کمیاں رہ گئی تھیں؛ اس لیے دوبارہ کتابت کا ارادہ ہوا؛ تاکہ اصلاحات کے ساتھ زیادہ مفید ہو کر قارئین کے ہاتھوں میں پہنچے؛ چناں چہ اس اشاعت میں:

۱— زبان وبیان کو مزید آسان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

۲— قواعدِ املا اور رموزِ اوقاف کی پوری رعایت کی گئی ہے۔

۳— آسانی کے لیے متعدد مسائل کی تعبیر بدل گئی ہے۔

۴— غلطیوں کی اصلاح کر دی گئی ہے۔

۵— ضروری تخریجات کا اضافہ کیا گیا ہے۔

۶— پوری عبارت پر اعراب لگایا گیا ہے؛ تاکہ کم استعداد قارئین کے لیے آسان ہو جائے۔

۷— متعدد نسخوں کو ملا کر متن کو محقق کیا گیا ہے۔

اشتیاق احمد

۱۸/۵/۱۴۴۵ھ

۴/۱۲/۲۰۲۳م

فہرست مضامین

فہرست مضامین ۴
انتساب ۱۴
پیش لفظ ۱۵
حرفِ گفتنی ۱۷
شرح کا انداز ۲۱
مصنف کے احوال ۲۳
حسابی اصطلاحات ۲۴
ضرب کے پہاڑے ۲۵
جمع (جوڑ) کا طریقہ ۲۶
نفی (گھٹانے) کا طریقہ ۲۷
ضرب کا طریقہ ۲۸
تقسیم کا طریقہ ۳۰
کسور یعنی بٹوں کے جوڑ، نفی، ضرب اور تقسیم کا طریقہ ۳۱
میراث کی تین آیات (جن کو یاد کرنا ضروری ہے) ۳۳
کتاب کا آغاز ۳۶
علم فرائض اور اس کی اہمیت ۳۶
علم فرائض کی تعریف، وجہ تسمیہ، دوسرا نام: علم المواریث، علم الفرائض کا موضوع،
غرض وغایت اور فضیلت ۳۶
علم فرائض کو نصف علم کہنے کی وجہ ۳۸
مسئلہ: اگر کوئی اپنا ترکہ نہ لے تو؟ ۳۸

حدیث:تعلموا الفرائض الخ اوراس کی تخریج ۳۹
ترکہ سے ترتیب وار چار حقوق متعلق ہوتے ہیں: اور ترتیب کی وجہ......... . ۴۰
حقوق اربعہ کی تفصیل: پہلا حق: تجہیز و تکفین۔تجہیز و تکفین میں داخل مصارف .
مسنون کفن، کفن میں فضول خرچی اور بخل ۴۱
دوسرا حق: قرض کی ادائیگی اور قرضہ کی قسمیں ۴۲
قرضِ صحت قرض مرض پر مقدم ہے۔مرضِ موت کے وہ قرضے جو مشاہدہ اور
گواہوں سے ثابت ہوں ۴۲
قرضہ تمام ترکہ سے ادا کیا جائے گا۔ورثاء قرض کی ادائیگی کی ذمہ داری لے
لیں تو؟ ۴۳
تیسرا حق: وصیت کا نفاذ۔وصیت تہائی ترکہ سے نافذ ہوگی۔تہائی سے زائد
کی وصیت باطل ہے۔زوجین کا ایک دوسرے کے لیے وصیت کرنا........ . ۴۳
چوتھا حق: ورثاء کے درمیان تقسیم ترکہ ۴۴
تجہیز و تکفین سے متعلق چند ضروری مسائل ۴۵
ترکہ درج ذیل ترتیب سے تقسیم ہوگا ۴۷
(۱) اصحاب فرائض (۲) عصبہ نسبی (۳) عصبہ سببی (۴) معتق کا معتق (۵) اصحاب
فرائض پر ردّ (زوجین پر رد کیوں نہیں ہوتا؟) ذوی الارحام (۷) مولی الموالات
(۸) مُقَرلہ بالنسب علی الغیر (۹) جس کے لیے تہائی سے زائد کی وصیت کی ہو (۱۰) بیت المال
عقد موالات کی تفصیل مع شرائط (حاشیہ) ۴۷
اقرار کی دو قسمیں (حاشیہ) ۴۹
مُقَرلہ کے وارث ہونے کے لیے شرطیں (حاشیہ) ۴۹
زوجین پر ردّ مع شرط (حاشیہ) ۴۹
ذوی الارحام کی تعریف ۵۱

فصل: موانع ارث: مانع کی تعریف ۵۲
(۱) غلامی (۲) قتل (۳) اختلافِ دین (۴) اختلافِ ملک (صرف کفار کے حق میں) ۵۲
قتل بالسبب سے قاتل محروم نہیں ہوتا ۵۲
مسلمان جہاں بھی ہو دوسرے مسلمان کا وارث ہوتا ہے ۵۳
مانع اور حاجب میں فرق۔ غلام اور قاتل کے محروم ہونے کی وجہیں ۵۴
اختلافِ دین کیوں مانع ارث ہے؟ ۵۵
مسلمان: مرتد کا وارث ہوگا ۵۶
اختلاف ملک کی چند صورتیں ۵۶
حربی، ذمی اور مستامن کی تعریفات۔ اختلافِ ملک حقیقی اور حکمی ۵۶
اختلافِ ملک اور ائمہ ثلاثہ ۵۸
باب (۱) فروضِ مقدرہ اور ان کے مستحقین ۵۸
تضعیف وتنصیف کا مطلب ۵۸
بارہ اصحاب فرائض ۵۹
جد صحیح اور جد فاسد کی تعریفات ۶۰
جدۂ صحیحہ اور جدۂ فاسدہ کی تعریفات ۶۰
باپ کے احوال ۶۱
باپ کی تین حالتیں مع ادلہ وتخریج مسائل ۶۱
''ولد'' لغوی معنی کے اعتبار سے عام ہے (حاشیہ) ۶۲
جد صحیح (دادا) کے احوال ۶۴
جد صحیح کے چار احوال مع تخریج مسائل ۶۴
چار مسائل جن میں باپ اور دادا کے درمیان فرق ہے ۶۶

اخیافی بھائی بہن کے احوال ۶۷
اخیافی کی تین حالتیں مع ادلہ وتخریج مسائل ۶۷
اخیافی بھائی بہن کو برابر حصہ ملتا ہے ۶۸
کلالہ کی تعریف ۶۹
شوہر کے احوال ۷۰
شوہر کی دو حالتیں مع ادلہ وتخریج مسائل ۷۰
بیویوں کے احوال ۷۱
بیویوں کی دو حالتیں مع ادلہ وتخریج مسائل ۷۱
شوہر کو بیوی کا دوگنا ملتا ہے ۷۳
بیٹیوں کے احوال ۷۳
بیٹیوں کی تین حالتیں مع ادلہ وتخریج مسائل ۷۳
پوتیوں کے احوال ۷۵
پوتیوں کی چھ حالتیں مع ادلہ وتخریج مسائل ۷۵
دوتہائی پورا کرنے کا مطلب ۷۶
بیٹیوں اور پوتیوں کو ثلثان سے زائد نہیں ملتا۔ بیٹیوں کی طرح بہنوں کا حصہ بھی ثلثان ہے ۷۶
مختلف واسطوں والی پوتیاں اور ان کی توریث کے ضابطے ۷۹
مسئلہ تشبیب: تعریف، وجہ تسمیہ ۸۳
حقیقی بہنوں کے احوال ۸۴
حقیقی بہنوں کی پانچ حالتیں مع ادلہ وتخریج مسائل ۸۴
حدیث: اجعلوا الأخواتِ مع البنات عصبة کی تحقیق ۸۶
علاتی بہنوں کے احوال ۸۸

علاتی بہنوں کی پانچ حالتیں مع ادلہ وتخریج مسائل ۸۸
علاتی کے حقیقی سے ساقط ہونے کی وجہ ۹۲
بنوالاعیان اور بنوالعلات کا مطلب ۹۲
ماں کے احوال ۹۴
ماں کی تین حالتیں مع ادلہ وتخریج مسائل ۹۴
ثلثِ باقی کا مطلب ۹۵
جدۂ صحیحہ کے احوال ۹۸
جدۂ صحیحہ کی دو حالتیں مع تخریج مسائل ۹۸
چار صورتوں میں دادی محروم ہوتی ہے ۹۹
جدہ کو سدس ملنے کی دلیل ۱۰۱
کئی رشتوں والی جدات ۱۰۵
باب (۲) عصبات کا بیان ۱۰۹
عصبہ کی لغوی تحقیق: اصطلاحی تعریف اور وجہ تسمیہ ۱۰۹
عصبہ دو قسمیں: عصبۂ نسبی اور عصبۂ سببی ۱۰۹
عصبہ نسبی کی تین قسمیں: عصبہ بنفسہ، عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ ۱۰۹
عصبہ بنفسہ کی تعریف اور اس کی چار قسمیں ۱۰۹
اخیافی بھائی عصبہ نہیں ہوتا (حاشیہ) ۱۱۰
عصبہ بنفسہ کے درمیان ترجیح کا پہلا اور دوسرا طریقہ ۱۱۱
اقرب کی دو قسمیں: حقیقی اور حکمی ۱۱۲
باپ اور بیٹے ہوں تو عصبہ صرف بیٹا کیوں ہوتا ہے؟ ۱۱۲
عصبہ بنفسہ کے درمیان ترجیح کا تیسرا طریقہ ۱۱۲
عصبہ بغیرہ کا بیان۔ عصبہ بغیرہ کی چار صورتیں ۱۱۶
عصبہ مع غیرہ کا بیان۔ عصبہ مع غیرہ صرف دو عورتیں ہیں ۱۱۷

عصبہ بالغیر اور عصبہ مع الغیر کے درمیان فرق ۱۱۸
عصباتِ سببیہ کا بیان ۱۲۰
مولی العتاقہ کی تحقیق۔ حق ولاء، ولاء عتق اور ولاء نعمت کی تحقیق ۱۲۰
عورتوں کو حق ولاء حاصل ہونے کی آٹھ صورتیں ۱۲۲
ذی رحم محرم کے مالک ہونے کا حکم ۱۲۵
باب (۳) حجب یعنی ایک وارث کا دوسرے وارث کی وجہ سے محروم ہونا ... ۱۲۸
حجب کی تعریف، حجب کی دو قسمیں: حجب نقصان اور حجب حرمان اور ان
کی تعریفات ۱۲۸
کن لوگوں پر حجبِ نقصان طاری ہوتا ہے؟ ۱۲۹
حجب حرمان میں ورثاء کی دو جماعتیں اور ان کے محروم ہونے کے دو قاعدے .
جن پر حجب نقصان طاری ہوتا ہے: ان کی تفصیل ۱۲۹
واسطہ کی وجہ سے ذوالواسطہ کے محروم ہونے کی چند صورتیں ۱۳۱
محروم اور محجوب میں فرق۔ محجوب کو محروم بھی لکھا جاتا ہے ۱۳۲
باب (۴) مخارج الفروض یعنی مسئلہ بنانے کے قواعد ۱۳۴
قاعدہ (۱) مع تخریج امثلہ ۱۳۴
قاعدہ (۲) مع تخریج امثلہ ۱۳۶
ایک ہی مسئلہ میں نصف، ربع اور ثمن جمع نہیں ہو سکتے ۱۳۷
قاعدہ (۳و۴و۵) مع تخریج امثلہ ۱۳۷
باب (۵) عول یعنی مخرج میں اضافہ کرنے کا بیان ۱۴۲
عول کے لغوی معنی اور اصطلاحی تعریف ۱۴۲
کن مخارج کا کیا عول آتا ہے؟ امثلہ مع تخریجات ۱۴۳
مسئلہ منبریہ کی تشریح تخریج اور وجہ تسمیہ ۱۴۵

ابن مسعودؓ کے نزدیک ۲۴ کے ۳۱ عول آنے کی مثال مع تخریج ۱۴۶
فصل: اعداد کے درمیان نسبتوں کا بیان ۱۴۶
عدد کی تعریف، عدد کی خاصیت ۱۴۶
تماثل، تداخل، توافق اور تباین کے لغوی معنی اور تماثل کی اصطلاحی تعریف.. ۱۴۷
تداخل کی تعریفات ۱۴۷
توافق کا بیان ۱۴۹
تباین کا بیان ۱۵۰
توافق و تباین جاننے کا طریقہ ۱۵۰
توافق کی تعبیرات ۱۵۲
باب (۶) تصحیح کا بیان ۱۵۳
تصحیح کے باب کی اہمیت ۱۵۴
تصحیح کے لیے سات قواعد ۱۵۴
وہ قواعد جو سہام اور رؤوس کے درمیان جاری ہوتے ہیں ۱۵۴
وہ قواعد جو رؤوس در رؤوس کے درمیان جاری ہوتے ہیں ۱۵۹
تصحیح سے ہر فریق کا حصہ معلوم کرنے کا طریقہ ۱۶۸
تصحیح سے ہر فرد کا حصہ معلوم کرنے کا طریقہ ۱۶۹
فصل: ورثاء اور قرض خواہوں کے درمیان تقسیم ترکہ کا بیان ۱۷۳
بغیر نسبت دیکھے ترکہ کی تقسیم ۱۷۷
ہر فریق کا ترکہ معلوم کرنے کا طریقہ ۱۷۷
قرض خواہوں کے درمیان تقسیم ترکہ کا طریقہ ۱۷۹
اگر ترکہ میں کسر ہو؟ ۱۸۱
فصل: تخارج کا بیان ۱۸۴

تخارج کے معنی اوراس کے لیے شرط ۱۸۴
باب(۷)رد کا بیان ۱۸۷
رد کی تعریف۔رد کن ورثاء پر ہوتا ہے؟ ۱۸۷
زوجین پر رد کب ہوتا ہے؟ ۱۸۸
رد کے مسائل کی چار قسمیں اوررد کے قواعد ۱۸۸
باب(۸)مقاسمۃ الجد یعنی دادااور بھائی بہنوں کے درمیان تقسیم ترکہ ۱۹۷
مقاسمہ کے معنی اوردادا کی موجودگی میں حقیقی اور علاتی بھائی بہنوں کے محروم
ہونے نہ ہونے میں صحابہ کا اختلاف ۱۹۷
مقاسمۃ الجد کی پہلی صورت ۱۹۹
دادا کا حصہ کم کرنے کے لیے علاتی بھائی بہن کو تخریج میں شامل کیا جاتا ہے۔ .
علاتی کو ترکہ ملنے کی ایک صورت ۲۰۱
وہ صورت جس میں علاتی بہن کے لیے کچھ نہیں بچتا ۲۰۴
مقاسمۃ الجد کی دوسری صورت ۲۰۴
اگر ثلث الباقی کے عدد میں کسر واقع ہو ۲۰۸
زید بن ثابتؓ کے مسلک کے مطابق بھی ایک صورت میں بہن کو ترکہ ملتا ہے . ۲۰۸
مسئلۂ اکدریہ کا بیان ۲۱۰
مسئلۂ اکدریہ کی وجہ تسمیہ ۲۱۰
مسئلۂ اکدریہ کے لیے ضروری شرط ۲۱۲
باب(۹)مناسخہ کا بیان ۲۱۴
مناسخہ کی تعریف اور چند اصطلاحات وہدایات ۲۱۴
اصولِ مناسخہ،مناسخہ کی مثال اوراس کی تخریج ۲۱۵
باب(۱۰)ذوی الارحام کا بیان ۲۲۵

ذوی الارحام کی تعریف اور ان کی توریث میں اختلاف ۲۲۵
ذوی الارحام کی چار قسمیں ۲۲۶
ذوی الارحام کی قسموں میں ترجیح ۲۲۹
فصل: پہلی قسم کے ذوی الارحام (توریث کا ضابطہ) ۲۳۱
امام محمد رحمہ اللہ کے مسلک پر ذوی الارحام کے چند مسائل کی وضاحت ۲۳۴
تذکیر و تانیث میں اختلافِ بطون کا حکم ۲۳۵
اختلافِ بطون کے ساتھ بعض اصول کی متعدد فروع کا حکم ۲۳۹
ذوی الارحام میں مفتی بہ قول ۲۴۲
فصل: تعدد رشتہ کا اعتبار ۲۴۳
فصل: دوسری قسم کے ذوی الارحام (اصولِ میت) ۲۴۶
دوسری قسم کے ذوی الارحام کی توریث کی پانچ صورتیں ۲۴۶
فصل: تیسری قسم کے ذوی الارحام ۲۵۱
تیسری قسم کے ذوی الارحام کی توریث کی چار صورتیں ۲۵۲
فصل: چوتھی قسم کے ذوی الارحام ۲۵۷
چوتھی قسم کے ذوی الارحام کی توریث کی چار صورتیں ۲۵۷
فصل: چوتھی قسم کے ذوی الارحام کی اولاد ۲۶۱
چوتھی قسم کے ذوی الارحام کی اولاد کی توریث کی چار صورتیں ۲۶۱
متعدد رشتوں کا حکم ۲۶۶
(فائدہ) چوتھی قسم کے ذوی الارحام درجہ بہ درجہ ۲۷۰
فصل: خنثی کے احکام ۲۷۱
خنثی کی تعریف اور اس کا حکم ۲۷۱
خنثی کی توریث میں اختلاف اور مفتی بہ قول ۲۷۲

خنثیٰ کی توریث میں دوسرا مسلک (امام عامر شعبی رحمہ اللہ کی رائے) ۲۷۵
مذہب شعبی کی تخریج میں اختلاف (امام ابویوسفؒ کی تخریج) ۲۷۶
امام محمد رحمہ اللہ کی تخریج ۲۷۹
فصل: حمل کی میراث کا بیان ۲۸۱
حمل کی ازکم کم اور زیادہ سے زیادہ مدت ۲۸۱
کتنے بچوں کی میراث روکی جائے؟ ۲۸۲
حمل کے تین احکام ۲۸۴
طریقۂ توریثِ حمل ۲۸۶
اگر بچہ مردہ پیدا ہو؟ ۲۹۱
فصل: مفقود کا حکم ۲۹۳
مفقود کی حیثیت ۲۹۳
مفقود کی موت کا حکم کب دیا جائے گا؟ ۲۹۴
اگر مفقود کسی کا وارث بن رہا ہو ۲۹۶
طریقۂ توریثِ مفقود ۲۹۷
فصل: مرتد کے احکام ۲۹۹
مرتد کے اموال کی قسمیں اور ان کے احکام ۳۰۰
مرتد عورت کی وراثت ۳۰۱
مرتد وارث نہیں ہوتا ۳۰۲
فصل: قیدی کے احکام ۳۰۳
فصل: ڈوب کر، جل کر اور دب کر مرنے والوں کے احکام ۳۰۵
تمرینی سوالات: جن کے ذریعہ پوری کتاب یاد کی جاسکتی ہے
اور جو امتحان میں سرخ روئی کا ذریعہ ہیں ۳۰۷

انتساب

اگر میری یہ طالب علمانہ کوشش واقعتاً کسی افادیت ونافعیت

کی حامل ہے تو یہ میرے

مخلص اساتذہ

اور ایشیاء کی عظیم درس گاہ مادر علمی دارالعلوم دیوبند کے

دارالافتاء

کا فیض اور تدریب فی الافتاء کی محنت کا ثمرہ ہے۔

یکے از فرزندانِ مادر علمی

اشتیاق احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للّٰہ و کفیٰ، وسلام علی عبادہ الذین اصطفی، أمابعد:

طرازی: جناب مولانا اشتیاق احمد صاحب دربھنگوی سلمہ الولی کی ’’سراجی‘‘ کی شرح ہے۔آں عزیز نے یہ شرح زمانۂ طالب علمی میں لکھی ہے اور بڑی محنت اور لگن سے لکھی ہے۔ وہ مجھ سے دورانِ تصنیف بھی مراجعت کرتے رہے۔ اور تکمیل کے بعد تو مسودہ میرے سرلا تھونپا۔ میں نے ہر چند عدیم الفرصتی کا عذر کیا؛ مگر وہ ’’پردردہ‘‘ تھے، کہاں مانتے! مجبور ہوکر میں نے اس پر نظر ثانی کی اور جہاں ضرورت محسوس کی اَشْہبِ قلم چلادیا؛ اب یہ ہم دونوں کی محنت کا ثمرہ ہے۔

آں عزیز نے تسمیہ کی ذمہ داری بھی مجھ پر ڈال دی ہے، میں نے اس کا نام ’’طرازی شرح سراجی‘‘ رکھا ہے۔ طراز (بالکسر) عربی کا لفظ ہے۔ جو فارسی کے راستے اردو میں آیا ہے۔ تینوں زبانوں میں معنی ایک ہیں؛ البتہ فارسی میں طاء پر زبر ہے۔ جیسے طرازیدن: نقش کرنا۔ اردو میں آپ جو چاہیں پڑھیں۔ اردو میں ’’طرازی‘‘ کے معنی ہیں: آراستہ پیراستہ کرنا، سجاوٹ کرنا۔ شارح سلمہٗ نے چوں کہ کتاب کی ’’تزئین کاری‘‘ میں کوئی کسر نہیں چھوڑی؛ اس لیے مجھے یہ نام نہایت موزون معلوم ہوا۔

یہ شرح ان شاء اللہ سراجی حل کرنے کے لیے کافی وافی ہے۔ ’’مشک آنست کہ خود ببوید، نہ کہ عطار بگوید‘‘۔ آپ اشتیاق سے مطالعہ کریں، یہ حقیقت خود بخود واضح ہوجائے گی، مزید سمع خراشی کی ضرورت نہیں۔

البتہ ایک ضروری بات عرض کرنی ہے: علم الفرائض میں صرف سراجی پڑھائی جاتی ہے اور وہ بھی ناتمام! ’’باب المناسخہ‘‘ پر درس رک جاتا ہے۔ ’’ذوی الارحام‘‘ سے آخر تک کا حصہ معلوم نہیں کیوں چھوڑ دیا جاتا ہے؟ اساتذہ یہ کہہ کر جان بچالیتے ہیں کہ نصاب اتنا ہی ہے اور کچھ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ ذوی الارحام کی توریث کا فتوی نہیں؛ حالاں کہ یہ بات غلط ہے۔ احناف بالاتفاق ذوی الارحام کی توریث کے قائل ہیں۔ امام مالک اور

امام شافعی رحمہما اللہ کا اختلاف تھا؛ مگر وہ بھی اب — جب کہ بیت المال منظم نہیں رہا — ختم ہوگیا ہے۔ اب موالک اور شوافع بھی ذوی الارحام کی توریث کے قائل ہیں۔ اور خنثیٰ، حمل، مفقود، مرتد، اسیر، غرقی، حرقی، اور ہدمی کی توریث تو پہلے سے متفق علیہ ہے۔ پس اس حصہ کو چھوڑ دینے کا ایک نقصان یہ بھی ہے کہ فقہ کی کتابوں میں ''کتاب الفرائض'' کے یہ ابواب طلبہ کی گرفت میں نہیں آتے۔ وہ ہمیشہ ان مسائل سے نابلد رہتے ہیں؛ اس لیے اربابِ مدارس سے گذارش ہے کہ وہ نصاب میں پوری سراجی داخل کریں؛ تاکہ اس فن کو پڑھنے کا فائدہ تام ہو۔

رہی اساتذہ کی دشواری؛ تو اس کا مجھے بخوبی علم ہے۔ اردو شرح عام طور پر ''باب المناسخہ'' تک ہیں، ''شریفیہ'' ایک بہترین کامل شرح ہے؛ مگر وہ عربی میں ہے۔ طرازی میں شارح نے ہمتِ مردانہ سے کام لے کر پوری کتاب حل کی ہے۔ اب اساتذہ سے التماس ہے کہ وہ ذرا مغز پچی کریں، ان کی جانکاہی سے نونہالانِ ملت کی استعداد پکی ہوگی اور وہ زندگی بھر دعائیں دیں گے۔

ایک خاص بات شرح کے تعلق سے یہ بھی گوش گزار کرنی ہے کہ شارح ''تخریجِ مسئلہ'' کے بہت حریص ہیں، میں نے ان کے علی الرغم بہت سی تخریجات حذف کردی ہیں۔ ان کا یہ بھی نظریہ تھا کہ تخریج کا ''کچا عمل'' بھی شاملِ کتاب ہونا چاہیے؛ مگر وہ ایک چیستان بن کر رہ گیا تھا؛ اس لیے میں نے اس کو بھی حذف کردیا ہے؛ غرض میں نے شرح میں بڑھایا کم، گھٹایا زیادہ ہے اور گو یہ بات شارح کو ناگوار ہوگی؛ مگر میں نے اس کو کتاب اور قارئین کے لیے مفید خیال کیا ہے۔

آخر میں دست بدعا ہوں کہ مولائے کریم اس شرح کو قبول فرمائیں؛ اور اس کے فیض کو عام وتام فرمائیں (آمین) والحمدُ للّٰہ الذی بنعمتِہٖ تَتِمُّ الصَّالحاتُ والصلاۃُ والسلامُ علی حبیبِہٖ محمدٍ وعلی آلِہٖ وصَحبِہٖ أجمعین.

کتبہٗ:

سعید احمد عفا اللہ عنہ پالن پوری؛ خادم دار العلوم دیو بند

۱۵/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۳ھ

حرف گفتنی

نحمدُهٗ ونَستَعِینُهٗ وَنُصَلِّی علی رسولِهِ الکریم. أما بعد!

آفتابِ اسلام کے طلوع ہونے سے پہلے جس طرح زندگی کے دیگر شعبوں میں بے اصولی اور بے راہ روی راہ پائے ہوئے تھی، اسی طرح دنیا کی سب سے بڑی جھگڑے کی چیز وراثت وترکہ میں بھی معیارِ استحقاق عجیب تھا، جس کی لاٹھی اس کی بھینس تھی، طاقت وقوت کی بنیاد پر ترکہ تقسیم ہوتا، کمزوروں، غریبوں، یتیموں اور بیواؤں کو اس کے قریب پھٹکنے نہیں دیا جاتا تھا، عرب کہتے تھے: کیفَ نُعطی المالَ من لا یَرکَبُ فرَسًا، ولا یَحمِلُ سیفًا، ولا یُقاتِلُ عدوًا؟ (المواریث ص: ۲۱) یعنی میراث کے مستحق وہ لوگ کیسے ہوسکتے ہیں؟ جو نہ گھوڑے پر سوار ہوتے ہیں، نہ تلوار اٹھاتے ہیں اور نہ ہی دشمنوں کا مقابلہ کرتے ہیں۔

اسلام کے جامع نظامِ میراث نے صاحبِ حق کو اس کا حق دیا، ایسے کاملِ واکمل نظام کی نظیر نہ پہلے دنیا میں تھی اور نہ بعد میں ہوگی، اللہ تعالیٰ نے صاف اعلان فرمادیا ہے: ﴿لا تَدرُوْنَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ لَکُمْ نَفْعًا﴾ یعنی تمہیں معلوم نہیں کہ تمہیں فائدہ پہنچانے میں کون وارث زیادہ نزدیک ہے؟ تمہارا اپنا بنایا ہوا قانون بے کار ہے، ﴿فریضةً من اللہ﴾ یہ اللہ کا قطعی قانون ہے۔

علم مواریث کی بڑی اہمیت وفضیلت ہے، اسے نصفِ علم کہا گیا ہے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں علمِ فرائض کے ماہر کچھ مخصوص افراد تھے، ائمہ اربعہ نے اس کے اصول وضوابط کو شرح وبسط کے ساتھ بیان فرمایا، پھر علمائے امت نے اس پر مفصل کتابیں لکھیں، احناف نے اس کو اپنی فقہ میں ''کتاب الفرائض'' کے عنوان سے بیان فرمایا اور مستقل تصانیف بھی کی گئیں مثلاً: فرائضِ صغانی، فرائضِ طحاوی، فرائضِ ترکمانی، فرائض عثمانی (صاحبِ ہدایہ) اور فرائضِ طاش کبری زادہ وغیرہ۔ (کشف الظنون)

''سراجی'' اپنی شہرت وافادیت میں محتاج تعارف نہیں، اسے ''الفرائض السراجیة'' اور ''فرائضِ سجاوندی'' بھی کہا جاتا ہے، محقق مصنف کی ژرف نگاہی اور ان کے معجز قلم نے اب تک زمانے کو اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز کر رکھا ہے، بڑے بڑے محقق علماء نے اس کی شرح لکھ کر اس کی افادیت ونافعیت کو عام کیا، صاحب کشف الظنون کی تصریح کے مطابق اُس وقت تک عربی میں تقریباً دو درجن شرحیں لکھی جا چکی تھیں، مختلف زبانوں میں اس کے ترجمے ہوئے، اور متعدد منظومے تیار کیے گئے، نیز بعض لوگوں نے سراجی کے مختصرات بھی تحریر کیے، اس کی شروحات کی تعداد اب پچاس سے زیادہ ہو چکی ہے۔

ناچیز بے مایہ کی یہ شرح بھی اس تعداد میں حقیر اضافہ ہے، احقر کو اس کتاب سے استفادے کا کئی بار موقع ملا، اسے چار مرتبہ درساً پڑھا، پہلی بار عربی دوم میں، پھر سوم میں، پھر پنجم میں، پھر افتاء میں؛ دو بار استاذ محترم مفتی عبد القادر بستوی مدظلہ العالی سے مدرسہ قاسم العلوم منگراواں، اعظم گڑھ (یوپی) میں پڑھا، الٰہ آباد بورڈ کے نصاب میں ایک مضمون فرائض بھی تھا، اس موضوع پر اردو زبان میں کوئی جامع کتاب نہ مل سکی تو حضرت نے عربی دوم میں سراجی کی مدد سے احوال وقواعد لکھا کر رٹوا دیے، پھر بلا کتاب مسائل کی خوب تخریج کرائی۔ دوسرے سال عربی سوم میں کتاب کے ترجمہ سے ان قواعد کو منطبق کرادیا، بڑی آسانی سے کتاب سمجھ میں آ گئی، کچھ کسر باقی رہ گئی تو وہ ''مدرسہ ریاض العلوم گورینی، جون پور'' میں استاذ محترم مفتی عبد اللہ بستوی مظاہری زید مجدہٗ نے پوری کرادی، اول الذکر استاذ آپ کے شاگرد ہیں، اور آپ حضرت مولانا وقار علی بجنوریؒ استاذ مظاہر علوم سہارن پور کے شاگرد ہیں، ''وجہ حصر'' کے انداز میں پڑھانے کا طرز بھی خاص انھیں کا ہے؛ اس لیے سراجی سے مناسبت بڑھ گئی؛ لیکن ''مناسخہ'' ہی تک کتاب ہوئی —— پھر دار العلوم دیوبند میں افتاء کے سال استاذ محترم مفتی حبیب الرحمٰن خیر آبادی دامت برکاتہم سے پوری کتاب پڑھی، اور ہر سال کی طرح امسال بھی کاپی لکھ لی۔

مادرِ علمی دار العلوم دیو بند میں افتاء کے بعد "تدریب فی الافتاء" کے دو سال مطالعہ اور فتاویٰ نویسی کی مشق کے لیے ممتاز طلبہ کے داخلے ہوتے ہیں۔ بالاستیعاب سارے ابوابِ فقہیہ کا ہمہ گیر مطالعہ دو سال میں مشکل ہے؛ اس لیے نصاب میں پندرہ ابواب منتخب کیے گئے ہیں، احقر نے اپنے لیے فرائض کے باب کا اضافہ کرلیا۔ طبیعت تصنیف و تالیف سیکھنے کی طرف مائل تھی؛ لیکن دیگر یونیورسٹیوں کی طرح دار العلوم دیو بند میں کسی موضوع پر مقالہ نہیں لکھوایا جاتا؛ اس لیے اپنے طور پر فرائض سے متعلق نوٹس لکھتا رہا۔

چوں کہ بازار میں مکمل سراجی کی کوئی ایسی شرح اردو زبان میں نظر نہ آئی جس میں میری تشنگی کا سامان ہو؛ اس لیے استاذ محترم مفتی سعید احمد پالن پوریؒ سے مشورہ کے بعد شرح لکھنی شروع کردی، اور اللہ کے فضل سے اسی سال (۱۴۱۹ھ) کام مکمل ہوگیا۔

اس شرح کی تسوید و تبییض اور مسائل کی تحقیق میں بڑی جانکاہی، دیدہ ریزی اور محنت کی گئی ہے، کئی مرتبہ مسودہ تیار کرکے بدلا گیا۔ پیشِ نظر یہ تھا کہ ایسے طرز پر شرح لکھی جائے کہ یہ مشکل کتاب قارئین کے لیے آسان ہوجائے اور دلچسپی کا سبب بنے۔ امید ہے کہ یہ شرح حلِ کتاب میں خوب ممد و معاون ہوگی، بہت سے مسائل اور نئی چیزوں سے بھی قارئین واقف ہوں گے، جو کسی ایک شرح میں یکجا نہیں ہیں۔

اس کے تیار کرنے میں جن جن احباب نے معاونت کی ہے، احقر ان کا تہِ دل سے شکر گزار ہے۔ جہاں تک حضرت استاذ محترم مفتی سعید احمد پالن پوریؒ اور استاذ محترم مفتی محمد امین پالن پوری مدظلہ العالی کی شفقتوں، عنایتوں، علمی رہنمائیوں، اصولِ تصنیف کی نشاندہی اور ہر مشکل موقع پر ہمت افزائی کا تعلق ہے، وہ بیان سے باہر ہے۔ احقر ان کا رسمی شکریہ ادا کرکے اپنے اُن بے پناہ جذبات کی توہین کرنا نہیں چاہتا جو اس ناچیز کے دل میں موجزن ہیں، حقیقت تو یہ ہے:

لَوْ أَنَّنِی أُوتِیتُ کُلَّ بلاغَةٍ وَأَفْنَیْتُ بَحْرَ النطقِ فِی النَّظْمِ والنثرِ
لَما کُنتُ بعدَ الکلِّ إِلَّا مُقصِّرًا وَمُعْتَرِفًا بِالعَجْزِ عَنْ وَاجِبِ الشُّکْرِ

اخیر میں اس شرح کے پڑھنے والوں سے یہ عرض ہے کہ موانع ارث کے بعد پہلے وہ ''وجہ حصر'' کے طور پر لکھے گئے احوال کو زبانی یاد کرلیں۔ یہ حضرت مولانا وقار علی بجنوریؒ کا طے کیا ہوا اسلوب ہے جو ان کے شاگردوں سے منقول ہو کر ہم تک پہنچا ہے۔ نیز وہ قواعد جو مختصر مختصر طور پر لکھے گئے ہیں ان کو بھی یاد کرلیں؛ بغیر احوال یاد کیے سراجی کا سمجھنا بہت مشکل ہے، پھر یہ کہ تخریج میں بارہا غلطی ہوتی رہے گی، اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں! آمین۔

احقر کو اپنی علمی بے مائیگی کا پورا اعتراف ہے، پوری محنت کے باوجود اس میں غلطیاں رہ جانا مستبعد نہیں، اہلِ نظر اگر کسی غلطی پر مطلع ہوں تو نشاندہی کر کے احسان فرمائیں، احقر ان کا تہِ دل سے شکر گزار ہوگا۔

اللہ تعالیٰ اس کو شرفِ قبولیت سے نوازیں اور اس ناکارہ اور اس کے اساتذہ اور والدین کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائیں اور احقر کو پورے اخلاص کے ساتھ مزید علمی و دینی خدمت کی توفیق عطا فرمائیں! (آمین)۔

رَبِّ أَوْزِعْنِیٓ أَنْ أَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیٓ أَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ.

کتبہ:

اشتیاق احمد قاسمی دربھنگوی

شعبۂ تدریب فی التدریس، دارالعلوم دیوبند

رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ

شرح کا انداز

اس شرح کا انداز عام شرحوں سے کچھ مختلف ہے؛ اس لیے اس سلسلے میں چند باتیں جان لینی چاہیں؛ تا کہ استفادہ آسان ہو، عام شروحات میں پہلے عبارت پھر ترجمہ اس کے بعد حلِ لغت اور عبارت کی تشریح ہوتی ہے؛ لیکن اس شرح میں درس کا انداز اختیار کیا گیا ہے:

۱— پہلے عنوان قائم کر کے مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی مراد کو اپنے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے اور حسب ضرورت مثال سے مقصود کی وضاحت کی گئی ہے اور مسئلہ کی تخریج کہیں عبارت سے پہلے دی گئی ہے اور کہیں عبارت و ترجمہ کے بعد ہے اور بہت سی جگہوں میں آخر میں فوائد کے عنوان سے عبارت سے متعلق کچھ کام کی باتیں ذکر کی گئی ہیں اور مزید مثالوں سے قواعد کی وضاحت کی گئی ہے۔

دراصل یہ انداز استاذ محترم مفتی محمد امین پالن پوری دامت برکاتہم کا اختیار کردہ ہے، انھوں نے ''الخیر الکثیر : شرح الفوز الکبیر'' کو اسی طرز پر لکھا ہے؛ فرماتے ہیں کہ یہ انداز میں نے دو وجہ سے اپنایا ہے۔

اولاً: اس وجہ سے کہ جب مبتدی طالب علم مشکل عبارت دیکھتا ہے تو گھبرا جاتا ہے۔ اور یہ خیال کرتا ہے کہ یہ عبارت میری سمجھ سے باہر ہے، یہ خیال اس کے لیے نہایت مضر ہوتا ہے؛ اس لیے میں نے پہلے مسئلہ کو آسان کر کے سمجھایا ہے؛ تا کہ مبتدی طالب علم جب مسئلہ اور بحث سمجھ کر عبارت پڑھے تو اس کو اجنبیت محسوس نہ ہو۔

ثانیاً: اس وجہ سے کہ جو سعادت مند طالب علم اپنے ساتھیوں کو تکرار کرانا چاہتا ہے، وہ یہ انداز اپنا کر اپنی تکرار کو کامیاب بنائے، اور درس کا طریقہ سیکھے! (از حرف آغاز: الخیر الکثیر)

۲— الحمد للہ میں نے سراجی سے متعلق شروحات اور علم فرائض کے موضوع پر لکھی گئی قدیم و جدید، عربی، اردو اور فارسی کی ان تمام کتابوں سے کافی حد تک استفادہ کیا ہے جو دار العلوم دیوبند اور ندوۃ العلماء لکھنؤ کے کتب خانوں میں مل سکیں۔ اور خُذْ مَا صَفَیٰ،

وَدَعْ مَا كَدِرَ کے مطابق کارآمد باتیں لے لیں اور بے جا تفصیل یا غیر محقق باتیں یا ایسی باتیں جو سراجی پڑھنے والوں کے لیے غیر ضروری تھیں، ان سے احتراز کیا ہے۔

سراجی کی مشہور شرح شریفیہ (مع حاشیہ مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ) سے خوب خوب استفادہ کیا ہے، اور جگہ جگہ اس کے حوالے بھی دیے ہیں، جس بات کا حوالہ نہ ہو، اسے اسی شرح میں تلاش کرنا چاہیے!

۳— یہ شرح مبتدی اور متوسط طلبہ کے لیے لکھی گئی ہے؛ اس لیے اس میں تفصیلات سے ممکن حد تک احتراز کیا گیا ہے؛ البتہ سراجی کی دقیق سے دقیق عبارت کو سمجھانے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے؛ لہٰذا جو حضرات تفصیل دیکھنا چاہیں وہ شریفیہ شرح سراجی کی طرف رجوع کریں، یہ بڑی عمدہ شرح ہے، اس سے عمدہ شرح میری نگاہ سے نہیں گزری، سراجی پر ایک لاجواب حاشیہ مولانا عبدالباری فرنگی محلیؒ کا ہے، اس کا ایک نسخہ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے کتب خانہ میں ہے، بازار میں دستیاب نہیں ہے۔

۴— سراجی کی عبارت سے متعلق وہ تمام اشکالات جو میرے ذہن میں آئے، انھیں آسان الفاظ میں حوالے کے ساتھ حل کیا ہے۔

۵— دارالعلوم دیوبند میں سراجی پڑھانے والے اساتذہ مولانا مجیب اللہ گونڈوی مدظلہ العالی اور مولانا خورشید انور گیاوی زید مجدہٗ کے درس میں لکھی گئی کاپیوں کو بھی سامنے رکھ کر شرح کو آسان سے آسان تعبیرات میں دل چسپ بنانے کی پوری کوشش کی ہے۔

۶— ذوی الفروض کے احوال ''وجہ حصر'' کے طور پر لکھے گئے ہیں۔ عام طور سے ''محجوب'' ہونے والی حالت میں اشتباہ ہوتا ہے؛ اس لیے ممکن حد تک اسے پہلے لکھا گیا ہے، وجہ حصر میں دی گئی ترتیب سے مسئلہ بنانے میں اشتباہ اور غلطی نہیں ہوتی۔

۷— ہر مسئلہ میں مفتی بہ قول کی نشاندہی کی گئی ہے۔

۸— اس شرح کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ استاذ محترم مفتی سعید احمد پالن پوریؒ کی نگرانی میں ترتیب دی گئی ہے، آپ نے از اول تا آخر حرفاً حرفاً بڑی دیدہ ریزی سے دیکھ کر اس کے نوک پلک کو خوب سنوارا ہے۔ فجزاه الله أحسن الجزاء.

مصنف کے احوال

سراجی کے مصنف کا نام: محمد بن محمد بن عبد الرشید ہے، کنیت ابو طاہر اور لقب سراج الدین ہے، مسلکاً حنفی تھے، سجاوند کی طرف نسبت کی وجہ سے ''سجاوندی'' کہلاتے ہیں— سجاوند کے سلسلے میں مختلف اقوال ملتے ہیں: یا تو یہ افغانستان کے شہر کابل کا ایک قصبہ ہے، یا یہ خُراسان میں ایک مقام ہے یا پھر سیسان کے ایک شہر سگاوند کا معرب ہے۔

علامہ سجاوندی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم ربانی، فقیہ، فرّاض اور حساب داں تھے، انھوں نے سراجی کی شرح بھی تحریر فرمائی تھی؛ لیکن وہ نایاب ہے، ان کی تصنیفات میں الوقف والابتداء، الجبر والمقابلة، ذخائر نثار في أخبار السيد المختار ﷺ کا تذکرہ ملتا ہے۔ (الاعلام: ۷/۲۷)

علامہ حمید الدین محمد بن علی نوقدی رحمۃ اللہ علیہ ان کے اساتذہ میں سے ہیں۔
کتبِ تاریخ میں مصنفؒ کی تاریخِ ولادت ووفات کے سلسلے میں کوئی قطعیت نہیں ملتی ''کشف الظنون'' میں تاریخِ وفات کی جگہ خالی ہے، ''الاعلام'' کے حاشیہ پر ہدیہ (۲/۱۰۷) کے حوالے سے تاریخِ وفات ۶۰۰ھ یا ۷۰۰ھ لکھی ہے۔ استاذ محترم مفتی حبیب الرحمٰن خیر آبادی مدظلہ العالی مفتی دار العلوم دیوبند نے اپنی کتاب ''تذکرۃ المصنفین'' میں ان کو ساتویں صدی ہجری کے علماء میں سے بتایا ہے؛ لیکن یہ بات قرینِ قیاس معلوم نہیں ہوتی؛ اس لیے کہ سراجی کی ایک شرح ابو الحسن حیدرۃ بن عمر الصغانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی ہے، ان کی وفات ۳۵۸ھ میں ہوئی ہے، (کشف الظنون: ۲/۱۲۴۷) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سراجی کے مصنفؒ ۳۵۸ھ سے پہلے کے ہیں۔ واللہ اعلم

نوٹ: مذکورہ بالا باتیں کشف الظنون، الاعلام، تذکرۃ المصنفین، ظفر المحصلین اورمنية الراجي شرح سراجی سے لی گئی ہیں۔

حساب سیکھیں!

حسابی اصطلاحات

حساب چار ہیں: جمع (جوڑ) یعنی چند عددوں کو اکٹھا کرنا — نفی (گھٹانا) یعنی بڑے عدد میں سے چھوٹے عدد کو کم کرنا — ضرب (بڑھانا) یعنی کسی عدد کو دو چند کرنا — تقسیم (بانٹنا) یعنی کسی عدد کا دوسرے عدد پر بٹوارا کرنا۔

حسابی علامات یہ ہیں: جمع کا نشان + نفی کا نشان - ضرب کا نشان × تقسیم کا نشان ÷ حاصل کا نشان =

عدد صحیح: پورا عدد۔ جیسے ایک، دو، تین آخر تک۔ ان کو لکھنے کے لیے یہ ہندسے مقرر ہیں: ۱، ۲، ۳ آخر تک۔

کسور (بٹا): ایک سے کم کو عربی میں ''کسر'' اور ہندی میں ''بٹا'' کہتے ہیں۔ جیسے: پاؤ، آدھا، پون، سوا، ڈیڑھ، پونے دو، ڈھائی وغیرہ اور ان کو اس طرح لکھتے ہیں: $\frac{1}{4}$، $\frac{2}{4}$، $\frac{3}{4}$، $1\frac{1}{4}$، $1\frac{2}{4}$، $1\frac{3}{4}$، $2\frac{2}{4}$، اور ان کو اس طرح پڑھتے ہیں: ایک بٹا چار، دو بٹا چار، تین بٹا چار، ایک صحیح ایک بٹا چار، ایک صحیح دو بٹا چار، ایک صحیح تین بٹا چار، دو صحیح دو بٹا چار[1]۔

کلکولیٹر میں ایک پاؤ: پوئنٹ ۲۵، آدھا: پوئنٹ ۵۰، پون: پوئنٹ ۷۵، سوا: ایک اور پوئنٹ ۲۵، ڈیڑھ: ایک اور پوئنٹ ۵۰، پونے دو: ایک اور پوئنٹ ۷۵ ہوتا ہے (پوئنٹ: کلکولیٹر میں نیچے زیرو کی دائیں جانب ایک چھوٹے سے نقطہ والا بٹن ہے)۔

اعداد کی ترتیب: اعداد دائیں جانب سے شروع ہوتے ہیں: سب سے پہلے اکائی، پھر دہائی، پھر سیکڑہ، پھر ہزار، پھر دس ہزار، پھر لاکھ، پھر دس لاکھ، پھر کروڑ، پھر دس کروڑ، پھر ارب، پھر دس ارب، پھر کھرب، پھر دس کھرب، پھر نیل، پھر دس نیل، پھر پدم، پھر دس پدم، پھر سنکھ پھر دس سنکھ یا مہاسنکھ ہوتے ہیں۔

---

[1] بٹا: اردو میں عدد صحیح کے بعد یعنی اس کی بائیں جانب لکھا جاتا ہے۔ اور ہندی و انگریزی میں عدد صحیح بائیں جانب اور بٹا دائنی طرف لکھا جاتا ہے۔

صفر کا مطلب: صفر اگر عدد کی دائیں جانب ہو تو وہ اکائی اور عدد دہائی ہے اور بائیں جانب ہو اور اس کے بعد بائیں جانب کوئی عدد نہ ہو تو وہ کچھ بھی نہیں۔

ضرب کے پہاڑے

(یہ پہاڑے اتنے رٹ لیں کہ بے ترتیب بھی جواب دے سکیں)

۵ × ۱ = ۵	۴ × ۱ = ۴	۳ × ۱ = ۳	۲ × ۱ = ۲	۱ × ۱ = ۱
۵ × ۲ = ۱۰	۴ × ۲ = ۸	۳ × ۲ = ۶	۲ × ۲ = ۴	۲ × ۱ = ۲
۵ × ۳ = ۱۵	۴ × ۳ = ۱۲	۳ × ۳ = ۹	۲ × ۳ = ۶	۳ × ۱ = ۳
۵ × ۴ = ۲۰	۴ × ۴ = ۱۶	۳ × ۴ = ۱۲	۲ × ۴ = ۸	۴ × ۱ = ۴
۵ × ۵ = ۲۵	۴ × ۵ = ۲۰	۳ × ۵ = ۱۵	۲ × ۵ = ۱۰	۵ × ۱ = ۵
۵ × ۶ = ۳۰	۴ × ۶ = ۲۴	۳ × ۶ = ۱۸	۲ × ۶ = ۱۲	۶ × ۱ = ۶
۵ × ۷ = ۳۵	۴ × ۷ = ۲۸	۳ × ۷ = ۲۱	۲ × ۷ = ۱۴	۷ × ۱ = ۷
۵ × ۸ = ۴۰	۴ × ۸ = ۳۲	۳ × ۸ = ۲۴	۲ × ۸ = ۱۶	۸ × ۱ = ۸
۵ × ۹ = ۴۵	۴ × ۹ = ۳۶	۳ × ۹ = ۲۷	۲ × ۹ = ۱۸	۹ × ۱ = ۹
۵ × ۱۰ = ۵۰	۴ × ۱۰ = ۴۰	۳ × ۱۰ = ۳۰	۲ × ۱۰ = ۲۰	۱۰ × ۱ = ۱۰

....

۱۰ × ۱ = ۱۰	۹ × ۱ = ۹	۸ × ۱ = ۸	۷ × ۱ = ۷	۶ × ۱ = ۶
۱۰ × ۲ = ۲۰	۹ × ۲ = ۱۸	۸ × ۲ = ۱۶	۷ × ۲ = ۱۴	۶ × ۲ = ۱۲
۱۰ × ۳ = ۳۰	۹ × ۳ = ۲۷	۸ × ۳ = ۲۴	۷ × ۳ = ۲۱	۶ × ۳ = ۱۸
۱۰ × ۴ = ۴۰	۹ × ۴ = ۳۶	۸ × ۴ = ۳۲	۷ × ۴ = ۲۸	۶ × ۴ = ۲۴
۱۰ × ۵ = ۵۰	۹ × ۵ = ۴۵	۸ × ۵ = ۴۰	۷ × ۵ = ۳۵	۶ × ۵ = ۳۰
۱۰ × ۶ = ۶۰	۹ × ۶ = ۵۴	۸ × ۶ = ۴۸	۷ × ۶ = ۴۲	۶ × ۶ = ۳۶
۱۰ × ۷ = ۷۰	۹ × ۷ = ۶۳	۸ × ۷ = ۵۶	۷ × ۷ = ۴۹	۶ × ۷ = ۴۲
۱۰ × ۸ = ۸۰	۹ × ۸ = ۷۲	۸ × ۸ = ۶۴	۷ × ۸ = ۵۶	۶ × ۸ = ۴۸
۱۰ × ۹ = ۹۰	۹ × ۹ = ۸۱	۸ × ۹ = ۷۲	۷ × ۹ = ۶۳	۶ × ۹ = ۵۴
۱۰ × ۱۰ = ۱۰۰	۹ × ۱۰ = ۹۰	۸ × ۱۰ = ۸۰	۷ × ۱۰ = ۷۰	۶ × ۱۰ = ۶۰

تلفظ: اِکَنْ (اکائی) دُونی، تیا، چوکے، پنجے، چھکے، ستے، اٹھے، نویں، (نم) دہم

(دا ہے) مثلاً: اس طرح پڑھیں: چار اکن (اکائی) چار، چار دونی آٹھ، چار تیا بارہ، چار چوکے سولہ، چار پنجے بیس، چار چھکّے چوبیس، چار ستّے اٹھائیس، چار اٹھے بتیس، چار نم چھتیس، چار دہم (دا ہے) چالیس۔

جمع (جوڑ) کا طریقہ

جن اعداد کو جن اعداد میں جوڑنا ہے ان کو اوپر نیچے لکھیں اور نیچے لکیر کھینچ دیں، اس طرح: ۴۴۵ / ۴۲۹ خیال رکھیں کہ اکائی کے نیچے اکائی، دہائی کے نیچے دہائی اور سیکڑہ کے نیچے سیکڑہ آئے۔ اعداد اِدھر اُدھر ہٹ جائیں گے تو حساب میں غلطی ہوسکتی ہے۔ پھر دائیں جانب سے جوڑ کا عمل شروع کریں۔ ۵ اور ۹ کو ملائیں ۱۴ ہوں گے۔ ان میں سے اکائی ۴ کو دائیں طرف اکائی کی لائن کے نیچے لکھیں اور ایک کو محفوظ رکھیں۔ پھر ۴ اور ۲ کو ملائیں: ۶ ہوئے۔ ان میں پہلے والا ایک شامل کریں۔ سات ہوئے؛ چوں کہ ۷ صرف اکائی ہے؛ اس لیے اس کو دہائی کی لائن کے نیچے لکھ دیں۔ پھر ۴ اور ۴ کو ملائیں۔ آٹھ ہوئے ان کو سیکڑہ کی لائن کے نیچے لکھ دیں۔ جوڑ مکمل ہوگیا۔ اب جوڑ کی صورت یہ بنی۔ ۴۴۵ / ۴۲۹ / ۸۷۴

جوڑ کی صحت جانچنے کا طریقہ: ایک: تو یہ ہے کہ دوبارہ جوڑ کر دیکھ لو۔ غلطی ہوئی ہوگی تو پتہ چل جائے گا۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ لکیر سے اوپر والے اعداد کو کسی بھی طرف سے جوڑنا شروع کرو اور ان میں سے ۹ کو حذف کرتے جاؤ۔ آخر میں صفر یا جو بھی عدد بچے اسے ایک طرف لکھ لو۔ پھر لکیر سے نیچے کے اعداد کو اسی طرح جوڑو اور نو کو حذف کرتے رہو۔ اگر آخر میں وہی بچے جو اوپر بچا ہے تو جوڑ صحیح ہے، ورنہ غلط ہے۔ لہٰذا دوبارہ جوڑو۔ جیسے مذکورہ مثال میں ۵ اور ۴ کو جوڑا تو ۹ ہوئے۔ اس کو چھوڑ دیا، پھر ۴ اور ۲ کو جوڑا تو ۶ ہوئے (۹ کو چھوڑ دیا کیوں کہ اس کا جوڑنا لاحاصل ہے) پھر ۶ میں ۴ کو جوڑا تو ۱۰ ہوئے۔ ان میں سے ۹ چھوڑے تو ایک بچا اسی کو محفوظ کرلیا۔ پھر لکیر سے نیچے کے اعداد کو جوڑو: ۴ اور ۷ = ۱۱ نو چھوڑے: ۲ بچے۔ دو اور ۸ = ۱۰ نو چھوڑے ایک بچا۔ معلوم ہوا کہ مذکورہ جوڑ صحیح ہے۔

کلکیولیٹر سے جمع کا طریقہ: جن اعداد کو جوڑنا ہے ان میں سے اوپر والے اعداد

کے بٹن دبائیں؛ مگر بائیں طرف سے اعداد کے بٹن دبانے شروع کریں۔ جیسے مذکورہ بالا مثال میں ۴ پھر ۴ پھر ۵ کے بٹن دبائیں۔ مقام نمود (Display) میں ۴۴۵ آئے گا۔ پھر جمع کا بٹن + دبائیں۔ پھر دوسرے اعداد کے بٹن ۴ پھر ۲ پھر ۹ دبائیں، تو پہلے اعداد غائب ہوکر مقامِ نمود میں یہ اعداد آجائیں گے پھر حاصل کا بٹن = دبائیں تو دونوں عددوں کا جوڑ سامنے آجائے گا؛ البتہ موبائل میں سارے اعداد اسکرین پر ہوتے ہیں۔ اور متعدد اعداد جمع کرنے ہوں تو ہر عدد کے بعد جمع کا بٹن دبا کر اگلے اعداد کے بٹن دبائیں اور آخر میں حاصل کا بٹن دبائیں تو سب کا جوڑ سامنے آجائے گا۔

تمرین:		۵۱۸	۲۳۴۰	۲۲۲۲	۱۵۱۵۳
	۱۲۲۷	۹۳۰	۷۲۴۰	۳۳۳۳	۱۶۱۶۷
	۲۳۳۰	۲۱۲	۹۳۰۰	۴۴۴۴	۱۸۱۸۲

جوابات بے ترتیب: ۱۶۶۰، ۱۸۸۸۰، ۳۵۶۷، ۴۹۵۰۲، ۹۹۹۹

نفی (گھٹانے) کا طریقہ

جس بڑے عدد میں گھٹانا ہے، اس کو اوپر لکھیں اور جس چھوٹے عدد کو گھٹانا ہے اس کو نیچے لکھیں۔ پھر نیچے لکیر کھینچ دیں جیسے: ۵۹۱ / ۲۰۱ اور خیال رکھیں کہ اکائی کے نیچے اکائی، دہائی کے نیچے دہائی اور سیکڑہ کے نیچے سیکڑہ آئے۔ پھر دائیں طرف سے عمل شروع کریں۔ ایک میں سے ایک گیا تو کچھ نہیں بچا۔ لہٰذا نیچے صفر لکھ دیں اور ۹ کے نیچے کچھ نہیں، لہٰذا ۹ کو نیچے اتار لیں اور ۵ میں سے ۲ گئے تو ۳ بچے وہ نیچے سیکڑہ کی جگہ لکھ لیں۔ عمل مکمل ہوگیا۔ حاصل ۳۹۰ آیا؛ اب عمل کی شکل یہ بنی:

$$\begin{array}{r} ۵۹۱ \\ -۲۰۱ \\ \hline ۳۹۰ \end{array}$$

اور چوں کہ جوڑ میں بھی اسی طرح اعداد لکھے جاتے ہیں؛ اس لیے دوسری سطر کے اعداد کی بائیں جانب نفی کا نشان - بنادیں؛ تاکہ جوڑ سے اشتباہ نہ ہو۔

نفی کی صحت جانچنے کا طریقہ: یہ ہے کہ نیچے کی دونوں سطروں کے اعداد کو جوڑ لیں۔ اگر پہلی سطر والے اعداد حاصل ہوں تو حساب صحیح ہے، ورنہ بھول ہے۔ دوبارہ حساب کریں۔ جیسے مذکورہ مثال میں اکائی کی جگہ پہلی سطر میں ایک ہے اور اوپر بھی ایک ہے۔ اور

دہائی کی جگہ دوسری سطر میں ۹ ہے اور اوپر بھی نو ہے۔ اور سیکڑہ کی جگہ ۲ اور ۳ ہیں جن کا مجموعہ ۵ ہے اور اوپر بھی پانچ ہیں۔ پس حساب صحیح ہے۔

کلکیولیٹر سے نفی کا طریقہ: پہلے بڑے اعداد کے بٹن دبائیں، پھر نفی کا یہ بٹن - دبائیں پھر چھوٹے اعداد کے بٹن دبائیں، پھر حاصل کا بٹن = دبائیں تو نتیجہ نمودار ہوگا۔ جیسے مذکورہ بالا مثال میں: ۵ پھر ۹ پھر ایک کے بٹن دبائے۔ پھر نفی کا بٹن - دبایا۔ پھر ۲ پھر صفر پھر ایک کے بٹن دبائے، پھر حاصل = کا تو ۳۹۰ نمودار ہوں گے۔

نوٹ: چھوٹے اعداد میں سے بڑے اعداد نہیں گھٹ سکتے۔ جیسے ۵۲۷ میں سے ۹۲۸ نہیں گھٹ سکتے۔

فائدہ: اگر اوپر کسی جگہ چھوٹا عدد ہو اور نیچے بڑا، تو بائیں جانب سے ایک دہائی ہدیہ لے لیں۔ جیسے: ۴۴۵ − ۴۲۹ = ۱۶ ۵ میں سے ۹ نہیں گھٹ سکتے؛ اس لیے بائیں طرف کے عدد ۴ میں سے ایک لیا اور اس کو ۵ کی بائیں جانب رکھا تو ۱۵ ہوئے۔ اس میں سے ۹ گئے تو ۶ بچے۔ ان کو نیچے لکھ لیا۔ اب ۴ کی جگہ ۳ باقی رہے۔ ان میں سے ۲ کو گھٹایا تو ایک بچا۔ اسے نیچے لکھ لیا۔ اور ۴ میں سے ۴ گئے تو کچھ نہیں بچا؛ اس لیے اس کے نیچے جگہ خالی چھوڑ دی۔

تمرین: نیچے کے عدد کو اوپر کے عدد میں سے گھٹائیں

۷۸۲۰ − ۵۱۳۰، ۷۸۶۰ − ۳۲۳۵، ۲۷ − ۱۷

۲۹۲ − ۱۲، ۷۱۲۵ − ۱۲۱، ۷۳۳۵ − ۱۲۰۳

جوابات بے ترتیب: ۶۱۳۲، ۱۰، ۲۶۹۰، ۲۸۰، ۷۰۰۴، ۴۶۲۵

ضرب کا طریقہ

جن اعداد میں ضرب دینا ہو، ان کو اوپر لکھیں اور جس عدد سے ضرب دینا ہو اس کو نیچے لکھیں۔ اور اس کی بائیں جانب ضرب کا نشان × بنادیں (تاکہ جوڑ سے اشتباہ ختم ہو جائے) اور نیچے لکیر کھینچ دیں جیسے: ۴۵۵ × ۵ پھر ۵ اور اوپر کے اعداد میں پہاڑہ چلائیں جیسے: پانچ پنجے ۱۲۵ اس میں سے اکائی ۵ کو لکیر کے نیچے اکائی کے نیچے لکھ دیں اور ۲ کو محفوظ کرلیں۔ پھر پانچ پنجے ۲۵ اور محفوظ ۲ کو شامل کیا تو ۱۲۷ اس میں سے بھی اکائی ۷ کو ۵ کی بائیں

جانب لکھیں اور ۲ کو محفوظ کرلیں۔ پھر پانچ چو کے ۲۰ اور محفوظ ۲ کو شامل کیا تو ۲۲ اب چوں کہ آگے کوئی عدد نہیں؛ اس لیے پورے ۲۲ کو ے کی بائیں طرف لکھ دیں۔ عمل مکمل ہو گیا۔ حاصل ضرب ۲۲۷۵ آیا۔ اب عمل کی یہ شکل بنی:

```
 ۴۵۵
 ×۵
۲۲۷۵
```

اور اگر چند عددوں سے ضرب دینا ہو تو ان کو بھی ایسے ہی لکھیں پھر پہلے عدد میں مذکورہ بالا طریقہ پر پہاڑہ چلائیں۔ پھر دوسرے عدد میں؛ مگر چوں کہ یہ دہائی ہے؛ اس لیے نیچے اکائی کی جگہ چھوڑ کر دہائی کی جگہ سے لکھنا شروع کریں۔ اور اکائی کے نیچے کانٹی × بنادیں؛ تاکہ بھول نہ ہو (اور تین اعداد ہوں تو تیسرے عدد کا عمل سیکڑہ کی لائن کے نیچے سے لکھنا شروع کریں اور اکائی اور دہائی کے نیچے دو کانٹیاں بنادیں) پھر لکیر کھینچ کر عددوں کو جمع کریں تو حاصلِ ضرب سامنے آئے گا۔ جیسے:

```
  ۲۲۲۵
  ×۵۵
 ۱۱۱۲۵
۱۱۱۲۵×
۱۲۲۳۷۵
```

کلکیولیٹر سے ضرب کا طریقہ: پہلے ان اعداد کے بٹن دبائیں جن میں ضرب دینا ہے۔ پھر ضرب کا نشان × دبائیں۔ پھر ان اعداد کے بٹن دبائیں جن سے ضرب دینا ہے۔ پھر حاصل کا بٹن = دبائیں۔ حاصل ضرب سامنے آجائے گا۔ مثلاً مذکورہ بالا مثال میں: ۴ پھر ۵ پھر ۵ کے بٹن دبائیں۔ پھر ضرب کا بٹن دبائیں، پھر ۵ کا بٹن دبائیں۔ پھر حاصل کا بٹن = دبائیں تو ۲۲۷۵ نمودار ہوگا۔ دوسری مثال میں پہلے ۲۲۲۵ کے بٹن دبائیں۔ پھر ضرب کا پھر ۵۵ کے، پھر حاصل کا تو ۱۲۲۳۷۵ نمودار ہوں گے۔

تمرین: ۷۵۰ کو ۵۰ میں ضرب دیں۔ اسی طرح ۹۴۰×۲۷، ۲۲۷۵×۱۲۹، ۲۲۱×۲۸، ۲۴۴×۲۴۔

جوابات بے ترتیب: ۱۹۵۳۶، ۳۷۵۰۰، ۲۵۳۸۰، ۲۹۳۴۷۵، ۶۱۸۸،

نوٹ: پہلے دیے گئے پہاڑے ضرب کے ہیں۔ ان کو جس قدر رٹ کر مضبوط کرلیا جائے گا، حساب آسان ہوگا۔

تقسیم کا طریقہ

پہلے ان اعداد کو لکھیں جن کو تقسیم کرنا ہے۔ پھر ان کی دونوں جانب ''کان نما'' لکیریں کھینچیں۔ اور چاہیں تو ان کو اوپر سے جوڑ دیں۔ پھر بائیں کان میں وہ عدد یا اعداد لکھیں جن سے تقسیم کرنا ہے۔ اس طرح ۵(۴۲۵(پھر عمل شروع کریں۔ اور دائیں کان میں حاصل قسمت لکھتے جائیں (بعض لوگ لکیر کے اوپر حاصل قسمت لکھتے ہیں) پھر پہاڑہ چلائیں: پانچ کا پہاڑہ فقط ۴ پر نہیں چلے گا؛ اس لیے اس کے ساتھ ۲ کو ملائیں ۴۲ ہوئے۔ اب پہاڑہ چلے گا: پانچ اٹھے ۴۰ آگے گنجائش نہیں؛ لہٰذا ۴۰ کو ۴۲ کے نیچے لکھ دیں اور حاصل ضرب ۸ کو دائیں کان میں لکھ دیں۔ پھر لکیر کھینچ کر ۴۲ میں سے ۴۰ کو گھٹائیں ۲ کے نیچے چوں کہ صفر ہے؛ اس لیے اس کو نیچے اتار لیں اور چار میں سے چار جائیں گے تو کچھ نہیں بچے گا۔ پھر اوپر سے ۵ کو ۲ کی دائیں جانب اتار لیں ۲۵ ہو گئے؛ اب پھر پہاڑہ چلائیں: پانچ پنچے ۲۵ ہوئے ۲۵ کو ۲۵ کے نیچے لکھ دیں۔ اور حاصل ضرب ۵ کو دائیں کان میں ۸ کے پاس دائیں طرف لکھ دیں۔ پھر ۲۵ میں سے ۲۵ کو گھٹائیں تو کچھ نہیں بچے گا۔ عمل مکمل ہو گیا۔ حاصلِ قسمت ۸۵ آیا یعنی اگر آپ ۴۲۵ چیزیں پانچ آدمیوں میں مساوی تقسیم کریں تو ہر ایک کو ۸۵ ملیں گی۔

اور اگر نیچے کوئی ایسا عدد بچ جائے جو تقسیم نہ ہو سکے۔ مثلاً مذکورہ مثال میں اگر ۴۲۶ ہوں تو آخر میں ایک بچ جائے گا۔ اس کو ۱۰۰ سے ضرب دے کر پیسے نکالیں (عدد کی دائیں جانب دو صفر بڑھانے سے پیسے بن جاتے ہیں) پھر حاصل ضرب پر دو کان بنا کر وہاں ۵ لکھیں اور ان پیسوں کو تقسیم کریں اور دائیں کان میں حاصل ضرب لکھتے جائیں۔ جیسے:

۵(۴۲۶(۸۵
۴۰
۲۶
۲۵
۵(۱۰۰(۲۰
۱۰
۰

وضاحت: ایک بچا تھا تو اس کی دائیں جانب دو صفر لگائے تو ۱۰۰ پیسے ہو گئے۔ ان کو ۵ سے تقسیم کیا تو ۱۰ میں دو مرتبہ پہاڑہ چلا۔ پس ۲ کو دائیں کان میں لکھ لیا اور ۱۰ کو ۱۰ کے نیچے لکھا۔ اور گھٹایا تو کچھ نہیں بچا۔ اب اوپر صرف صفر رہ گیا۔ اس کو نیچے اتارا؛ چوں کہ پہاڑہ نہیں چلے گا؛ اس لیے اس کو دائیں کان میں ۲ کی دائیں جانب لکھ لیا تو حاصلِ قسمت ۲۰ پیسے آیا۔ اب دونوں تقسیموں کے حاصل کو اس طرح لکھیں ۸۵،۲۰ یعنی پچاسی روپے بیس پیسے۔

کلکیولیٹر سے تقسیم کا طریقہ: پہلے ان اعداد کے بٹن دبائیں جن کو تقسیم کرنا ہے۔ مثلاً ۴ پھر ۲ پھر ۶ کے بٹن دبائیں۔ پھر تقسیم کا نشان ÷ دبائیں۔ پھر اس عدد یا اعداد کے بٹن دبائیں جن سے تقسیم کرنا ہے، مثلاً ۵ کا بٹن دبائیں، پھر حاصل کا بٹن = دبائیں تو حاصلِ قسمت ۸۵ سامنے آئے گا۔ اور ۴۲۶ کو ۵ سے تقسیم کریں گے تو حاصل قسمت ۸۵.۲ آئے گا۔ پوئنٹ ۲ کا مطلب ہے: ۲۰ پیسے۔

تمرین: ۸۴۰ ÷ ۷   ۹۴۰ ÷ ۵۰   ۳۰ ÷ ۷۲۵   ۴۴۰ ÷ ۴۴

جوابات بے ترتیب: ۱۲۰   ۱۰   ۱۸.۸   ۲۹.۲

کسور یعنی بٹوں کے جوڑ، نفی، ضرب اور تقسیم کا طریقہ

بٹوں کو باہم جوڑنے کا، بٹوں سے بٹوں کی نفی کرنے کا، بٹوں کو بٹوں میں ضرب دینے کا اور بٹوں پر بٹوں کو تقسیم کرنے کا طریقہ ذرا پیچیدہ ہے۔ سراجی میں اس کی کوئی خاص ضرورت پیش نہیں آتی، اور جہاں ضرورت پیش آتی ہے، وہاں ''وضاحت'' میں حساب سمجھا دیا گیا ہے۔ اور اب کلکیولیٹر کے دور میں تو بٹوں کی مطلق ضرورت نہیں رہی۔ جیسے تسبیح کا رواج چل پڑا تو لوگ ''عقدِ انامل'' بھول گئے؛ اس لیے بٹوں کا حساب اس کتاب میں نہیں دیا گیا۔ خواہش مند حضرات حساب کی کتابوں کی طرف رجوع کریں۔ یا حضرت مفتی محمد یوسف تاؤلوی زید مجدہ کی تقریر ''درسِ سراجی'' دیکھیں۔ اس میں تفصیل سے یہ حساب دیا گیا ہے۔

کلکیولیٹر سے آپ پاؤ، آدھے اور پون کو جوڑنا چاہیں تو پوئنٹ ۲۵ دبائیں پھر جمع کی علامت + دبائیں۔ پھر پوئنٹ ۵۰ دبائیں، پھر جمع کی علامت دبائیں، پھر پوئنٹ ۷۵ دبائیں۔ پھر حاصل کی علامت = دبائیں تو تینوں کا جوڑ ۱.۵۰ سامنے آئے گا یعنی تینوں کا مجموعہ ڈیڑھ ہوا۔ اسی طرح سوا، ڈیڑھ اور پونے دو کو جوڑنا چاہیں تو ۱.۲۵ دبائیں پھر جمع کا بٹن دبائیں پھر ۱.۵۰ دبائیں، پھر جمع کا بٹن دبائیں، پھر ۱.۷۵ دبائیں پھر حاصل کا بٹن دبائیں تو تینوں کا جوڑ ۴.۵۰ سامنے آئے گا یعنی تینوں کا مجموعہ ساڑھے چار ہوا۔

اور اگر ۴ $\frac{1}{2}$ میں سے ۱ $\frac{1}{2}$ گھٹانا چاہیں تو ۴.۵۰ دبائیں، پھر نفی کا بٹن دبائیں، پھر ۱.۵۰ دبائیں۔ پھر حاصل کا بٹن دبائیں تو نتیجہ ۳ آجائے گا یعنی ساڑھے چار میں سے ڈیڑھ گیا تو تین باقی بچا۔

اسی طرح ضرب کے لیے عمل کریں۔ اگر ۴ $\frac{1}{2}$ کو ۱ $\frac{1}{2}$ میں ضرب دینا چاہیں تو ۴.۵۰ کے بعد ضرب کا بٹن × دبائیں، پھر ۱.۵۰ دبائیں، پھر حاصل کا بٹن دبائیں تو ۶.۷۵ سامنے آئے گا یعنی دونوں کا مجموعہ ۶ $\frac{3}{4}$ (پونے سات) ہوا۔

اسی طرح ۴ $\frac{1}{2}$ کو ۱ $\frac{1}{2}$ پر تقسیم کرنا چاہیں تو ۴.۵۰ دبائیں، پھر تقسیم کا بٹن ÷ دبائیں، پھر ۱.۵۰ دبائیں پھر حاصل کا بٹن دبائیں تو ۳ حاصل قسمت نظر آئے گا یعنی ساڑھے چار کو ڈیڑھ پر تقسیم کیا تو حاصل قسمت تین آیا۔

نوٹ: اور یہ بات یاد رکھیں کہ پاؤں ($\frac{1}{4}$) کلکیولیٹر میں پوئنٹ ۲۵ ہوتا ہے۔ اور آدھا: پوئنٹ ۵۰، اور پون: پوئنٹ ۷۵۔ اور ان کو فیصد بھی کہتے ہیں: پاؤ یعنی ۲۵ فیصد، آدھا یعنی پچاس فی صد، پون یعنی پچھتر فی صد۔ اور فی صد کی علامت % ہے۔

یہ آیات سمجھ کر حفظ کریں!

میراث کے اکثر احکام قرآن کریم میں مذکور ہیں اور اس سلسلہ میں بنیادی آیتیں تین ہیں۔ طلبہ کو چاہیے کہ یہ آیات ترجمہ کی مدد سے سمجھ کر حفظ کرلیں، ان شاء اللہ اس سے فن میں بہت مدد ملے گی۔

پہلی آیت: يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا. (سورہ نساء آیت:۱۱)

ترجمہ: اللہ تمہیں تمہاری اولاد کے حق میں تاکیدی حکم دیتے ہیں کہ ایک مرد (لڑکے) کا حصہ دو عورتوں (لڑکیوں) کے برابر ہے، پھر اگر دو سے زیادہ صرف عورتیں (بیٹیاں) ہوں تو ان کے لیے ترکہ کا دو تہائی حصہ ہے، اور اگر ایک (بیٹی) ہو تو اس کے لیے آدھا ہے۔ اور میت کے والدین میں سے ہر ایک کے لیے ترکہ کا چھٹا حصہ ہے اگر میت کی اولاد ہے، اور اگر اس کی کوئی اولاد نہیں اور والدین اس کے وارث ہیں تو اس کی ماں کے لیے ایک تہائی ہے (اور باقی دو تہائی باپ کو ملے گا) پھر اگر میت کے کئی بھائی ہیں تو اس کی ماں کے لیے چھٹا حصہ ہے، اس وصیت کے بعد جو وہ کر کے مر گیا، یا ادائے قرض کے بعد، تمہیں معلوم نہیں کہ فائدہ پہنچانے میں تمہارے باپ اور تمہارے بیٹوں میں سے کون تم سے زیادہ قریب ہے، یہ حصہ اللہ کا متعین کردہ ہے، یقیناً اللہ خوب جاننے والے، بڑی گہری سوجھ بوجھ والے ہیں۔

دوسری آیت

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوصِينَ بِهَآ أَوْ دَيْنٍ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَآ أَوْ دَيْنٍ وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّورَثُ كَلٰلَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَّلَهٗ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوصٰى بِهَآ أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَآرٍّ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ. (سورہ نساء آیت ۱۲)

ترجمہ: اور تمہارے لیے تمہاری بیویوں کے ترکہ کا آدھا ہے اگر ان کی کوئی اولاد نہ ہو، اور اگر ان کی کوئی اولاد ہو تو تمہارے لیے چوتھائی ہے اس مال میں سے جو وہ چھوڑ گئیں، اس وصیت کے بعد جو وہ کر کے مر گئیں یا (ادائے) قرض کے بعد۔ اور ان (بیویوں) کے لیے تمہارے ترکہ کا چوتھائی حصہ ہے اگر تمہاری کوئی اولاد نہ ہو، اور اگر تمہاری کوئی اولاد ہے تو ان کے لیے تمہارے ترکہ کا آٹھواں حصہ ہے، اس وصیت کے بعد جو تم کر کے مر جاؤ یا (ادائے) قرض کے بعد۔ اور اگر وہ مرد جس کی میراث (بٹ رہی) ہے باپ (دادا) اور بیٹا (پوتا) کچھ نہیں رکھتا یا ایسی کوئی عورت ہے، اور اس کا (ماں شریک) بھائی یا بہن ہے تو ان میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ ہے، اور اگر (ماں شریک بھائی بہن) زیادہ ہوں تو سب ایک تہائی میں (برابر کے) شریک ہیں، اس وصیت کے بعد جو کی جاتی ہے، یا قرض کے بعد جب[1] کہ وہ اوروں کا نقصان کرنے والا نہ ہو۔ یہ اللہ کا تاکیدی حکم ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والے اور بڑے برداشت کرنے والے ہیں۔

---

[1] وارثوں سے چوں کہ اندیشہ تھا کہ ترکۂ میت میں سے میت کا قرض اور وصیت ادا نہ کریں؛ بلکہ تمام مال آپ ہی رکھ لیں؛ اس لیے میراث کے ساتھ دونوں کی بار بار تاکید کی گئی ہے۔

تیسری آیت

یَسۡتَفۡتُوۡنَکَ قُلِ اللّٰہُ یُفۡتِیۡکُمۡ فِی الۡکَلٰلَۃِ، اِنِ امۡرُؤٌ ہَلَکَ لَیۡسَ لَہٗ وَلَدٌ، وَلَہٗۤ اُخۡتٌ فَلَہَا نِصۡفُ مَا تَرَکَ، وَہُوَ یَرِثُہَاۤ اِنۡ لَّمۡ یَکُنۡ لَّہَا وَلَدٌ، فَاِنۡ کَانَتَا اثۡنَتَیۡنِ فَلَہُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَکَ، وَاِنۡ کَانُوۡۤا اِخۡوَۃً رِّجَالًا وَّنِسَآءً، فَلِلذَّکَرِ مِثۡلُ حَظِّ الۡاُنۡثَیَیۡنِ، یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمۡ اَنۡ تَضِلُّوۡا، وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ.

(سورہ نساء آیت:۱۷۶)۔

ترجمہ: آپ سے (صحابہ) مسئلہ پوچھتے ہیں، تو آپ کہہ دیجیے کہ اللہ تم کو کلالہ[1] کے بارے میں مسئلہ بتاتے ہیں، اگر کوئی آدمی مرگیا، جس کی اولاد نہیں ہے اور اس کی ایک بہن ہے تو اس (بہن) کو ترکہ کا آدھا ملے گا، اور وہ (بھائی) وارث ہے اس بہن کا اگر اس کی اولاد نہ ہو[2] پھر اگر وہ دو بہنیں ہوں تو ان کے لیے ترکہ کا دو تہائی حصہ ہے، اور اگر وہ سب بھائی بہن، یعنی مرد اور عورتیں ہوں تو ایک مرد کے لیے دو عورتوں کے حصے کے برابر ہے[3] اللہ تمہارے (فائدے کے) لیے واضح فرماتے ہیں؛ تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں۔

●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●

[1] کَلالہ کے لغوی معنی ہیں کمزور اور ضعیف، اور اصطلاح میں کلالہ سے وہ شخص مراد ہے جس کا نہ باپ (دادا) زندہ ہو۔ اور نہ کوئی اولاد، اصلی وارث باپ دادا اور بیٹا پوتا ہے، ان کے نہ ہونے کی صورت میں بھائی بہن: بیٹا بیٹی کے حکم میں ہو جاتے ہیں۔

[2] اگر اس کے برعکس ہو یعنی کوئی عورت لاولد مرگئی اور اس نے صرف بھائی چھوڑا تو وہ عصبہ بنفسہ ہونے کی حیثیت سے وارث ہوگا۔

[3] یعنی چند بھائی اور چند بہنیں چھوڑیں تو بھائی کو دوہرا اور بہن کو اکہرا حصہ ملے گا، تفصیلات آگے کتاب میں آئیں گی۔

کتاب کا آغاز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ حَمْدَ الشَّاكِرِيْنَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى خَيْرِ الْبَرِيَّةِ مُحَمَّدٍ وَّآلِهِ الطَّيِّبِيْنَ وَالطَّاهِرِيْنَ.

ترجمہ: تمام تعریفیں جہانوں کے پروردگار اللہ کے لیے ہیں (میں) احسان ماننے والوں کی تعریف کی طرح (تعریف کرتا ہوں) اور رحمتِ کاملہ اور سلامتی ہو بہترین خلائق حضرت محمد پر، اور آپ کی پاک باطن اور پاک ظاہر خانوادے پر۔

ترکیب وتشریح: حَمْدَ الشَّاكرين مرکبِ اضافی منصوب بنزع خافض ہے أي كحمدِ الشاكرين اور جار مجرور محذوف سے متعلق ہیں أي أَحْمَدُهُ كحمدِ الشاكرين مصنف علیہ الرحمہ کا مقصد یہ ہے کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کے بے پایاں احسانات ہیں؛ اس لیے میں احسان ماننے والے بندوں کی طرح دل سے متوجہ ہو کر اللہ کی تعریف کرتا ہوں ـــــ مُحَمَّدٍ: خيرِ البرية سے بدل ہے، یا اس کا عطفِ بیان ہے۔

لغت: بَرِيَّة بروزن فَعِيْلَة بمعنی مخلوق، جمع بَرَايَا.

علم فرائض اور اس کی اہمیت

علم فرائض: وہ علم ہے جس سے میت کا ترکہ اس کے شرعی ورثاء کے درمیان تقسیم کرنے کا طریقہ معلوم ہو: عِلْمٌ بِاُصُولٍ مِنْ فِقْهٍ وحسابٍ تُعْرَفُ حَقُّ كُلٍّ مِنَ التَّرِكَةِ.[1]

وجہ تسمیہ: فرائض: فريضة کی جمع ہے، فریضہ بندوں پر اللہ کی عائد کردہ پابندیاں۔ اس کے لغوی معنی ہیں متعین چیز؛ چوں کہ میراث میں مستحقین کے حصے متعین

[1] الدر المختار علی ہامش رد المحتار (۵/۵۳۴)، علم فرائض کی تعریف دوسرے الفاظ میں یہ بھی کی گئی ہے ۱- هو عِلْمٌ يُبْحَثُ فِيهِ عَنْ كَيْفِيَّةِ قسمةِ المَوَارِيْثِ بَيْنَ مُسْتَحِقِّيهَا. ۲- عِلْمٌ بِقواعدَ تُعْرَفُ بِهَا كيفيةُ صَرْفِ التَرِكَةِ إِلَى الْوَارِثِ بَعْدَ مَعْرِفَتِهِ. (حاشیہ شریفیہ ص:۳)

ہوتے ہیں؛ اس لیے ان حصوں کو "فرائض" کہا جاتا ہے، پھر رفتہ رفتہ علم میراث کو "فرائض" اور اس فن کے واقف کار کو "فَرْضِیُ، فَرَّاض[1] اور "فریض" کہا جانے لگا[1]۔

اس فن کا دوسرا نام: علم المواریث بھی ہے: وَرِثَ، یَرِثُ إِرْثًا و میراثًا کے معنی ہیں: نائب مالک اور خلیفہ ہونا، کسی چیز کا ایک سے دوسرے کے پاس منتقل ہونا۔

إِرْثًا مصدر میں واؤ کو ہمزہ سے بدل دیا گیا ہے، میراث اصل میں مِوْرَاثٌ تھا، اس میں واو ساکن ماقبل مکسور ہونے کی وجہ سے واو کو یا سے بدل دیا ہے۔ اس کی جمع مواریث ہے۔

علم المواریث: اصطلاح میں اس علم کو کہتے ہیں جس سے میت کی ملکیت اس کے زندہ ورثاء کی طرف منتقل کی جاتی ہے[2]۔

موضوع: علم فرائض کا موضوع ترکہ اور ورثاء ہیں۔ انھیں دونوں کے احوال سے اس فن میں بحث کی جاتی ہے۔

غرض وغایت: اس فن کی غرض وغایت مستحقین کو ان کے حقوق پہونچانا اور ترکہ کی تقسیم میں غلطی سے بچنا ہے۔

علم الفرائض کی فضیلت: علم الفرائض نہایت اہم اور بڑی فضیلتوں والا علم ہے، اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دیگر احکام: نماز، روزہ وغیرہ اجمالاً نازل فرمائے ہیں، اور ان کی تفصیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کردی ہے؛ لیکن وراثت کی تمام تفصیلات خود نازل فرمائیں[3]۔

علاوہ ازیں متعدد احادیث میں اس کے سیکھنے سکھانے کی ترغیب آئی ہے، انھیں میں سے وہ حدیث بھی ہے جو مصنفؒ نے ذکر فرمائی ہے کہ فرائض سیکھو اور لوگوں کو سکھلاؤ؛ کیوں کہ وہ آدھا علم ہے۔

اس حدیث میں فرائض کو نصف علم قرار دیا گیا ہے، محدثین نے اس کی مختلف

---

[1] الدر المختار علی ہامش رد المحتار: ۵/۵۳۴۔ [2] مصباح اللغات۔ [3] الرحیق المختوم للشائقؒ (ص:۳) المواریث للصابونی (ص:۳۴) الفتاوی الہندیہ (۶/۴۴۷)۔ [4] رد المحتار (۵/۵۳۴)۔

توجیہات کی ہیں، فقہاء نے جس توجیہ کو پسند کیا ہے اور علامہ شامیؒ نے جس کو اقرب الی الفہم قرار دیا ہے[1] وہ یہ ہے کہ انسان کی دو حالتیں ہیں: زندگی اور موت؛ دیگر تمام علوم کا تعلق انسان کی زندگی سے ہے اور علم فرائض کا تعلق موت سے ہے؛ اس لیے اس کو نصفِ علم کہا گیا ہے۔

دوسری توجیہ: یہ کی گئی ہے کہ مِلک کے دو سبب ہیں: اختیاری جیسے: خرید وفروخت، ہبہ، وصیت وغیرہ اور غیر اختیاری یعنی وراثت؛ چوں کہ علم فرائض غیر اختیاری سبب سے بحث کرتا ہے؛ اس لیے اس کو نصف علم کہا گیا ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص اپنا ترکہ نہ لے تو قاضی اس کو لینے پر مجبور کرے گا، پھر بھی نہ لے تو قاضی اس کا حق اس کے گھر رکھوادے گا۔ إِنَّ الْوَارِثَ إِنْ رَدَّ حَقَّهُ فَلِلْقَاضِيْ أَنْ يُجْبِرَ عليه بالقبول ويَطْرَحَ حقَّهُ في دارِه وحجرِه.[2]

تیسری توجیہ: یہ کی گئی ہے کہ نصف کے معنی احد القسمین کے ہیں، اگر چہ دونوں قسمیں برابر نہ ہوں، اور علم کی دو قسمیں ہیں: ایک: اسبابِ وراثت کا علم، دوم: تمام واجباتِ شرعیہ کا علم۔ اور چوں کہ اس علم کا تعلق پہلی قسم سے ہے؛ اس لیے اس کو نصف علم کہا گیا ہے۔[3]

اس کے علاوہ اور بھی متعدد توجیہات کی گئی ہیں اور سب کا حاصل اس علم کی اہمیت اور اس کے سیکھنے سکھانے کی ترغیب ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "تَعَلَّمُوْا الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوْهَا النَّاسَ؛ فَإِنَّهَا نِصْفُ الْعِلْمِ".

ترجمہ: فرائض سیکھو، اور لوگوں کو سکھلاؤ؛ اس لیے کہ فرائض نصفِ علم ہیں۔

تخریجِ حدیث: یہ حدیث بعینہٖ ان الفاظ کے ساتھ حدیث کی کسی کتاب میں مروی نہیں ہے، حدیث کے یہ الفاظ کتبِ فقہ میں مروی ہیں، اسے "روایۃُ الفقہاء" کہا جاتا ہے، کتبِ حدیث میں یہ حدیث درج ذیل الفاظ سے مروی ہے:

[1] الرحیق المختوم (ص:۲) حاشیہ۔ [2] حاشیہ شریفیہ (ص:۴)۔ [3] فتح الباری: (۵/۱۲)۔

۱ – تَعَلَّمِ الْفَرَائِضَ فَإِنَّهَا نِصْفُ الْعِلْمِ.[1]

۲–تَعَلَّمُوْا الْفَرَائِضَ، فَإِنَّهَا نِصْفُ الْعُلُوْمِ.[2]

۳– تَعَلَّمُوْا الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوْهُ النَّاس. [3]

۴– تعلموا الفرائض وعلموها الناسَ فإنه نصف العلم، وهو يُنْسٰى وهو أولُ شيءٍ يُنْزَعُ من أمتي،[4] حدیث کے تمام طرق اور اس کی بنیادی حیثیت پر فتح الباری (۵/۱۲) میں بحث ہے۔

حدیث کی دیگر توجیہات:

(۱)—اس حدیث میں فرائض سے مراد احکامِ لازمہ (فرائض اور واجب ہیں) یہ سنن ومستحبات کی بہ نسبت نصفِ علمِ دین ہیں۔

(۲)—دین کے سارے احکام یا تو صریح نصوص سے مستنبط ہیں یا قیاس سے ثابت ہیں۔علمِ فرائض کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کا کوئی مسئلہ قیاس سے مستنبط نہیں؛ اس لیے اس کو نصف کہا گیا ہے[5]۔

(۳)—فرائض کے مسائل کی شاخ در شاخ کثرت کی وجہ سے اسے نصف کہا گیا ہے؛ اس لیے کہ اگر اس کے تمام فروعی مسائل کو پھیلا دیا جائے تو وہ مقدار میں دیگر ابوابِ فقہیہ کے برابر ہو جائیں گے۔

(۴)—اس علم کے سیکھنے اور سکھانے میں دوسرے علوم کی بہ نسبت زیادہ محنت کرنی پڑتی ہے؛ اس لیے اس کو نصف علم کہا گیا ہے۔[6]

(۵)—اس علم کی بہت ضرورت پڑتی ہے، ہر آدمی اس کا محتاج ہے[7] یہاں تک کہ وہ بچہ جو ماں کے پیٹ میں حمل کی صورت میں ہے، وہ بھی اپنے حصہ کی تعیین میں اس علم کا محتاج ہے؛ اس لیے اس کو نصف علم کہا گیا ہے۔

---

۱ تاریخ بغداد (۹۰/۲)۔ ۲ فتح الباری (۵/۱۲) التخليص الحبير (۷۹/۳)۔ ۳ دارمی (۷۳/۱) بیہقی (۲۰۸/۶) مستدرک حاکم (۳۳۲/۴)۔ ۴ ابن ماجہ (۲۷۱۹) فتح الباری (۵/۱۲) تاریخ بغداد (۹۰/۱۲)۔ ۵ فتح الباری (۵/۱۲) ردالمحتار (۵۳۵/۵)۔ ۶ شریفیہ (ص:۳)۔ ۷ فتح الباری (۵/۱۲) ردالمحتار (۵۳۵/۵)

ترکہ سے ترتیب وار چار حقوق متعلق ہوتے ہیں

ترکہ (میت کے چھوڑے ہوئے مال[1]) کے ساتھ چار حقوق ترتیب وار متعلق ہوتے ہیں:

(۱)— سب سے پہلے ترکہ سے میت کے کفن دفن میں خرچ کیا جائے!

(۲)— پھر باقی ترکہ سے میت کا قرضہ ادا کیا جائے!

(۳)— اس کے بعد بچے ہوئے ترکہ کی تہائی سے میت کی وصیت پوری کی جائے!

(۴)— اس کے بعد بچے ہوئے ترکہ کو میت کے شرعی ورثاء کے درمیان حسب حصص شرعیہ تقسیم کیا جائے!

ترتیب کی وجہ: ترکہ یا تو میت کی ذات پر خرچ کیا جائے گا یا غیر پر، ذات پر خرچ کرنا غیر پر خرچ کرنے سے مقدم ہے۔ پھر جو میت کی ذات پر خرچ کیا جاتا ہے، اس میں سب سے پہلے میت کے کفن دفن کا خرچ ہے، یہ خرچ بمنزلہ نفقہ ہے، اسی وجہ سے عورت کا کفن شوہر کے ذمے ہے، اگر چہ عورت مال دار ہو؛ کیوں کہ عورت کا نفقہ شوہر پر واجب ہے، پھر میت کے قرضے ادا کیے جائیں گے، یہ بھی میت کا اپنا خرچ ہے جو دوسروں پر خرچ سے مقدم ہے۔ اور جو خرچ غیروں پر کیا جاتا ہے اس کی دو صورتیں ہیں: ورثاء پر اور غیر ورثاء پر؛ شریعت نے ایک تہائی ترکہ تک غیر وارث پر میت کو خرچ کرنے کا اختیار دیا ہے، پس تہائی میں سے اس کی وصیتیں پوری کی جائیں گی، حقوق اللہ سے متعلق جو قرضے ہیں وہ بھی اس میں شامل ہیں۔

باقی دو تہائی ترکہ ورثاء کا حق ہے، اس میں میت کو کسی طرح دخل دینے کا اختیار نہیں، شریعت نے خود تقسیم کی ذمہ داری لی ہے، اور ہر وارث کے شرعی حقوق متعین کر دیے ہیں۔

[1] ترکہ: وہ تمام مملوکہ چیزیں ہیں جو مرتے وقت آدمی چھوڑ جائے، جس کے عین سے غیر کا حق متعلق نہ ہو؛ اس لیے رہن رکھی ہوئی چیز ترکہ میں شامل نہ ہوگی؛ جب تک ورثاء مرتہن کو میت کا قرضہ چکا نہ دیں۔

حقوقِ اربعہ کی تفصیل

ترکہ کے ساتھ جو چار حقوق متعلق ہوتے ہیں، ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

پہلا حق: سب سے پہلے ترکہ سے میت کی تجہیز وتکفین کی جائے، جس میں نہ اسراف کیا جائے اور نہ بخیلی سے کام لیا جائے؛ بلکہ معروف طریقہ پر خرچ کیا جائے، تجہیز وتکفین میں درج ذیل مصارف داخل ہیں:

(الف)— نہلانے کی چیزیں: صابن، لوبان، کافور وغیرہ؛ اسی طرح نہلانے والے کی اجرت اگر کسی جگہ اس کا رواج ہو۔

(ب)— مسنون کفن کی قیمت۔ مسنون کفن مرد کے لیے تین کپڑے ہیں:

(۱)— قمیص (کندھے سے قدم تک، جیب، آستین اور کلی کے بغیر)

(۲)— ازار (لنگی، سر سے پیر تک چادر جس میں میت کو لپیٹا جا سکے)

(۳)— لفافہ (سر کے کچھ اوپر سے پیر کے کچھ نیچے تک لمبی چادر جس میں میت کو لپیٹا جا سکے)

اور عورت کے لیے مسنون کفن پانچ کپڑے ہیں: قمیص، ازار، لفافہ مرد کی طرح اور خمار (اوڑھنی، تین ہاتھ کا کپڑا جس کو سر سے نیچے تک لپیٹا جائے) اور سینہ بند (جس کو سینہ سے رانوں تک لپیٹا جائے)

(ج)— قبر کھودنے والے کی اجرت اگر کسی جگہ اس کا رواج ہو۔

(د)— قبر کی جگہ کی قیمت اگر کسی جگہ بے قیمت جگہ میسر نہ ہو۔

غرض مذکورہ بالا مصارف اور ان کے علاوہ دیگر ضروری مصارفِ تجہیز وتکفین، اگر کوئی وارث یا غیر وارث اپنی طرف سے تبرعاً خرچ کرنے والا نہ ہو تو ترکہ سے کیے جائیں گے؛ البتہ فضول خرچی جائز نہیں اور نہ بخیلی کرنا درست ہے، فضول خرچی میں زندگی میں پہنے جانے والے کپڑوں کی بہ نسبت نہایت قیمتی کپڑا دینا، یا کفن مسنون کی تعداد میں اضافہ کرنا داخل ہے، جنازہ میں شرکت کرنے والوں کی دعوت، غرباء ومساکین کو صدقہ

دینا، امام یا پیر وغیرہ کو جوڑا دینا، یہ سب بھی فضول اور غیر ضروری؛ بلکہ غیر شرعی مصارف ہیں، ترکہ میں سے ان کو خرچ کرنے کی اجازت نہیں۔

اسی طرح نہایت گھٹیا، پھٹے پرانے کپڑے میں کفن دینا، یا کفنِ مسنون کی تعداد میں کمی کرنا بخیلی ہے، اس سے بھی بچا جائے، حدیث شریف میں ہے کہ: "مَنْ وَلِيَ أَخَاهُ فَلْيُحْسِنْ كَفَنَهُ" جو اپنے بھائی کی تجہیز و تکفین کا ذمہ دار بنے وہ اس کو اچھا کفن دے، علماء نے اس کی شرح یہ کی ہے کہ صاف ستھرا کفن دے، قیمتی مراد نہیں۔[1]

دوسرا حق: کفن دفن سے فارغ ہونے کے بعد باقی ترکہ سے میت کا قرضہ ادا کیا جائے۔ قرضہ کی دو قسمیں ہیں:

(۱)—اللہ کا قرض، جیسے باقی زکوۃ، فدیہ، کفارہ وغیرہ۔

(۲)—بندوں کا قرض۔ پھر بندوں کا قرضہ دو طرح کا ہوتا ہے: زمانۂ صحت کا قرضہ اور موت کی بیماری کے زمانے کا قرضہ، جس کا میت نے اقرار کیا ہو۔

حقوق اللہ سے متعلق قرضہ کی اگر میت نے وصیت کی ہے تو اس کو تیسرے نمبر پر رکھا جائے گا، یہاں قرضہ سے مراد حقوق العباد سے متعلق قرضہ ہے جو دوسرے نمبر پر ادا کیا جائے گا۔

زمانۂ صحت کے قرضے کو موت کی بیماری کے زمانے کے قرضے سے پہلے ادا کیا جائے گا۔[2]

مسئلہ (۱) موت کی بیماری کے وہ قرضے جن کا تعلق میت کے اقرار سے نہیں؛ بلکہ وہ قرضہ لوگوں کے مشاہدے اور گواہوں سے ثابت ہے، مثلاً: ڈاکٹر کے پیسے وغیرہ ان کو بھی زمانۂ صحت کے قرضوں کے ساتھ ادا کیا جائے گا۔[3]

مسئلہ (۲) بعض احوال مرض الموت کے حکم میں ہوتے ہیں مثلاً: جہاد کے لیے نکلنے کی حالت، قصاص میں قتل ہونے سے پہلے کی حالت، اسی طرح زانی کے رجم سے پہلے کی حالت؛ ان حالتوں میں اگر میت کسی کے قرضے کا اقرار کرے تو اس کو بھی موت کی

---

[1] ترمذی کتاب الجنائز۔ [2] فتاوی عالم گیری (۴۴۷/۲) رد المحتار (۵۱۴/۴) باب اقرار المریض۔ [3] رد المحتار (۵۳۶/۵)۔

بیماری کے زمانے کے قرضوں کے ساتھ ادا کیا جائے گا۔[1]

مسئلہ (۳) قرضہ تمام ترکہ سے ادا کیا جائے گا، مکان، زمین وغیرہ جائداد سے بھی قرضہ ادا کیا جائے گا؛ البتہ اگر ورثاء جائداو کے عوض قرضہ اوڑھ لیں اور قرض خواہ اس کو مان لیں تو ایسا کرنا بھی درست ہے۔

تیسرا حق: تیسرا نمبر وصیت کا ہے، اگر میت نے کوئی جائز وصیت کی ہے، خواہ وہ حقوق اللہ سے متعلق ہو یا حقوق العباد سے: تو قرضہ کی ادائیگی کے بعد باقی ماندہ ترکہ کی تہائی سے اس کو نافذ کیا جائے گا۔

مسئلہ (۱) تجہیز وتکفین اور قرضہ کی ادائیگی کے بعد باقی ماندہ ترکہ کی تہائی سے زائد کی وصیت باطل ہے؛ البتہ اگر تمام ورثا عاقل بالغ ہوں تو ان کی اجازت سے تہائی سے زیادہ وصیت نافذ کی جاسکتی ہے۔[2] اسی طرح جو ورثاء عاقل بالغ ہوں ان کے حصہ میں سے بھی ان کی اجازت سے وصیت پوری کی جاسکتی ہے۔

مسئلہ (۲) وارث کے لیے وصیت باطل ہے؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر وارث کا حق متعین کر دیا ہے، میت کو اس سلسلے میں زحمت کرنے کی ضرورت نہیں، اسی طرح قاتل کے لیے بھی وصیت باطل ہے۔[3] لیکن اگر عاقل بالغ ورثہ چاہیں تو قاتل اور وارث کے لیے بھی وصیت نافذ کر سکتے ہیں۔

مسئلہ (۳) زوجین آپس میں ایک دوسرے کے لیے وصیت کر سکتے ہیں؛ جب کہ ان کے علاوہ کوئی وارث نہ ہو؛ اس لیے کہ ان پر ''رد'' نہیں ہوتا۔[4]

چوتھا حق: پھر باقی ماندہ ترکہ ورثاء کے درمیان حسبِ حصصِ شرعیہ تقسیم کیا جائے گا۔ ورثاء وہ ہیں جن کا وارث ہونا قرآن سے یا حدیث سے، یا اجماع سے ثابت ہے۔ تفصیل آگے آئے گی۔

وجہ حصر: میت کا چھوڑا ہوا مال دو حال سے خالی نہیں: اس میں میت کا حق ہوگا یا غیر کا؟ اگر میت کا حق ہے تو وہ تجہیز وتکفین ہے۔ اور اگر غیر کا حق ہے، تو وہ بھی دو حال سے

[1] ایضاً۔ [2] الدر المختار مع رد المحتار (۶۶۰/۵) وصایا۔ [3] رد المحتار (۶۵۹/۵)۔ [4] ایضاً

خالی نہیں: غیر کا حق موت سے پہلے ثابت ہو چکا ہوگا یا بعد میں ثابت ہوا ہوگا؟ اگر پہلے ثابت ہو چکا ہے تو وہ قرض ہے۔ اور اگر بعد میں ثابت ہوا ہے تو وہ بھی دو حال سے خالی نہیں: اس میں میت کے قول کا دخل ہوگا یا نہیں؟ اگر ہے تو وہ "وصیت" ہے؛ ورنہ "وراثت" ہے۔

قَالَ عُلَمَاؤُنَا رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى تَتَعَلَّقُ بِتَرِكَةِ الْمَيِّتِ حُقُوْقٌ أَرْبَعَةٌ مُرَتَّبَةٌ: اَلْأَوَّلُ: يُبْدَأُ بِتَكْفِيْنِهٖ وَتَجْهِيْزِهٖ مِنْ غَيْرِ تَبْذِيْرٍ وَلَا تَقْتِيْرٍ، ثُمَّ تُقْضٰى دُيُوْنُهٗ مِنْ جَمِيْعِ مَا بَقِيَ مِنْ مَالِهٖ، ثُمَّ تُنَفَّذُ وَصَايَاهُ مِنْ ثُلُثِ مَا بَقِيَ بَعْدَ الدَّيْنِ، ثُمَّ يُقْسَمُ الْبَاقِيْ بَيْنَ وَرَثَتِهٖ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، وَإِجْمَاعِ الْأُمَّةِ.

ترجمہ: ہمارے علماء (احناف) نے فرمایا: میت کے چھوڑے ہوئے مال سے ترتیب وار چار حقوق متعلق ہوتے ہیں، اول: میت کی تجہیز و تکفین سے افراط و تفریط کے بغیر ابتداء کی جائے گی۔

(دوم) پھر (کفن دفن سے) بچے ہوئے میت کے مال سے میت کے قرضے ادا کیے جائیں گے۔

(سوم) پھر قرض کی ادائیگی کے بعد بچے ہوئے مال کی تہائی سے میت کی وصیتیں پوری کی جائیں گی۔

(چہارم) پھر باقی مال، میت کے اُن وارثین کے درمیان تقسیم کیا جائے گا جن کا وارث ہونا قرآن، حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے۔

لغات ونکات: ترکۃ میں ایک لغت تا کا فتحہ اور را کا کسرہ ہے، دوسری تا کا کسرہ اور را کا سکون ہے۔ ترکہ کے معنی ہیں: چھوڑی ہوئی چیز۔[1]

مُرَتَّبَةٌ: یعنی میت کے ترکہ سے متعلق یہ چاروں حقوق ترتیب وار واجب ہیں۔

[1] التِرْكة: فِعْلَةٌ من الترک بمعنی: المتروک، کالطلبة بمعنی المطلوب. (شریفیہ: ۸۱) والتَرِكة بفتح التاء وكسر الراء أيضاً.

يُبْدَأُ: اس لفظ پر یہ اعتراض ہے کہ "الأولُ" کہنا کافی تھا، الأول کے ساتھ یُبدأ کا اضافہ زائد معلوم ہوتا ہے؟

جواب: زائد نہیں؟ مصنفؒ کا مقصد حقوقِ اربعہ میں سے پہلے حق کے پہلا ہونے کو مؤکد کرنا ہے؛ کیوں کہ وفات کے بعد سب سے پہلے تجہیز وتکفین کرنے کی بڑی تاکید آئی ہے؛ اس لیے سب سے پہلے اسی سے آغاز کیا جائے گا، اس سے نمٹنے کے بعد ہی کچھ کیا جائے گا۔

تجهيز: یہ بابِ تفعیل کا مصدر ہے، مادہ جهز ہے بمعنی: تیار کرنا، مہیا کرنا، اصطلاح میں تجہیز میں وہ تمام امور داخل ہیں جن کی وفات کے بعد سے دفن تک ضرورت پڑتی ہے۔ اس اعتبار سے تجہیز کے بعد تکفین کا لفظ زائد ہے؛ لیکن مصنف علیہ الرحمہ نے شاید تکفین کے زیادہ اہم ہونے کے پیشِ نظر خصوصی طور پر یہ لفظ بڑھایا ہے۔[1]

تبذِیر: بھی بابِ تفعیل کا مصدر ہے، اس کا مادہ بذر ہے، اس مادے میں پھیلانے بکھیرنے اور تتر بتر کرنے کے معنی پائے جاتے ہیں، اسی سے البذر: بیج ہے؛ اس لیے کہ اسے زمین میں بکھیرا جاتا ہے، البَذُور: چغل خور، ایسا شخص جو ادھر ادھر باتیں پھیلائے۔ البَذْرُ: بات کا پھیلانا، فضول خرچی کرنا، بے دریغ خرچ کرنا۔

یہاں تبذیر کے معنی ہیں فضول خرچی کرنا، بے دریغ خرچ کرنا، تبذیر کی طرح ایک لفظ "اسراف" بھی مستعمل ہے، دونوں کا مترادف ہونا مشہور ہے؛ لیکن اصل میں تبذیر بے محل اور اسراف برمحل زیادہ خرچ کرنے کو کہتے ہیں، اس لحاظ سے یہاں تبذیر کی بجائے اسراف زیادہ مناسب تھا؛ لیکن مصنفؒ نے شاید ترادف کی شہرت کی وجہ سے اسراف کی بجائے تبذیر کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔[2]

تقتیر: یہ بھی بابِ تفعیل کا مصدر ہے، اس کا مادہ قتر ہے، اس مادے میں کمی، بخل اور تنگی کے معنی پائے جاتے ہیں، اسی سے ہے: القَتُور: بخیل کنجوس اور ایسا شخص جو بال بچوں پر نان ونفقہ میں کمی کرے؛ یہاں تقتیر کے معنی ہیں: کمی کرنا، بخل کرنا۔

---

[1] المواريث للصابوني حفظه الله (ص:۳۹) حاشیہ شریفیہ (ص:۴)۔ [2] شریفیہ (ص:۵)۔

مسائل

مسئلہ (۱): اگر مرنے والا اپنی زندگی میں کئی قسم کے کپڑے پہنتا تھا، تو درمیانہ کپڑوں میں اسے کفنایا جائے گا، مثلاً: اگر اس کے پاس جمعہ وعیدین کے لیے الگ، دوستوں میں پہننے کے لیے الگ اور گھر میں پہننے کے لیے الگ کپڑے تھے تو دوستوں میں پہننے کے کپڑوں میں کفن دیا جائے گا۔[۱]

مسئلہ (۲): اگر ورثہ کفن میں اضافہ کرنا چاہیں تو قیمت میں اضافہ کرنے کی گنجائش ہے؛ البتہ کفنِ مسنون سے زائد نہیں دے سکتے۔[۲]

مسئلہ (۳): اگر میت مقروض ہے تو قرض خواہوں کو حق ہے کہ مسنون کفن میں کفنانے سے روک دیں ایسی صورت میں کفنِ کفایت دیا جائے گا۔ جو مردوں کے لیے دو کپڑے: لفافہ اور ازار ہیں اور عورتوں کے لیے خمار کے اضافے کے ساتھ تین کپڑے ہیں۔

مسئلہ (۴): اگر میت مفلس ہو تو کفن کی ذمہ داری اس شخص پر عائد ہوگی جس پر زندگی میں اس کا نفقہ واجب تھا، اگر ایسا شخص نہ ہو تو بیت المال پر اور اگر بیت المال بھی نہ ہو تو عام مسلمانوں پر کفن دفن کا انتظام واجب ہے۔[۳]

دَین وصیت پر مقدم ہے؟: قرآن پاک کی تلاوت میں وصیت دَین پر مقدم ہے؛ لیکن حکم میں دَین مقدم ہے؛ اس لیے کہ وصیت محض تبرع ہے، کسی چیز کا بدل نہیں، نیز وصیت یک گونہ میراث کے مشابہ ہے؛ اس لیے ممکن تھا کہ ورثہ کی طبیعت اس کے نفاذ پر آمادہ نہ ہو اور وہ ٹال مٹول کر کے اسے ضائع کر دیں اور اس کی ادائیگی کو اپنے ذمہ لازم نہ سمجھیں؛ اس لیے اللہ تعالیٰ نے نظمِ قرآنی میں بغرض اہتمام واحتیاط ہر جگہ وصیت کو دین پر مقدم فرمایا ہے اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مِنۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ﴾[۴] مگر حکم کے لحاظ سے وصیت کا درجہ دَین کے بعد ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک موقع

---

[۱] ایضاً۔ [۲] الدر المختار مع رد المحتار (۵/۵۳۶)۔ [۳] ایضاً (۱/۶۳۹)۔ [۴] نساء آیت (۱۱)۔

پر لوگوں کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا کہ آپ لوگ آیت میں وصیت کو دَین سے پہلے تلاوت کرتے ہیں؛ حالاں کہ میں خدمتِ نبوی میں حاضر تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (عملاً) وصیت سے پہلے دَین سے ابتداء فرمائی تھی[۱]

قرض: وصیت پر اس وجہ سے بھی مقدم ہے کہ قرض واجب ہے اور وصیت تبرع اور واجب تبرع پر مقدم ہوتا ہے؛ لہٰذا قرض کی ادائیگی کے بعد اگر مال بچے گا تو وصیت پوری ہوگی ورنہ نہیں[۲]

ترکہ درج ذیل ترتیب سے تقسیم ہوگا

۱ــــ ترکہ سب سے پہلے اصحابِ فرائض کو ملے گا، اصحابِ فرائض یا ذوی الفروض وہ ورثاء ہیں جن کے حصے شریعت میں متعین ہیں۔

۲ــــ ذوی الفروض کے بعد ترکہ عصبۂ نسبی کو ملے گا۔ عصبہ میت کے وہ رشتہ دار ہیں جو ذوی الفروض سے بچا ہوا ترکہ لے لیتے ہیں اور ذوی الفروض نہ ہوں تو سارا ترکہ لے لیتے ہیں۔ عصبہ کی دو قسمیں ہیں: عصبۂ نسبی اور عصبۂ سببی، عصبۂ نسبی وہ ہیں جن کا میت سے ولادت کا تعلق ہو، اور عصبۂ سببی: وہ ہیں جن کا میت سے عتاق کا تعلق ہو، پھر عصبۂ نسبی کی تین قسمیں ہیں: عصبہ بنفسہ، عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ، تفصیل باب العصبات میں آئے گی۔

۳ــــ ذوی الفروض اور عصبۂ نسبی نہ ہوں تو ترکہ عصبۂ سببی کو ملے گا۔ عصبۂ سببی مولی العتاقہ ہے یعنی غلام کو آزاد کرنے والا۔ سبب کے معنی ہیں تعلق، آزاد کرنے والے کا میت سے نسبی رشتہ نہیں ہوتا؛ مگر آزاد کرنے کا تعلق ہوتا ہے؛ اس لیے اس کو عصبۂ سببی کہتے ہیں۔

۴ــــ اگر میت کو آزاد کرنے والا فوت ہوگیا ہو تو اس کے عصبہ بنفسہ کو یعنی اس کے بیٹے، پوتے، باپ، دادا، بھائی، بھتیجے اور چچا اور چچازادوں کو ترکہ ملے گا اگر یہ بھی نہ ہوں تو

[۱] أخرجه الدار قطني (۹۷/۴) والبیهقي (۲۶۷/۶) والخطیب في الموضح (۸۸/۲) بحواله بدائع الصنائع ط دیوبند. [۲] بدائع الصنائع (۴۳۰/۶) ط دیوبند۔

اگر آزاد کرنے والا کسی کا غلام تھا تو اس کے آزاد کرنے والے آقا کو ترکہ ملے گا۔

۵—اگر کسی طرح کے بھی عصبہ نہ ہوں تو باقی ماندہ ترکہ دوبارہ نسبی ذوی الفروض کو حصۂ رسد دیا جائے گا (زوجین کو نہیں دیا جائے گا؛ کیوں کہ وہ نسبی وارث نہیں ہیں، سببی یعنی رشتۂ زوجیت کی وجہ سے وارث ہیں) اصطلاح میں اس کو رد کہتے ہیں۔

۶—اگر ذوی الفروض اور عصبات میں سے کوئی نہ ہو تو ذوی الارحام کو ترکہ ملے گا، تفصیل ''ذوی الارحام'' کے باب میں آئے گی۔

۷—''ذوی الارحام'' بھی نہ ہوں تو ''مولی الموالات'' کو ترکہ دیا جائے گا، موالات کے معنی ہیں: دوستی کرنا اور فقہ کی اصطلاح میں ایک خاص قسم کے معاہدہ کو موالات کہا جاتا ہے۔ احناف کے نزدیک میراث میں یہ عقد معتبر ہے، شوافع کے نزدیک معتبر نہیں ہے[1]۔

---

[1] عقدِ موالات: یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ آپ میرے مولیٰ (کفیل) بن جائیں، میں آپ کو اپنا وارث بناتا ہوں، اور اگر مجھ سے کوئی موجبِ دیت جنایت ہو جائے تو آپ میری طرف سے دیت دیں (یہ ایجاب ہے) دوسرا شخص اس کو قبول کرے تو یہ ''عقدِ موالات'' ہے۔ اور قبول کرنے والا ''مولی الموالات'' ہے (یہ عقد جانبین سے بھی ہوسکتا ہے اس صورت میں دونوں ایک دوسرے کے مولی الموالات اور وارث ہوں گے)۔

عقدِ موالات کے لیے درج ذیل شرطیں ہیں:

(۱)—موالات کرنے والا یعنی موجِب: آزاد، عاقل اور بالغ ہو۔

(۲)—عربی یا کسی عربی کا آزاد کیا ہوا نہ ہو۔

(۳)— کسی دوسرے کا مولی عتاقہ نہ ہو۔

(۴)— کسی ایسے شخص سے ''عقدِ موالات'' نہ کر چکا ہو جس نے اس کا خوں بہا ادا کر دیا ہو؛ اس لیے کہ تاوان ادا کرنے کے بعد معاہدہ توڑنا جائز نہیں۔

(۵)—بیت المال نے اس کا خوں بہا ادا نہ کیا ہو۔

(۶)—عقد میں دیت اور وراثت کی صراحت ہو۔

یہ ساری شرطیں موالات کرنے والے (موجِب) کے لیے ہیں۔ قبول کرنے والے کے لیے صرف عاقل ہونا کافی ہے حتی کہ صبی عاقل اور غلام بھی اپنے والد، وصی اور آقا کی اجازت سے عقدِ موالات قبول کر سکتا ہے۔ رد المحتار کتاب الولاء (۸۶/۵) بدائع (۴/۷) واضح رہے کہ مسلمان ہونا دونوں میں کسی کے لیے شرط نہیں۔ اور علامہ شامیؒ کی تحقیق کے مطابق موالات کرنے والے (موجِب) کے لیے مجہول النسب ہونا بھی شرط نہیں؛ اس لیے شرائط میں ان کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ وفی شرح المجمع: کونہ مجھول النسب لیس بشرطٍ عند البعض وھو المختار. (۸۷/۵ فصل فی ولاء الموالات)۔

۸—مذکورہ بالا ورثاء میں سے کوئی نہ ہو تو وہ شخص وارث ہوگا جس کے لیے میت نے اپنے غیر[1] سے نسب کا اقرار کیا ہے، یعنی کسی مجہول النسب کے بارے میں یہ کہا ہو کہ یہ میرا بھائی یا چچا ہے اور اس کے اس اقرار سے اس کا نسب اس غیر سے ثابت نہ ہوا ہو اور اقرار کرنے والے نے اپنے اقرار سے موت تک رجوع بھی نہ کیا ہو تو وہ مُقَرّلہ بھائی یا چچا ہونے کی حیثیت سے وارث ہوگا۔[2]

۹—اگر مذکورہ بالا ورثاء میں سے کوئی نہ ہو اور میت نے کسی کے لیے تہائی سے زائد یا سارے ترکہ کی وصیت کی ہو تو تہائی سے زائد یا سارا ترکہ اس موصی لہ کو دیا جائے گا۔[3]

۱۰—اگر مذکورہ لوگوں میں سے کوئی بھی نہ ہو تو میت کا ترکہ بیت المال یعنی حکومتِ اسلامیہ کے خزانہ میں جمع کر دیا جائے گا۔[4]

---

[1] اقرار دو طرح کا ہوتا ہے: اپنے سے نسب کا اقرار کرنا، جیسے کسی مجہول النسب کے لیے بیٹا ہونے کا اقرار کرنا، دوم: غیر سے نسب کا اقرار کرنا، جیسے کسی مجہول النسب کے لیے بھائی ہونے کا اقرار کرنا (یعنی باپ سے نسب ثابت کرنا) پہلی صورت میں نسب ثابت ہوگا اور مُقَرّلہ نسبی ورثہ کے ساتھ وارث ہوگا۔ اور دوسری صورت میں؛ چوں کہ دو چیزوں کا اقرار ہے: ایک غیر پر نسب کا، دوسرے وارث ہونے کا، نسب کا اقرار دعویٰ علی الغیر ہے؛ اس لیے لغو ہے اور وراثت کا اقرار خود اپنے اوپر ہے؛ اس لیے مُقَرّلہ کو آٹھویں نمبر پر وراثت ملے گی۔

[2] مقرلہ کے وارث ہونے کے لیے درج ذیل شرطیں ہیں: (۱)—مُقَرّلہ مجہول النسب ہو۔ (۲)—اقرار کرنے والا دوسرے سے نسب کا اقرار کرے، مثلاً: بھائی یا چچا ہونے کا اقرار کرے یعنی اپنے باپ یا دادا وغیرہ سے نسب کا اقرار کرے۔ (۳)—اس غیر سے نسب ثابت نہ ہوا ہو، یعنی اس غیر نے اس کے نسب کا نہ اقرار کیا ہو نہ انکار۔ پس اگر وہ غیر بھی اس کے نسب کا اقرار کرلے تو مقرلہ نسبی وارث ہوگا۔ (۴)—اقرار کرنے والا اقرار سے رجوع نہ کرے، اقرار کی حالت میں مر گیا ہو، اگر رجوع کرلے گا تو مقرلہ وارث نہیں ہوگا۔ الرحیق المختوم للشائی (ص:۱۴) شریفیہ (ص:۱۳)(۵)—اقرار شرعاً معتبر ہو، اگر کوئی شخص اپنے باپ کے ہم عمر شخص کے بھائی ہونے کا اقرار کرے تو یہ لغو ہوگا۔ (درس سراجی ص:۱۲)

نوٹ: پہلی اور پانچویں شرطیں عبارت میں ضمناً آ گئی ہیں؛ اس لیے کتاب میں انھیں مستقلاً ذکر نہیں کیا فقط کلیدی شرطوں پر اکتفا کیا ہے۔

[3] اگر ثلث سے زائد کی وصیت کی ہو؛ لیکن پورے ترکہ کی وصیت نہ کی ہو تو وصیت کے نفاذ کے بعد بچا ہوا ترکہ بیت المال میں رکھ دیا جائے گا۔

[4] اسلامی خزانہ میں بے راہ روی یا اس کی عدم موجودگی میں زوجین پر رد ہوگا؛ لیکن یاد رہے کہ ذوی الارحام کی موجودگی میں زوجین پر رد نہیں ہوگا۔ لوگوں سے اس جگہ چوک ہو جاتی ہے۔ (امداد الفتاوی:۴/۳۵۶) مزید تفصیل باب الرد میں آئے گی۔

فَيُبْدَأُ بِأَصْحَابِ الْفَرَائِضِ، وَهُمُ الَّذِيْنَ لَهُمْ سِهَامٌ مُقَدَّرَةٌ فِي كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى، ثُمَّ بِالْعَصَبَاتِ مِنْ جِهَةِ النَّسَبِ، وَالْعَصَبَةُ كُلُّ مَنْ يَأْخُذُ مَا أَبْقَتْهُ أَصْحَابُ الْفَرَائِضِ وَعِنْدَ الْإِنْفِرَادِ يُحْرِزُ جَمِيْعَ الْمَالِ، ثُمَّ بِالْعَصَبَةِ مِنْ جِهَةِ السَّبَبِ وَهُوَ مَوْلَى الْعَتَاقَةِ، ثُمَّ عَصَبَتِهٖ عَلَى التَّرْتِيْبِ، ثُمَّ الرَّدُّ عَلٰى ذَوِي الْفُرُوْضِ النَّسَبِيَّةِ بِقَدْرِ حُقُوْقِهِمْ، ثُمَّ ذَوِي الْأَرْحَامِ، ثُمَّ مَوْلَى الْمُوَالَاةِ، ثُمَّ الْمُقَرُّلَهٗ بِالنَّسَبِ عَلَى الْغَيْرِ بِحَيْثُ لَمْ يَثْبُتْ نَسَبُهٗ بِإِقْرَارِهٖ مِنْ ذٰلِكَ الْغَيْرِ إِذَا مَاتَ الْمُقِرُّ عَلٰى إِقْرَارِهٖ، ثُمَّ الْمُوْصٰى لَهٗ بِجَمِيْعِ الْمَالِ، ثُمَّ بَيْتِ الْمَالِ.

ترجمہ: چناں چہ اصحابِ فرائض سے شروع کیا جائے گا اور یہ وہ وارثین ہیں جن کے لیے قرآنِ پاک (حدیث اور اجماعِ امت) میں حصے مقرر ہیں۔ پھر ان عصبات سے (تقسیم شروع ہوگی) جو نسب کے لحاظ سے ہوں — اور عصبہ: ہر وہ وارث ہے جو اصحابِ فرائض سے بچے ہوئے مال کو لے لے (یعنی بچے ہوئے مال کا مستحق ہو) اور تنہا ہوتے وقت پورا مال (محض عصبہ ہونے کی حیثیت سے) سمیٹ لے — پھر ان عصبات سے (تقسیم شروع ہوگی) جو سبب کے اعتبار سے ہوں اور وہ آزاد کرنے والا آقا ہے — پھر اس آزاد کرنے والے آقا کے عصبہ سے ترتیب وار — پھر نسبی اصحابِ فرائض پر ان کے حصوں کے مطابق رد سے (تقسیم شروع ہوگی) — پھر ذوی الارحام سے — پھر عقد موالات قبول کرنے والے آقا سے — پھر اس شخص سے جس کے لیے غیر پر نسب کا اقرار کیا گیا ہو، اس طرح کہ اس (مُقَرلہ) کا نسب اس غیر سے اس (مُقِر) کے اقرار سے ثابت نہ ہوا ہو؛ جب کہ اقرار کرنے والا اپنے اقرار پر مر گیا ہو — پھر اس شخص سے جس کے لیے پورے مال کی وصیت کی گئی ہو — پھر اسلامی سرکاری خزانہ سے۔

فوائد: قوله: في كتاب الله: یہاں ادلۂ ثلاثہ (قرآن، حدیث اور اجماع) مراد ہیں، مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اقوی پر اکتفا فرمایا ہے۔[1]

---

[1] شریفیہ بحوالہ سرخسی رحمہ اللہ (ص: ۱۰)۔

قولہ: كُلُّ مَنْ يَأخُذُ الخ اس عبارت سے عصبہ کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

اعتراض: عصبہ کی تعریفِ حکمی میں یہ کہا گیا ہے کہ ’’وہ تنہا ہوتے وقت پورا ترکہ لے لے‘‘؛ حالاں کہ حقیقی اور علاتی بہن لڑکیوں اور پوتیوں کے ساتھ عصبہ مع الغیر ہوتی ہیں؛ لیکن تنہا ہونے کی حالت میں محض عَصَبہ ہونے کی حیثیت سے پورا مال نہیں لیتیں[1] لہٰذا تعریف جامع نہیں؟

جواب: وَعِنْدَ الْإِنْفِرَادِ میں واو او کے معنی ہے صرف معطوف علیہ سے عصبہ مع الغیر کی تعریف ہو رہی ہے کہ وہ اصحابِ فرائض سے بچا ہوا ترکہ لیتے ہیں اور معطوف ومعطوف علیہ دونوں سے دیگر عصبات کی۔

یہ أو: مانعة الخلو کے طور پر ہے یعنی کسی ایک میں (معطوف اور معطوف علیہ) دونوں میں سے ایک پایا جاسکتا ہے اور کسی میں دونوں جمع بھی ہوسکتے ہیں؛ البتہ دونوں کا ارتفاع درست نہیں۔[2]

قولہ: السبب: سبب سے مراد عتق (آزاد کرنا) ہے۔

قولہ: النسبيّة یہ قید احترازی ہے، زوجین سے احتراز مقصود ہے۔

قولہ: ذوی الأرحام: أرحام، رَحِمٌ یا رِحْمٌ کی جمع ہے بمعنی: بچہ دانی، اس کا اطلاق قرابت و رشتہ داری پر بھی ہوتا ہے، خواہ باپ کی جانب سے ہو یا ماں کی جانب سے، اصطلاح میں ذوی الارحام ہر اس رشتہ دار کو کہا جاتا ہے جو نہ تو اصحابِ فرائض میں سے ہوں اور نہ ہی عصبات میں سے ”الذين لَهُمْ قرابةٌ وَلَيْسُوا بِعَصَبةٍ ولا ذَوِيْ سهمٍ“[3] جیسے: پھوپھی، ماموں، خالہ وغیرہ۔

قولہ: المُوَالاة: وَالى، يُوَالِي موالاةً ووِلاءً: الرجلَ: دوستی کرنا، مدد کرنا۔

---

[1] اگرچہ تنہا ہوتے وقت ’’رد‘‘ کے قاعدے سے ان کو سارا ترکہ مل جاتا ہے۔ [2] حاشیہ شریفیہ (ص:۱۱)۔ [3] شریفیہ (ص:۱۲)۔

فصل

موانعِ ارث

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وارث سبب وراثت کے پائے جانے کے باوجود اپنی ذات میں کسی وصف کے پائے جانے کی وجہ سے وراثت سے محروم ہوجاتا ہے، ان اوصاف کو ''موانعِ ارث'' کہتے ہیں، موانع ارث چار ہیں:

۱— **غلامی:** خواہ کسی طرح کی ہو، پس قِنّ (عبدِ خالص) مکاتَب، مدَبَّر، اُمِّ ولد اور معتَق البعض[۱] میں سے کسی کو وراثت نہیں ملے گی۔

۲— **قتل:** قاتل مقتول کا وارث نہیں ہوتا، قتل کی پانچ قسمیں ہیں: عمد، شبہِ عمد، خطا، شبہِ خطا اور قتل بالسبب۔ پہلی چاروں قسموں میں قاتل مقتول کی وراثت سے محروم ہوتا ہے؛ اس لیے کہ ان میں قصاص یا کفارہ واجب ہوتا ہے؛ البتہ پانچویں قسم (قتل بالسبب) سے قاتل وراثت سے محروم نہیں ہوتا۔[۲]

---

[۱] راجح قول کے مطابق معتق البعض غلام کے حکم میں ہے۔ الدر المختار مع رد المحتار (۱۲/۳)۔ [۲] قتل کی تفصیل درج ذیل ہے: ۱-قتلِ عمد: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جان بوجھ کر کسی ہتھیار سے، یا ہتھیار کے قائم مقام آلے سے قتل کرنے کو قتلِ عمد کہتے ہیں اور صاحبین اور ائمۂ ثلاثہ کے نزدیک، جان بوجھ کر کسی ایسی چیز سے قتل کرنے کو قتلِ عمد کہتے ہیں جس سے عام طور پر آدمی مرجاتا ہے۔ جیسے بھاری لکڑی وغیرہ۔ اس قسم میں گناہ کے ساتھ قصاص واجب ہوتا ہے اور قاتل وراثت سے محروم ہوتا ہے۔ ۲-قتلِ شبہِ عمد: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جان بوجھ کر کسی ایسی چیز سے مار ڈالنا جو نہ تو ہتھیار ہو اور نہ ہی ہتھیار کے قائم مقام؛ مگر اس سے جان نکلنے کا غالب گمان ہو، جیسے: کوڑا، بڑی لاٹھی وغیرہ۔ اور صاحبین اور ائمۂ ثلاثہ کے نزدیک شبہِ عمد ایسی چیز سے قتل کرنے کو کہتے ہیں جس سے عام طور پر آدمی نہ مرتا ہو، جیسے چھوٹی لاٹھی۔ (ہدایہ: ۵۶۰/۴)۔

نوٹ: فتویٰ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر ہے علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے ویفتی بقولہ سے اس کی صراحت فرمائی ہے۔ (رد المحتار: ۳۷۶/۵)۔ شبہِ عمد کا حکم یہ ہے کہ اس میں گناہ کے ساتھ کفارہ اور عاقلہ پر دیتِ مغلظہ واجب ہوتی ہے، نیز ایسا قاتل وراثت سے بھی محروم ہوتا ہے۔

کفارہ: ایک غلام یا باندی آزاد کرنا اور دستیاب نہ ہونے کی صورت میں لگاتار ساٹھ روزے رکھنا۔

نوٹ: دیتِ مغلظہ: میں بنت مخاض، بنت لبون، حقہ اور جذعہ یعنی چار طرح کے سو اونٹ اور دیت مخففہ میں بنت مخاض، بنت لبون، ابن مخاض، حقہ اور جذعہ یعنی پانچ طرح کے سو اونٹ واجب ہوتے ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے ہدایہ (۵۶۸/۴)۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

۳۔۔۔ اختلافِ دین: یعنی مسلمان غیر مسلم کا اور غیر مسلم مسلمان کا وارث نہیں ہوتا۔

۴۔۔۔ اختلافِ ممالک: دو ملکوں کے رہنے والے کافروں کو ایک دوسرے کی وراثت نہیں ملتی۔

نوٹ: مسلمان چاہے جہاں ہوں ان کو اپنے رشتہ دار کی وراثت ملے گی۔ مسلمانوں کے درمیان ملک کے مختلف ہونے کا کوئی اعتبار نہیں[1]۔ بعض فقہاء نے مسلمانوں کے حق میں بھی بعض صورتوں میں اختلافِ ملک کا اعتبار کیا ہے؛ مگر وہ مرجوح اور غیر صحیح ہے۔[2]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۳-قتلِ خطا: اس کی دو صورتیں ہیں: ۱-خطائی القصد۔ ۲-خطائی العمل۔ کسی مسلمان کو شکار سمجھ کر مار ڈالنے کو خطائی القصد کہتے ہیں، جیسے: کوئی اپنے مورث کو شکار سمجھ کر مار ڈالے۔ اور نشانہ چوک جانے کو خطائی العمل کہتے ہیں، جیسے: ہرن کا نشانہ کر کے فائر کیا اچانک مورث سامنے آ گیا اور اسے گولی لگ گئی، یا بلا قصد و ارادہ بندوق درست کرتے ہوئے گولی چلی جس سے مورث کی موت واقع ہوگئی۔ ۴-شبہ خطا: اَن جانے قتل ہو جانا، مثلاً: (الف) نیند میں کروٹ بدلتے ہوئے بچہ دب کر مر جائے (ب) درخت یا چھت وغیرہ سے بے اختیار کسی پر گرے اور جس پر گرے وہ مر جائے۔

قتلِ خطا کی دونوں قسموں میں کفارہ اور دیت خفیفہ لازم ہوتی ہے نیز ایسا قاتل وراثت سے بھی محروم ہوتا ہے۔ ۵-قتل بالسبب: قتل کا سبب اختیار کرنا، مثلاً: کسی نے غیر کی زمین میں کنواں کھودا اتفاق سے کنواں کھودنے والے کا رشتہ دار (مورث) اس میں گر کر مر گیا۔ یا غیر کی مملوکہ زمین میں پتھر رکھ دیا، اتفاق سے پتھر رکھنے والے کا رشتہ دار (مورث) اس سے ٹکرا کر گرا اور جاں بحق ہو گیا۔ اس قتل میں صرف عاقلہ پر دیت خفیفہ واجب ہوتی ہے، نہ تو کفارہ واجب ہوتا ہے اور نہ ہی قاتل وراثت سے محروم ہوتا ہے۔

مسئلہ: ۱-اگر کوئی بچہ یا پاگل یا معتوہ (کم عقل) شخص اپنے مورث کو قتل کر دے تو یہ وراثت سے محروم نہیں ہوگا؛ اس لیے کہ یہ سب شرعاً مکلف نہیں ہیں (شریفیہ ص:۱۲)

مسئلہ: ۲-قتل کی یہ چاروں صورتیں اس وقت مانعِ ارث ہوتی ہیں؛ جب کہ قاتل نے اپنے مورث کو بلا وجہ شرعی قتل کیا ہو؛ لہٰذا اگر قتل کسی شرعی وجہ سے ہو، مثلاً: مورث کو قصاصاً قتل کرے، یا حدِ زنا میں رجم کرے، یا اپنی جان بچانے کے لیے مجبور ہو کر قتل کرے تو ان صورتوں میں قاتل وراثت سے محروم نہیں ہوگا۔ (ایضاً)

[1] فتاویٰ عالمگیری میں ہے: هذا الحكمُ في حقِ أهل الكفر لا في حق المسلمين، حتى لو مات مسلم في دار الحرب يرِث ابنهُ الذي في دار الإسلام. (۴۵۴/۶) ترجمہ: یہ حکم کافروں کا ہے مسلمانوں کا نہیں پس اگر کوئی مسلمان دار الحرب میں وفات پا جائے تو اس کا وہ بیٹا جو دار الاسلام میں رہتا ہے وارث ہوگا۔

[2] تفصیل کے لیے دیکھیے علامہ ابن عابدین شامیؒ کی رد المحتار (۵۴۲/۵)

فَصْلٌ فِي الْمَوَانِعِ

اَلْمَانِعُ مِنَ الْإِرْثِ أَرْبَعَةٌ: اَلرِّقُّ وَافِرًا كَانَ أَوْ نَاقِصًا، وَالْقَتْلُ الَّذِيْ يَتَعَلَّقُ بِهٖ وُجُوْبُ الْقِصَاصِ أَوِ الْكَفَّارَةِ[1]، وَاخْتِلَافُ الدِّيْنَيْنِ، وَاخْتِلَافُ الدَّارَيْنِ إِمَّا حَقِيْقَةً كَالْحَرْبِيِّ وَالذِّمِّيِّ، أَوْ حُكْمًا كَالْمُسْتَأْمِنِ، وَالذِّمِّيِّ، أَوِ الْحَرْبِيَّيْنِ مِنْ دَارَيْنِ مُخْتَلِفَيْنِ.

وَالدَّارُ: إِنَّمَا تَخْتَلِفُ بِاِخْتِلَافِ الْمَنَعَةِ وَالْمَلِكِ لِانْقِطَاعِ الْعِصْمَةِ فِيْمَا بَيْنَهُمْ.

ترجمہ: (یہ) فصل (وراثت سے) روکنے والی چیزوں (کے بیان) میں ہے: وراثت سے روکنے والی چیزیں چار ہیں: غلامی: کامل ہو یا ناقص (یعنی غلامی کی تمام صورتیں) اور وہ قتل جس سے قصاص یا کفارے کا وجوب متعلق ہوتا ہے۔ اور دو دینوں کا اختلاف اور (کافروں کے درمیان) دو ملکوں کا اختلاف خواہ حقیقتاً (حسًّا) ہو، جیسے: حربی اور ذمی؛ یا حکماً ہو، جیسے: مستأمن اور ذمی یا دو مختلف دار الحرب کے رہنے والے دو کافر۔

اور ملک الگ ہوتا ہے لشکر اور بادشاہ کے الگ ہونے سے، آپس میں (جانی و مالی) سلامتی کے ختم ہونے کی وجہ سے۔

حل لغت: المانع: روکنے والا، جمع موانع. الدار: ملک، المَنَعَةُ: بروز فَعَلَةٌ مانعٌ کی جمع ہے بمعنی: لشکر؛ اس لیے کہ یہ مخالفین کو روکتا ہے۔ (حاشیہ شریفیہ ص: ۲۰)۔ العِصمَة: بچاؤ، سلامتی جمع عِصَم، المَلِک: بادشاہ، جمع مُلوک.

مانع اور حاجب میں فرق: مانع اور حاجب دونوں لغوی معنی کے اعتبار سے مترادف ہیں؛ لیکن اصطلاح میں فرق ہے: ذات میں پائے جانے والے وصف (قتل، کفر وغیرہ) کی وجہ سے وراثت سے محرومی "منع" اور کسی دوسرے شخص کی وجہ سے وراثت سے محرومی "حجب" کہلاتی ہے۔

---

[1] ایک نسخہ میں "کفارۃ" ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حجب میں جلبِ منفعت ہوتا ہے حاجب خود ترکہ لیتا ہے؛ لیکن منع میں یہ بات نہیں ہوتی۔ (حاشیہ شریفیہ ص:۱۴)۔

یاد رکھنا چاہیے کہ موانع کی وجہ سے محروم ہونے والے وارث کو اصطلاح میں ''محروم'' اور حجب سے محروم ہونے والے کو اصطلاح میں ''محجوب'' کہتے ہیں (ردالمحتار: ۵/۵۴۱)، مزید تفصیل باب الحجب میں آئے گی۔

غلام کے محروم ہونے کی وجہ: غلام اپنے مال کا مالک نہیں ہوتا، اس کا سارا مال آقا کا ہوتا ہے؛ اس لیے اس کو وراثت دینا گویا اس کے آقا کو وراثت دینا ہے جو میت کا رشتہ دار نہیں ہے اور غیر رشتہ دار کو بغیر کسی سبب کے وراثت دینا بالاجماع باطل ہے؛ اس لیے غلام کو وراثت نہیں ملتی۔

قاتل کیوں محروم ہوتا ہے؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: القَاتِلُ لَا يَرِثُ[1] یعنی قاتل وارث نہیں ہوتا۔ اور فقہ کا قاعدہ ہے: مَنِ اسْتَعْجَلَ بِالشيءِ قَبْلَ أَوَانِهِ عُوْقِبَ بِحرمانه: ''جو شخص کسی چیز کو اس کے وقت سے پہلے لینا چاہے تو وہ (بطورسزا) اس چیز سے محروم کر دیا جاتا ہے''۔ اگر قاتل کو وراثت سے محروم نہ کیا جائے گا تو لوگ میراث کی خاطر مورث کو قتل کریں گے اور نظامِ عالم تہ و بالا ہو جائے گا۔[2]

اختلاف دین کیوں مانع ارث ہے؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''لَا يَرِثُ المسلمُ الكافِرَ ولا الكَافِرُ المسلمَ''[3] یعنی نہ تو مسلمان کافر کا وارث ہوگا اور نہ کافر مسلمان کا۔

کفر سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور عقائدِ حقہ کا انکار ہے، خواہ اس کے ساتھ اللہ کی الوہیت اور وحدانیت کا بھی انکار ہو یا نہ ہو، لہٰذا یہودیت، نصرانیت، مجوسیت، ہندو دھرم وغیرہ سب کفر ہیں والكفر ملةٌ واحدةٌ۔[4]

نیز قادیانی بھی مسلمان کا وارث نہیں ہوگا اور نہ مسلمان قادیانی کا وارث ہوگا؛ اس

---

[1] سنن ترمذی (۲/۳۱) سنن ابن ماجہ (۲۶۷۲، ۲/۱۲۲) باب میراث القاتل۔ [2] المواریث (ص:۴۲) [3] صحیح بخاری (۲/۱۰۰۱)۔ [4] شریفیہ مع حاشیہ ص:۱۸۔

لیے کہ یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا انکار کرتے ہیں، اس طرح کہ ملعون مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی مانتے ہیں۔

مسئلہ: جس طرح مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں اسی طرح کفار بھی آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں، اگر چہ وہ آپس میں اپنے مذہب کے اعتبار سے مختلف ہوں؛ لہذا یہودی اپنے نصرانی رشتہ دار، اور نصرانی اپنے یہودی رشتہ دار کے وارث ہوں گے۔

مسئلہ: مسلمان مرتد کا وارث ہوگا؛ لیکن مرتد مسلمان کا وارث نہیں ہوگا؛ اس لیے کہ ارتداد بمنزلۂ موت ہے تو جس طرح مسلمان اپنے رشتہ دار کا اس کے مرنے کے بعد وارث ہوتا ہے وہ مرتد کے ارتداد کے بعد اس کا وارث ہوگا اور مرتد کے اموال مسلمان ورثہ میں تقسیم ہوں گے، اور جس طرح مردہ زندہ کا وارث نہیں ہوتا اسی طرح مرتد کسی مسلمان کا وارث نہیں ہوگا۔ تفصیل فصل فی المرتد میں آئے گی۔[1]

اختلاف ملک کی چند صورتیں

کتاب کی عبارت میں اختلافِ ملک کی چند صورتیں ذکر کی گئی ہیں، ان کو سمجھنے کے لیے چند اصطلاحات سمجھیے:

حربی: اس غیر مسلم کو کہتے ہیں جو دارالحرب کا مستقل باشندہ ہو۔

ذمی: اس غیر مسلم کو کہتے ہیں، جو جزیہ دے کر دارالاسلام میں مستقل رہتا ہو۔

مستامن: اس غیر مسلم کو کہتے ہیں، جو دارالاسلام میں ویزا لے کر عارضی اقامت حاصل کیے ہوئے ہو۔

اختلافِ ملک حقیقی (حسی): حربی اور ذمی کے درمیان حقیقتاً ملک مختلف ہوتا ہے؛ اس لیے کہ اول الذکر دارالحرب کا باشندہ ہے، اور آخر الذکر دارالاسلام کا۔ پس دونوں کو ایک دوسرے کی وراثت نہیں ملے گی۔ مثلاً: رام اور کرشن باپ بیٹے ہیں ایک ہندوستان کا باشندہ ہے اور دوسرا افغانستان میں جزیہ دے کر رہتا ہے تو دونوں میں سے ایک کی موت کی

[1] شریفیہ (ص: ۱۸) الموار یث ص: ۴۴۔

صورت میں دوسرے کو وراثت نہیں ملے گی۔

اختلافِ ملک حکمی (شرعی): مستامن اور ذمی، یہ دونوں بظاہر ایک ہی ملک (دار الاسلام) میں رہتے ہیں؛ لیکن دونوں کے رہنے کی حیثیت میں فرق ہے، ذمی کو دارالاسلام میں مستقلاً شہریت حاصل ہے؛ لیکن مستامن کا قیام دارالاسلام میں عارضی ہے، پس شرعاً وعرفاً دونوں کے ملک مختلف ہیں۔

سوال: مستامن اور ذمی کو جب ایک دوسرے کی وراثت نہیں ملے گی تو اُن کا ترکہ کیا ہوگا؟

جواب: مستامن کا ترکہ دار الحرب میں رہنے والے اُس کے ورثاء کو ملے گا، اور ذمی کا ترکہ دار الاسلام میں رہنے والے اس کے ورثاء کو ملے گا، اور اگر کوئی وارث دار الاسلام میں نہیں ہے تو سارا ترکہ بیت المال میں رکھ دیا جائے گا[1] اور بیت المال کے انتظام وانصرام کے شرعی نہ ہونے کی صورت میں مصارفِ بیت المال یعنی فقراء اور عاجزین میں تقسیم کردیا جائے گا۔

قوله: الحربِيَّيْنِ من دارين مختلفين: یہ بیک وقت حقیقی اور حکمی دونوں کی مثال بن سکتی ہے۔

حقیقی کی صورت: دو مختلف دار الحرب —(مثلاً: امریکہ اور روس)— کے دو حربی ہوں تو دونوں کے درمیان حقیقتاً ملک مختلف ہوگا۔

حکمی کی صورت: دو مختلف دار الحرب —(امریکہ اور روس)— کے دو حربی دار الاسلام (افغانستان) میں ویزا لے کر رہتے ہوں، تو اگرچہ بظاہر یہ دونوں ایک ہی ملک میں ہیں؛ لیکن حکماً دونوں دو مختلف ملک امریکہ اور روس کے رہنے والے ہیں؛ اس لیے ان تمام صورتوں میں ایک کافر کو دوسرے کی وراثت نہیں ملے گی۔

نوٹ: حربی اور مستامن کو ایک دوسرے کی وراثت ملے گی؛ اس لیے کہ دونوں کی شہریت دار الحرب کی ہوتی ہے اگرچہ کہ مستامن دار الاسلام میں ہوتا ہے؛ لیکن اس کی

---

[1] شریفیہ (ص:۱۴ او۱۹)۔

اقامت عارضی ہوتی ہے۔

ائمۂ ثلاثہ کے نزدیک اختلافِ ملک: امام مالک اور احمد بن حنبل رحمہما اللہ کے نزدیک اختلافِ ملک مطلقاً مانعِ ارث نہیں ہے[1] اور علامہ جرجانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے مطابق امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اختلافِ دار کو سرے سے مانع ارث نہیں مانتے ہیں۔[2]

باب — ۱

فروضِ مقدرہ اور ان کے مستحقین

فروض: فرض کی جمع ہے، جس کے معنی ہیں: حصہ، قرآن پاک میں جو حصے مذکور ہیں ان کو ''فروضِ مقدرہ'' کہتے ہیں وہ یہ ہیں:

۱—	نِصف	(آدھا)	دو میں سے ایک، $\frac{1}{2}$
۲—	رُبُع	(چوتھائی)	چار میں سے ایک، $\frac{1}{4}$
۳—	ثُمُن	(آٹھواں)	آٹھ میں سے ایک $\frac{1}{8}$
۴—	ثُلُث	(تہائی)	تین میں سے ایک $\frac{1}{3}$
۵—	ثُلُثان	(دو تہائی)	تین میں سے دو $\frac{2}{3}$
۶—	سُدُس	(چھٹا)	چھ میں سے ایک، $\frac{1}{6}$

فروضِ مقدرہ کی دو قسمیں ہیں: قسم اول: نصف، رُبع، ثُمن۔ قسم ثانی: ثُلثان، ثُلُث، سُدُس۔

تضعیف وتنصیف: ان دونوں قسموں کی خوبی یہ ہے کہ اگر ان کو داہنی طرف سے دیکھا جائے تو ہر عدد دوسرے کے مقابلے میں دوگنا نظر آئے گا۔ مثال کے طور پر قسم اول کو داہنی طرف سے دیکھیے: نصف: رُبُع کا دوگنا ہے اور ربع: ثمن کا۔ اسی طرح قسم ثانی میں بھی ثُلُثان: ثُلُث کا دوگنا ہے، اور ثلث: سُدُس کا۔ اس کو ''تضعیف'' کہتے ہیں۔ تضعیف کے معنی: دوچند کرنا، یعنی عدد کو اس طرح ذکر کرنا کہ داہنی طرف سے ہر عدد دوسرے کا دوگنا

---

[1] ارشاد الرائض الی علم الفرائض۔ [2] شریفیہ (ص:۲۰)۔

نظر آئے۔

انھیں عددوں کو اگر بائیں طرف سے دیکھا جائے تو ہر عدد دوسرے کے مقابلے میں آدھا نظر آئے گا۔ مثال کے طور پر قسم اول کو بائیں طرف سے دیکھیے: ثُمن: رُبع کا آدھا اور ربع: نصف کا آدھا ہے اور دوسری قسم میں سُدُس: ثُلث کا آدھا اور ثُلُث: ثلثان کا آدھا ہے۔ اس کو "تنصیف" کہتے ہیں، تنصیف کے معنی ہیں: آدھا کرنا، یعنی عدد کو اس طرح ذکر کرنا کہ بائیں طرف سے ہر عدد دوسرے کے مقابلے میں آدھا نظر آئے۔

بَاب مَعْرِفَةِ الْفُرُوْضِ وَمُسْتَحِقِّيْهَا

الْفُرُوْضُ الْمُقَدَّرَةُ فِي كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى سِتَّةٌ: اَلنِّصْفُ، وَالرُّبُعُ، والثُّمُنُ، والثُّلُثَانِ، وَالثُّلُثُ وَالسُّدُسُ عَلَى التَّضْعِيْفِ وَالتَّنْصِيْفِ.

ترجمہ: مقررہ حصوں اور ان کے حصہ داروں کے جاننے کا بیان: قرآنِ پاک میں جو حصے متعین ہیں وہ چھ ہیں: نصف (آدھا) رُبُع (چوتھائی) ثُمن (آٹھواں) ثُلثان (دو تہائی) ثُلُث (تہائی) سُدُس (چھٹا) تضعیف اور تنصیف کے طریقے پر۔

اصحابِ فرائض

جن کا حصہ شریعت میں متعین ہے، انھیں اصحابِ فرائض کہا جاتا ہے، یہ کل بارہ افراد ہیں: چار مرد اور آٹھ عورتیں:

۱- باپ ۲- جدِ صحیح (دادا) اوپر تک ۳- اخیافی (ماں شریک) بھائی ۴- شوہر ۵- بیوی ۶- بیٹی ۷- پوتی نیچے تک ۸- حقیقی بہن ۹- علاتی (باپ شریک) بہن ۱۰- اخیافی بہن ۱۱- ماں ۱۲- جدۂ صحیحہ (دادی اور نانی) اوپر تک۔

وَأَصْحَابُ هٰذِهِ السِّهَامِ اِثْنَا عَشَرَ نَفَرًا: أَرْبَعَةٌ مِنَ الرِّجَالِ وَهُمُ الْأَبُ وَالْجَدُّ الصَّحِيْحُ - وَهُوَ أَبُ الْأَبِ وَإِنْ عَلَا - وَالْأَخُ لِأُمٍّ، وَالزَّوْجُ، وَثَمَانٍ مِنَ النِّسَاءِ وَهُنَّ: الزَّوْجَةُ، وَالْبِنْتُ، وَبِنْتُ الِابْنِ - وَإِنْ سَفَلَتْ - وَالْأُخْتُ لِأَبٍ وَأُمٍّ، وَالْأُخْتُ لِأَبٍ، وَالْأُخْتُ لِأُمٍّ،

وَالْأُمُّ، وَالْجَدَّةُ الصَّحِيحَةُ - وَهِيَ الَّتِيْ لَا يَدْخُلُ فِيْ نِسْبَتِهَا إِلَى الْمَيِّتِ جَدٌّ فَاسِدٌ.

ترجمہ: اور ان حصوں (کے لینے) والے بارہ افراد ہیں: چار مردوں میں سے ہیں، اور وہ باپ اور دادا- اور وہ باپ کا باپ ہے چاہے (رشتہ میں) اوپر ہو یعنی پردادا، سکڑ دادا، لکڑ دادا ہو- اور اخیافی (ماں شریک) بھائی اور شوہر ہے۔ اور آٹھ عورتوں میں سے ہیں: اور وہ بیوی لڑکی اور پوتی چاہے (رشتہ میں) نیچے ہو یعنی پرپوتی، سکڑ پوتی، لکڑ پوتی ہو، اور حقیقی بہن اور علاتی بہن اور اخیافی بہن، اور ماں اور جدۂ صحیحہ (دادی اور نانی اوپر تک) ہے اور وہ ایسی جدہ ہے جس کی میت کی طرف نسبت کرنے میں جد فاسد واسطہ نہ ہو۔

لغت: سَفَلَتْ: (نصر، سمع، کرم) تینوں بابوں سے آتا ہے؛ البتہ نصر سے پڑھنا زیادہ بہتر اور مشہور ہے کرم سے پڑھنے کو غلط کہا گیا ہے؛ اس لیے کہ اس کا مصدر سَفَالَة بھی ہے، جس کے معنی دنائت وحقارت کے ہیں۔[1]

فوائد (۱) — ماں، باپ سے مراد صرف وہ لوگ ہیں جن سے میت (مورِث) پیدا ہوا ہو، سوتیلا باپ اور سوتیلی ماں مراد نہیں۔

(۲) — جد صحیح: وہ مذکر اصل بعید ہے جس کا میت سے رشتہ جوڑنے میں مؤنث کا واسطہ نہ آئے ﴿هو الذي لَاتَدْخُلُ في نسبتِهِ إِلَى الميتِ أمٌّ﴾ جیسے: دادا (باپ کا باپ) پردادا (باپ کے باپ کا باپ)

(۳) — جد فاسد: وہ مذکر اصل بعید ہے، جس کا میت سے رشتہ جوڑنے میں مؤنث کا واسطہ ہو ﴿هو الذي تَدْخُلُ في نسبتِهِ إِلَى الميتِ أمٌّ﴾ جیسے: نانا (ماں کا باپ)

(۴) — جدۂ صحیحہ: وہ مؤنث اصل بعید ہے جس کا میت سے رشتہ جوڑنے میں جد فاسد کا واسطہ نہ آئے ﴿هي التي لا يدخلُ في نسبتها إلى الميتِ جدٌّ فاسدٌ﴾

---

[1] مثلث الفاء والفتح أشهر؛ لأنه من السُّفُول ضد العلو، وقيل: الضم خطأ؛ لأنه من السَّفَالة أي الدنائة (الرحيق المختوم ص:٣٣).

جیسے: دادی (باپ کی ماں)، نانی (ماں کی ماں)، پردادی (دادا کی ماں)۔

(۵)— جدۂ فاسدہ: وہ مؤنث اصل بعید ہے جس کا میت سے رشتہ جوڑنے میں جد فاسد کا واسطہ ہو ﴿هي التي يَدْخُلُ في نِسْبَتِهَا إلى الميتِ جدٌ فاسدٌ﴾ جیسے: نانا کی ماں۔

(۶) — اخیافی بھائی بہن سے وہ بھائی بہن مراد ہیں جن کی ماں ایک ہو اور باپ الگ ہو۔

(۷)— شوہر اور بیوی کے ایک دوسرے کے وارث ہونے کی شرط یہ ہے کہ دونوں کا نکاح صحیح ہو، باطل یا فاسد نکاح کی صورتوں میں ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے، (الدر المختار مع رد المحتار: کتاب الفرائض)

(۸)— پوتی سے مراد بیٹے کی بیٹی، پوتے کی بیٹی (سکڑ پوتی) اور پر پوتے کی بیٹی (لکڑ پوتی) نیچے تک ہے۔

باپ کے احوال

باپ کی تین حالتیں ہیں:

۱ — اگر میت نے باپ کے ساتھ اپنی کوئی مذکر اولاد (بیٹا، پوتا، پرپوتا نیچے تک) چھوڑی ہو تو باپ کو سدس (چھٹا) ملے گا، اس حالت کو "فرض مطلق" کہتے ہیں اور باپ کو اس حالت میں "ذوالفرض محض" کہا جاتا ہے۔

مثال: مسئلہ ۶ عبدالاول

میت

اب	ابن
سدس	عصبہ بنفسہ
۱	۵

۲ — اگر میت نے اپنے باپ کے ساتھ صرف مؤنث اولاد (بیٹی، پوتی، پرپوتی نیچے تک) چھوڑی ہو تو باپ سدس پانے کے ساتھ عصبہ بنفسہ بھی ہوگا اس حالت کو "فرض مع تعصیب" اور باپ کو اس حالت میں "ذوالفرض مع التعصیب" کہتے ہیں۔

مثال: مسئلہ ۶ عبداللہ

میت

اب	بنت
سدس وعصبہ بنفسہ	نصف
۱+۲=۳	۳

۳ ــــ اگر میت کی کوئی مذکر ومؤنث اولاد یا مذکر اولاد کی اولاد نیچے تک نہ ہو تو باپ تنہا ہونے کی صورت میں پورا ترکہ اور دوسرے اصحاب فرائض کے ساتھ ہونے کی صورت میں ان کو دینے کے بعد بچا ہوا ترکہ پائے گا۔ اس حالت کو "تعصیب محض" اور باپ کو اس حالت میں "عصبہ محض" کہتے ہیں۔

مثال: مسئلہ ۱ عبدالرحمٰن

میت

اب

عصبہ محض

۱

مثال: مسئلہ ۳ عبدالرحیم

میت

اب	ام
عصبہ محض	ثلث
۲	۱

نوٹ: مسئلہ بنانے کے قواعد باب مخارج الفروض میں آئیں گے!

أَمَّا الْأَبُ فَلَهُ أَحْوَالٌ ثَلَاثٌ: الْفَرْضُ الْمُطْلَقُ: هُوَ السُّدُسُ وَذٰلِكَ مَعَ الْإِبْنِ أَوْ إِبْنِ الْإِبْنِ وَإِنْ سَفَلَ، وَالْفَرْضُ وَالتَّعْصِيبُ مَعًا وَذٰلِكَ مَعَ الْابْنَةِ وَابْنَةِ الْإِبْنِ وَإِنْ سَفَلَتْ، وَالتَّعْصِيبُ الْمَحْضُ وَذٰلِكَ عِنْدَ عَدَمِ الْوَلَدِ[1] وَوَلَدِ الْإِبْنِ وَإِنْ سَفَلَ.

ترجمہ: رہا باپ تو اس کی تین حالتیں ہیں: مطلق مقررہ حصہ ــــ اور وہ سدس ہے ــــ اور وہ لڑکے یا پوتے کے ساتھ ہے ــــ چاہے (پوتا رشتہ میں) نیچے ہو ــــ اور مقررہ حصہ (سدس) اور عصبہ بھی: اور وہ لڑکی یا پوتی کے ساتھ ہے ــــ چاہے (رشتہ میں) نیچے ہو

[1] لفظ "ولد" لغوی اعتبار سے عام ہے لڑکا اور لڑکی دونوں کو شامل ہے۔ (شریفیہ ص: ۲۳)۔

—اور عصبۂ محض اور وہ لڑکے لڑکی اور پوتے پوتی—اگر چہ (رشتہ میں) نیچے ہوں—کے نہ ہونے کی صورت میں ہے۔

دلائل: پہلی اور دوسری دونوں حالتوں کی دلیل اللہ کا یہ ارشاد گرامی ہے:

﴿وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ﴾ والدین میں سے ہر ایک کے لیے ترکہ کا چھٹا حصہ ہے اگر میت کی کوئی اولاد ہو—اولاد اگر مذکر ہے تو وہ عصبہ ہونے کی وجہ سے ذوی الفروض سے بچا ہوا ترکہ لے لے گا؛ اس لیے باپ کو صرف اس کا مقررہ حصہ یعنی سدس ملے گا۔ اور اگر اولاد مؤنث ہے تو چوں کہ وہ عصبہ نہیں ہوتی؛ اس لیے ان کا حصہ دینے کے بعد اگر مال بچے گا تو وہ بھی باپ کو مل جائے گا، اس طرح باپ سدس کا مستحق ہونے کے ساتھ عصبہ بھی ہوگا۔

تیسری حالت کی دلیل اللہ کا یہ ارشاد ہے: ﴿فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُ وَلَدٌ وَّوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ﴾ یعنی اگر کوئی اولاد نہ ہو اور میت کے والدین وارث ہوں تو اس کی ماں کو ایک تہائی ترکہ ملے گا۔

اس آیت میں باپ کا حصہ نہیں بیان کیا گیا۔ صرف ماں کا بیان کیا گیا ہے، اس سے سمجھا گیا کہ اولاد کی عدم موجودگی میں ماں کو ثلث دینے کے بعد باقی بچا ہوا ترکہ باپ کو ملے گا یعنی باپ عصبۂ محض ہوگا۔

وجہِ حصر: باپ کی کل تین حالتیں ہیں: میت نے اپنے باپ کے ساتھ کوئی اولاد چھوڑی ہوگی یا نہیں؟ اگر نہیں چھوڑی تو باپ ''عصبۂ محض'' ہوگا۔ اور اگر کوئی اولاد چھوڑی ہے تو اولاد مذکر ہوگی یا فقط مؤنث؟ اگر مذکر ہے[1] تو باپ ''ذوالفرض محض'' ہوگا یعنی سدس پائے گا۔ اور اگر اولاد فقط مؤنث ہے تو باپ ''ذوالفرض مع التعصیب'' ہوگا، یعنی سدس پانے کے ساتھ عصبہ بھی ہوگا۔

---

[1] مذکر کے ہوتے ہوئے مؤنث کا اعتبار نہیں۔

جدِ صحیح کے احوال

''جدِ صحیح'' مذکر اصل بعید کو کہتے ہیں جس کا میت سے رشتہ جوڑنے میں مؤنث کا واسطہ نہ آئے۔ پس دادا (باپ کا باپ) جدِ صحیح ہے اور نانا (ماں کا باپ) جدِ فاسد ہے۔

جدِ صحیح کے چار احوال ہیں:

۱— اگر میت کے دادا کے ساتھ اس کا باپ بھی موجود ہو تو دادا ساقط ہوگا؛ اس لیے کہ باپ کا رشتہ میت سے قریب ہے اور وراثت کا قاعدہ یہ ہے کہ اقرب (نزدیک والے) کے ہوتے ہوئے ابعد (دور والا) ساقط ہوتا ہے، اسی طرح دادا کی وجہ سے پردادا ساقط ہوگا۔

مثال: مسئلہ ۱ میت رشید

اب الاب (دادا)	اب
ساقط	عصبۂ محض
	۱

مثال: مسئلہ ۱ میت ارشد

اب اب الاب (پردادا)	اب الاب (دادا)
ساقط	عصبۂ محض
	۱

۲— اگر باپ نہ ہونے کی صورت میں دادا کے ساتھ میت کی مذکر اولاد (بیٹا، پوتا، پرپوتا نیچے تک) ہو تو دادا کو سدس (چھٹا) ملے گا۔

مثال: مسئلہ ۶ میت ارشاد

اب الاب	ابن
سدس	عصبہ
۱	۵

مثال: مسئلہ ٦ میت مرشد

ابن الابن	اب الاب
عصبہ	سدس
۵	۱

۳۔۔ اگر دادا کے ساتھ باپ کے بجائے میت کی صرف مؤنث اولاد (بیٹی، پوتی، پر پوتی نیچے تک) ہو تو دادا سدس پانے کے ساتھ عصبہ بھی ہوگا۔

مثال: مسئلہ ٦ میت رُشدیٰ

بنت	اب الاب
نصف	سدس، عصبہ
۳	۱+۲=۳

۴۔۔ اگر دادا کے ساتھ میت کی کوئی اولاد نہ ہو تو دادا عصبۂ محض ہوگا، تنہا ہونے کی صورت میں سارا ترکہ اور دوسرے اصحابِ فرائض کے ساتھ ہونے کی صورت میں ان کو دینے کے بعد بچا ہوا ترکہ پائے گا۔

مثال: مسئلہ ۱ میت رشیدہ

اب الاب
عصبۂ محض
۱

مثال: مسئلہ ۳ میت عبدالرحیم

ام	اب الاب
ثلث	عصبۂ محض
۱	۲

غرض: جس طرح باپ کی تین حالتیں ہیں؛ اسی طرح باپ کی عدم موجودگی میں جدِ صحیح کی بھی تین حالتیں ہیں: یعنی تمام مسائل میں جدِ صحیح باپ کی طرح ہے؛ البتہ چار مسئلوں میں دونوں کے احکام الگ ہیں، ان مسائل کو مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب میں ان کی جگہوں میں بیان کیا ہے۔ میں نے قارئین کی سہولت کے لیے یہاں ترجمۂ عبارت

اور وجہِ حصر بیان کرنے کے بعد سب کو یکجا لکھ دیا ہے۔

وَالْجَدُّ الصَّحِيْحُ: كَالْأَبِ إِلَّا فِيْ أَرْبَعِ مَسَائِلَ — وَسَنَذْكُرُهَا فِيْ مَوَاضِعِهَا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالىٰ — وَيَسْقُطُ الْجَدُّ بِالْأَبِ؛ لِأَنَّ الْأَبَ أَصْلٌ فِيْ قَرَابَةِ الْجَدِّ إِلَى الْمَيِّتِ وَالْجَدُّ الصَّحِيْحُ: هُوَالَّذِيْ لَا تَدْخُلُ فِيْ نِسْبَتِهٖ إِلَى الْمَيِّتِ أُمٌّ.

ترجمہ: اور دادا باپ کی طرح ہے؛ مگر چار مسئلوں میں — اور آگے ہم ان مسئلوں کو ان کی جگہوں پر بیان کریں گے، ان شاء اللہ — اور دادا باپ کی وجہ سے محروم ہو جاتا ہے؛ اس لیے کہ میت سے دادا کا رشتہ جوڑنے میں باپ اصل (واسطہ) ہے۔ اور دادا وہ (مذکر اصل بعید) ہے جس کی میت کی طرف نسبت کرنے میں ماں داخل (واسطہ) نہ ہو۔

وجہِ حصر: جدِ صحیح کی چار حالتیں ہیں: اس طرح کہ میت نے اپنے باپ کو چھوڑا ہوگا یا نہیں؟ اگر چھوڑا ہے تو دادا ساقط ہوگا اور اگر نہیں چھوڑا ہے تو اپنی اولاد چھوڑی ہوگی یا نہیں؟ اگر نہیں چھوڑی ہے تو دادا ''عصبہ محض'' ہوگا۔ اور اگر چھوڑی ہے تو اولاد مذکر ہوگی یا فقط مؤنث؟ اگر مذکر ہے تو دادا ''ذوالفرض محض'' ہوگا (یعنی سدس پائے گا) اور اگر اولاد فقط مؤنث ہے تو دادا ''ذوالفرض مع التعصیب'' ہوگا۔ (یعنی سدس پانے کے ساتھ عصبہ بھی ہوگا)

چار مسائل جن میں باپ اور دادا کے درمیان فرق ہے

پہلا مسئلہ: حقیقی اور علاتی بھائی بہن: باپ کی موجودگی میں بالاتفاق ساقط ہو جاتے ہیں؛ لیکن دادا کی موجودگی میں صاحبین کے نزدیک ساقط نہیں ہوتے، البتہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دادا کی موجودگی میں بھی ساقط ہو جاتے ہیں اور اسی پر فتوی ہے (الرحیق المختوم ص: ۴۵) پس صاحبین کے مسلک کے اعتبار سے باپ اور دادا میں فرق ہوگا؛ البتہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کوئی فرق نہ ہوگا۔[1]

دوسرا مسئلہ: اگر ورثاء میں میاں بیوی میں سے کوئی ایک، اور ماں کے ساتھ باپ بھی ہو تو ماں کو ثلث باقی یعنی شوہر یا بیوی کا حصہ نکالنے کے بعد جو مال بچا ہے اس کا ثلث

[1] تفصیل حقیقی بہنوں اور علاتی بہنوں کے احوال میں آئے گی۔

ملے گا؛ لیکن باپ کے بجائے دادا ہو تو ماں کو ثلثِ کل یعنی پورے ترکہ کی تہائی ملے گی، یہی طرفین کا مسلک ہے اور اسی پر فتویٰ ہے — البتہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دادا کی موجودگی میں بھی ماں کو ثلثِ باقی ملے گا۔ پس طرفین کے مسلک کے اعتبار سے باپ اور دادا میں فرق ہوگا، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کوئی فرق نہ ہوگا۔[1]

تیسرا مسئلہ: باپ کی موجودگی میں دادی ساقط ہو جاتی ہے؛ لیکن دادا کی موجودگی میں دادی ساقط نہیں ہوتی۔[2]

چوتھا مسئلہ: اگر میت نے ورثاء میں مولی العتاقہ (معتِق) کا باپ اور بیٹا چھوڑا ہو تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک معتِق کے باپ کو وَلاء کا سدس ملے گا اور باقی معتِق کے بیٹے کو ملے گا؛ لیکن اگر ورثاء میں معتِق کا دادا اور بیٹا ہو تو پوری وَلاء بیٹے کو ملے گی، اور طرفین کے نزدیک معتِق کے بیٹے کی موجودگی میں نہ معتِق کے باپ کو کچھ ولاء ملتی ہے نہ معتِق کے دادا کو اسی پر فتویٰ ہے۔ پس امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک باپ اور دادا میں فرق ہوگا؛ طرفین کے نزدیک کوئی فرق نہ ہوگا۔[3]

اخیافی بھائی بہن کے احوال

ماں شریک بھائی بہن کو "اولادِ ام" اور اخیافی بھائی بہن کہتے ہیں، ان کی تین حالتیں ہیں:

ا — ایک اخیافی بھائی یا اخیافی بہن ہو تو اس کو سدس ملے گا۔

مثال: مسئلہ ٦ میت شاکر

اخ لام	عم
سدس	عصبہ
١	٥

٢ — ایک سے زیادہ اخیافی بھائی بہن ہوں تو ان کو ثلث ملے گا — یہاں یہ بات

[1] تفصیل ماں کے احوال میں آئے گی۔ [2] تفصیل جدہ کے احوال میں آئے گی۔ [3] تفصیل باب العصبات کے آخر میں آئے گی۔

خاص طور پر یاد رکھنی چاہیے کہ اخیافی بھائی بہنوں کو جو ترکہ ملتا ہے وہ ان کے درمیان برابر برابر تقسیم ہوتا ہے یعنی جتنا ایک اخیافی بھائی کو دیا جاتا ہے، اتنا ہی ایک اخیافی بہن کو بھی دیا جائے گا، بھائی کو بہن سے دوگنا نہیں دیا جائے گا۔

مثال: مسئلہ۳ شافع

میت	
۴/اخت لام	عم
ثلث	عصبہ
۱	۲

مثال: مسئلہ۳ شاہد

میت		
۲/اخت لام	۳/اخ لام	عم
ثلث		عصبہ
۱		۲

۳۔۔۔ اگر میت کی اولاد یا مذکر اولاد کی اولاد نیچے تک ہو، یا میت کا باپ دادا اوپر تک ہو تو اخیافی بھائی بہن ساقط ہو جاتے ہیں۔

مثال: مسئلہ۱ شوکت

میت	
اخت لام	ابن
ساقط	عصبہ
	۱

مثال: مسئلہ۲ سرور

میت		
اخ لام	بنت الابن	عم
ساقط	نصف	عصبہ
	۱	۱

مثال: مسئلہ۱ رحمت

میت		
اخت لام	اخ لام	اب
ساقط	ساقط	عصبہ
		۱

وَأَمَّا لِأَوْلَادِ الْأُمِّ فَأَحْوَالٌ ثَلَاثٌ: اَلسُّدُسُ لِلْوَاحِدِ، وَالثُّلُثُ لِلِاثْنَيْنِ فَصَاعِداً[1] — ذُكُورُهُمْ وَإِنَاثُهُمْ فِي الْقِسْمَةِ وَالْاِسْتِحْقَاقِ سَوَاءٌ — وَيَسْقُطُوْنَ بِالْوَلَدِ وَوَلَدِ الابْنِ وَإِنْ سَفَلَ وَبِالْأَبِ وَالْجَدِّ بِالْاِتِّفَاقِ.

ترجمہ: اور رہے ماں شریک بھائی بہن تو (ان کی) تین حالتیں ہیں: سدس ایک کے لیے اور ثلث دو یا زیادہ کے لیے — ان کے مذکر اور مؤنث (یعنی ماں شریک بھائی اور ماں شریک بہن) تقسیم میں اور حصہ دار ہونے میں برابر ہیں — اور یہ سب ساقط ہو جاتے ہیں اولاد سے اور بیٹے کی اولاد سے چاہے وہ (رشتہ میں) نیچے ہوں اور باپ اور دادا سے بالاتفاق۔

دلائل: دلائل بیان کرنے سے پہلے "کلالہ" کی تعریف جاننی ضروری ہے، کلالہ: ایسے مرد یا ایسی عورت کو کہتے ہیں جس کے نہ باپ، دادا، پردادا، اوپر تک ہوں اور نہ ہی کسی طرح کی کوئی اولاد (بیٹا، بیٹی) یا مذکر اولاد کی اولاد نیچے تک ہو۔

ترکہ پہلے فروع اور اصول پر تقسیم ہوتا ہے، اصول اور فروع کی موجودگی میں دوسرے لوگ محروم رہتے ہیں؛ اس لیے اخیافی بھائی بہن: میت کے باپ دادا اوپر تک اور اولاد اور مذکر اولاد کی اولاد نیچے تک کی موجودگی میں محروم ہوتے ہیں۔

اور اگر کوئی "کلالہ" ہو یعنی نہ اس کے باپ دادا میں سے کوئی ہو اور نہ کوئی اولاد یا مذکر اولاد کی اولاد (نیچے تک) میں سے ہو — اور اس کے اخیافی بھائی بہن ہوں تو ان کو ترکہ ملے گا۔ ایک ہو تو سدس ملے گا؛ قرآنِ پاک میں ہے: "وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَّلَهٗ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ" اس آیت میں اخ اور اخت سے بالاجماع اخیافی بھائی بہن مراد ہیں، حضرت اُبَی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ہے (وَلَهٗ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ مِنَ الأُمِّ) آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی مرد یا

[1] فصاعداً (اوپر کی طرف بڑھنے والا) یہ العدد سے حال واقع ہے، تقدیری عبارت یہ ہے: فاحفظِ العَدَدَ حَالَ كَوْنِهٖ صَاعِدًا (شریفیہ ص: ۲۴)۔

عورت کے ورثاء میں اس کے باپ یا اولاد نہ ہو؛ بلکہ صرف ایک اخیافی بھائی یا اخیافی بہن ہو تو اس کو "سدس" ملے گا۔ (شریفیہ: ۲۴)۔

اور ایک سے زیادہ ہونے کی صورت میں "ثلث" ملنے کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: "فَإِنْ كَانُوْا أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ" یعنی اگر (ماں شریک بھائی بہن) ایک سے زیادہ ہوں تو یہ سب (مذکر و مؤنث کی تفریق کے بغیر) ترکہ کے تہائی حصہ میں (برابر کے) شریک ہوں گے۔ (نساء: ۱۲)

وجہ حصر: اخیافی بھائی بہن کی تین حالتیں ہیں: میت نے اخیافی بھائی بہنوں کے ساتھ فروع[۱] اور اصولِ مذکر[۲] میں سے کسی کو چھوڑا ہوگا یا نہیں؟ اگر چھوڑا ہے تو اخیافی بھائی بہن "ساقط" ہوں گے اور اگر نہیں چھوڑا تو ایک ہونے کی صورت میں ان کو "سدس" اور ایک سے زیادہ ہونے کی صورت میں "ثلث" ملے گا (ثلث میں مذکر و مؤنث برابر کے شریک ہوں گے، ان میں ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ کا قاعدہ جاری نہ ہوگا)۔

شوہر کے احوال

شوہر کی دو حالتیں ہیں:

۱۔۔۔ اگر میت کی اولاد یا مذکر اولاد کی اولاد نیچے تک نہ ہو تو شوہر کو نصف ملے گا۔

مثال: مسئلہ ۲ میت رابعہ

زوج	اب
نصف	عصبہ
۱	۱

۲۔۔۔ اگر میت کی اولاد یا مذکر اولاد کی اولاد نیچے تک (بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی نیچے تک) ہو تو شوہر کو ربع ملے گا۔

نوٹ: اولاد عام ہے خواہ مذکر ہو یا مؤنث اور اسی شوہر سے ہو یا پہلے شوہر سے؛ البتہ اولاد کا میت کی وفات کے وقت زندہ ہونا ضروری ہے، جو اولاد پہلے وفات پا چکی اس

[۱] یعنی قریب و بعید کی مذکر و مؤنث اولاد جیسے: لڑکا لڑکی، پوتا، پوتی، پر پوتا، پر پوتی او پر تک۔ [۲] باپ دادا پر دادا او پر تک۔

کا اعتبار نہیں۔

مثال: مسئلہ۴ میت نابغہ

زوج	ابن
ربع	عصبہ
۱	۳

مثال: مسئلہ۴ میت زاہدہ

زوج	بنت	عم
ربع	نصف	عصبہ
۱	۲	۱

مثال: مسئلہ۴ میت رحمت

زوج	بنت الابن	عم
ربع	نصف	عصبہ
۱	۲	۱

وَأَمَّا لِلزَّوْجِ فَحَالَتَانِ: اَلنِّصْفُ عِنْدَ عَدَمِ الْوَلَدِ وَوَلَدِ الْاِبْنِ وَإِنْ سَفَلَ، وَالرُّبُعُ مَعَ الْوَلَدِ أَوْ وَلَدِ الْاِبْنِ وَإِنْ سَفَلَ.

ترجمہ: اور رہا شوہر، تو (اس کی) دو حالتیں ہیں: نصف ہے (میت کی) اولاد اور بیٹے کی اولاد — چاہے (رشتہ میں) نیچے تک ہو — کے نہ ہونے کی صورت میں۔ اور ربع (چوتھائی) ہے اولاد یا بیٹے کی اولاد کے ساتھ — چاہے (رشتہ میں) نیچے ہو۔

دلیل: شوہر کو نصف و ربع ملنے کی دلیل اللہ کا ارشاد ہے: "**وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ، فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ**" ترجمہ: اور تمہارے لیے تمہاری بیویوں کے ترکے کا آدھا ہے اگر ان کی کوئی اولاد نہ ہو، اور اگر بیویوں کی کوئی اولاد ہو تو تمہارے لیے ان کے ترکے کا چوتھائی حصہ ہے۔

بیویوں کے احوال

بیویوں کی بھی دو حالتیں ہیں:

۱۔۔۔اگر میت کی اولاد یا مذکر اولاد کی اولاد نیچے تک نہ ہوتو بیویوں کو ربع ملے گا۔

مثال: مسئلہ۴ ظفر
میتہ

زوجہ	اب
ربع	عصبہ
۱	۳

۲۔۔۔اگر میت کی اولاد یا مذکر اولاد کی اولاد (بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی) نیچے تک ہوتو بیویوں کو ثمن ملے گا۔

نوٹ: بیوی ایک ہو یا ایک سے زیادہ، ربع اور ثمن میں سب برابر کی شریک ہوں گی۔

مثال: مسئلہ۸ ظفیر
میتہ

زوجہ	ابن
ثمن	عصبہ
۱	۷

مثال: مسئلہ۸ مظفر
میتہ

۲زوجہ	بنت	عم
ثمن	نصف	عصبہ
۱	۴	۳

مثال: مسئلہ۸ اظفر
میتہ

۳زوجہ	ابن العم	بنت الابن
ثمن	عصبہ	نصف
۱	۳	۴

مثال: مسئلہ۸ ظفر
میتہ

۴زوجہ	ابن الابن
ثمن	عصبہ
۱	۷

فَصْلٌ فِي النِّسَاءِ

أَمَّا لِلزَّوْجَاتِ فَحَالَتَانِ: الرُّبُعُ، لِلْوَاحِدَةِ فَصَاعِدَةً، عِنْدَ عَدَمِ الْوَلَدِ وَوَلَدِ الِابْنِ وَإِنْ سَفَلَ، وَالثُّمُنُ مَعَ الْوَلَدِ أَوْ وَلَدِ الِابْنِ وَإِنْ سَفَلَ.

ترجمہ: (یہ) فصل عورتوں (کے احوال کے بیان) میں ہے: رہی بیویاں تو (ان کی) دو حالتیں ہیں: ربع ہے ایک یا زیادہ کے لیے (میت کی) اولاد اور بیٹے کی اولاد ــــ چاہے (رشتہ میں) نیچے ہو ــــ کے نہ ہونے کی صورت میں۔ اور ثمن ہے (میت کی) اولاد یا بیٹے کی اولاد کے ساتھ۔ اگر چہ (رشتہ میں) نیچے ہو۔

دلیل: بیویوں کو ربع اور ثمن ملنے کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ﴾ ترجمہ: اور بیویوں کے لیے ترکہ کی چوتھائی ہے اگر تمہاری اولاد نہ ہو، اور اگر تمہاری اولاد ہو تو ان کے لیے تمہارے ترکے کا آٹھواں حصہ ہے۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ نے شوہر اور بیوی کی وراثت میں بھی "مذکر کو مؤنث سے دوگنا" دینے کا قاعدہ ملحوظ رکھا ہے؛ چناں چہ اولاد نہ ہونے کی صورت میں شوہر کو نصف اور بیوی کو ربع؛ اور اولاد ہونے کی صورت میں شوہر کو ربع اور بیوی کو ثمن ملتا ہے۔ (مجلسی افادات حضرت مفتی سعید احمد پالن پوریؒ)

بیٹیوں کے احوال

بیٹیوں کی تین حالتیں ہیں:

۱ــــ اگر بیٹی ایک ہو تو نصف (آدھا) ملے گا۔

مثال: مسئلہ ۶ میت جمیل

بنت	اب
نصف	سدس و عصبہ
۳	۱+۲=۳

۲۔۔۔اگر بیٹیاں دو یا زیادہ ہوں تو ان کو ثلثان (دو تہائی) ملے گا، جسے وہ آپس میں برابر برابر تقسیم کرلیں گی۔

مثال: مسئلہ ۶

میت	جمال
۲ بنت	جد
ثلثان	سدس وعصبہ
۴	۱+۱=۲

۳۔۔۔اگر بیٹیوں کے ساتھ کوئی بیٹا بھی ہو تو وہ ان کو عصبہ بنائے گا، اور پورا ترکہ یا ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو مال بچا ہے وہ ان کے درمیان اس طرح تقسیم کیا جائے گا کہ ایک بیٹے کو دو بیٹیوں کے برابر حصے ملے۔

مثال: مسئلہ ۸

میت	اجمل
۲ بنت	۱۳ ابن
عصبہ بالغیر	عصبہ بنفسہ
۲	۶

وَأَمَّا لِبَنَاتِ الصُّلْبِ فَأَحْوَالٌ ثَلاثٌ: النِّصْفُ لِلْوَاحِدَةِ، وَالثُّلُثَانِ لِلِاثْنَتَيْنِ فَصَاعِدَةً، وَمَعَ الِابْنِ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ وَهُوَ يُعَصِّبُهُنَّ.

ترجمہ: رہی صلبی بیٹیاں تو (ان کی) تین حالتیں ہیں: نصف ایک کے لیے اور ثلثان دو یا زیادہ کے لیے اور بیٹے کے ساتھ مذکر کے لیے دو مؤنث کے حصوں کے برابر ہے، اور وہ ان کو عصبہ بناتا ہے۔

دلائل: پہلی حالت کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ﴾ یعنی اگر (بیٹی) ایک ہو تو اس کے لیے نصف ہے۔

دوسری حالت کی دلیل: اگر بیٹیاں دو سے زیادہ ہیں تو ان کے لیے دو تہائی کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ﴾ یعنی اگر بیٹیاں دو سے زیادہ ہوں تو ان کو دو ثلث ترکہ ملے گا۔ اور اگر دو بیٹیاں ہوں تو بھی

ان کو دو تہائی ترکہ ملے گا۔ اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿فَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ﴾ یعنی اگر کلالہ کی دو بہنیں ہوں تو ان کو ترکہ میں سے دو تہائی ملے گا۔ جب بیٹیوں کی عدم موجودگی میں دو بہنوں کو دو تہائی ملتا ہے تو دو بیٹیوں کو بدرجۂ اولیٰ دو تہائی ملے گا؛ کیوں کہ بیٹیاں بہنوں کی بہ نسبت میت سے اقرب ہیں (اور یہ قیاس نہیں ہے؛ بلکہ دلالۃ النص سے استدلال ہے)۔

تیسری حالت کی دلیل: اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتے ہیں تمہاری اولاد کے سلسلے میں کہ مذکر کے لیے دو مؤنث کے حصہ کے برابر ہے۔ اس آیت میں بیٹے اور بیٹی کے جمع ہونے کی صورت میں جس طرح بیٹے کا کوئی حصہ مقرر نہیں فرمایا اسی طرح بیٹی کا حصہ بھی مقرر نہیں فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بیٹے کی موجودگی میں بیٹی عصبہ ہوگی یعنی وہ مشترک طور پر ترکہ کے وارث ہوں گے۔ اور لڑکے کو لڑکی سے دوہرا ملے گا۔

وجہِ حصر: بیٹیوں کی تین حالتیں ہیں: میت نے بیٹیوں کے ساتھ کوئی بیٹا چھوڑا ہوگا یا نہیں؟ اگر چھوڑا ہے تو بیٹیاں ''عصبہ بالغیر'' ہوں گی اور اگر نہیں چھوڑا ہے تو پھر بیٹی ایک ہوگی یا زیادہ؟ اگر ایک ہے تو اس کو ''نصف'' ملے گا اور دو یا زیادہ ہیں تو ''ثلثان'' ملے گا۔

پوتیوں کے احوال

پوتیوں کی چھ حالتیں ہیں:

۱— بیٹیوں کی عدم موجودگی میں پوتی اگر ایک ہے تو اس کو ''نصف'' ملے گا۔

مثال: مسئلہ ۲ — آ صف

میت

بنت الابن	عم
نصف	عصبہ
۱	۱

۲— بیٹیوں کی عدم موجودگی میں پوتیاں اگر ایک سے زیادہ ہیں تو ان کو ''ثلثان'' ملے گا، اور ثلثان ان کے درمیان برابر برابر تقسیم ہوگا۔

مثال: مسئلہ ۶   واصف

میت

۵/ بنت الابن	اب
ثلثان	سدس وعصبہ
۴	۱+۱=۲

۳— اگر ایک صلبی بیٹی ہو تو پوتیوں کو ''سدس'' ملے گا؛ تاکہ دو تہائی جو لڑکیوں کا حصہ ہے وہ پورا ہو جائے۔

دو تہائی پورا کرنے کا مطلب: اس طرح سمجھیے کہ مثلاً: چھ ایک عدد ہے اس کا نصف تین، سدس ایک اور ثلثان (دو تہائی) چار ہے، نصف (تین) میں اگر سدس (ایک) ملا دیا جائے تو تین اور ایک چار ہو جائیں گے، اور چار چھ کا ثلثان ہے۔ حاصل یہ ہوا کہ نصف اور سدس کا مجموعہ ثلثان ہے۔

لڑکیوں اور پوتیوں کا مجموعی حصہ ''ثلثان'' ہی ہے، اس سے زیادہ نہیں مل سکتا، جب لڑکی کو ایک ہونے کی وجہ سے نصف دیا تو ثلثان میں سے سدس بچا، پس جب پوتیوں کو سدس دے دیا تو لڑکیوں اور پوتیوں کا حصہ ثلثان (دو تہائی) مکمل ہو گیا، اسی کو ''تَكْمِلَةً لِلثُّلُثَيْنِ'' کہا جاتا ہے۔

مثال: مسئلہ ۶   عارف

میت

بنت	بنت الابن	جد
نصف	سدس (تَكْمِلَةً لِلثُّلُثَيْنِ)	سدس وعصبہ
۳	۱	۱+۱=۲

۴و۵— اگر دو یا زیادہ لڑکیاں ہوں تو پوتیاں ساقط ہو جائیں گی؛ کیوں کہ ثلثان لڑکیوں نے لے لیا—؛ لیکن اگر پوتیوں کے ساتھ کوئی برابر کا پوتا یا میت کا پرپوتا یا سکڑپوتا ہو تو ساقط ہونے والی پوتیاں ان کے ساتھ ''عصبہ بالغیر'' ہو جائیں گی۔ ذوی الفروض کو دینے کے بعد باقی ماندہ ترکہ ان کو مل جائے گا، اور وہ باہم اس طرح تقسیم کریں گے کہ پوتے کو دوہرا اور پوتی کو اکہرا حصہ ملے گا۔

مثال: مسئلہ ۳ — میت: عاطف

بنت الابن	۳ بنت	عم
ساقط	ثلثان	عصبہ
	۲	۱

مثال: مسئلہ ۳ — میت: عاقب

۳/ بنت	بنت الابن	ابن الابن
ثلثان	عصبہ بالغیر	عصبہ بنفسہ
۲	۱	

مثال: مسئلہ ۳ — میت: راغب

۲ بنت	ابن ابن الابن (پرپوتا)	بنت ابن الابن (پرپوتی)
ثلثان	عصبہ بنفسہ	عصبہ بالغیر
۲	۱	

۶— اگر پوتیوں کے ساتھ میت کا کوئی بیٹا ہو تو پوتیاں اور پوتے سب ساقط ہوجائیں گے؛ اس لیے کہ بیٹا میت سے زیادہ قریب ہے — اسی طرح پرپوتیوں کے ساتھ اگر کوئی پوتا ہو تو پرپوتیاں اور پرپوتے سب ساقط ہوجائیں گے؛ اس لیے کہ پوتا زیادہ قریب ہے۔

مثال: مسئلہ ۶ — میت: آصف

بنت الابن	ابن	اب
ساقط	عصبہ	سدس
	۵	۱

مثال: مسئلہ ۶ — میت: عاقل

بنت ابن الابن (پرپوتی)	ابن الابن (پوتا)	اب
ساقط	عصبہ	سدس
	۵	۱

وَبَنَاتُ الِابْنِ كَبَنَاتِ الصُّلْبِ وَلَهُنَّ أَحْوَالٌ سِتٌّ: اَلنِّصْفُ

لِلْوَاحِدَةِ، وَالثُّلُثَانِ لِلِاثْنَتَيْنِ فَصَاعِدَةً عِنْدَ عَدَمِ بَنَاتِ الصُّلْبِ، وَلَهُنَّ السُّدُسُ مَعَ الْوَاحِدَةِ الصُّلْبِيَّةِ - تَكْمِلَةً لِلثُّلُثَيْنِ - وَلَا يَرِثْنَ مَعَ الصُّلْبِيَّتَيْنِ، إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ بِحِذَائِهِنَّ أَوْ أَسْفَلَ مِنْهُنَّ غُلَامٌ فَيُعَصِّبُهُنَّ — وَالْبَاقِيْ بَيْنَهُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ — وَيَسْقُطْنَ بِالِابْنِ.

ترجمہ: اور پوتیاں صلبی بیٹیوں کی طرح ہیں: اوران کی چھ حالتیں ہیں: نصف ایک کے لیے، اور ثلثان دو یا زیادہ کے لیے۔ صلبی بیٹیوں کے نہ ہونے کی صورت میں اوران کے لیے سدس ہے ایک صلبی لڑکی کے ساتھ — دوتہائی پورا کرنے کے لیے — اور دو صلبی بیٹیوں کے ساتھ پوتیاں وارث نہیں ہوتیں؛ مگر یہ کہ ان کے برابر یا ان کے نیچے کوئی لڑکا ہو تو وہ لڑکا ان سب کو عصبہ (بالغیر) بنائے گا — اور باقی (مال) ان کے درمیان للذکر مثل حظّ الأُنثَیین (مذکر کے لیے دو مؤنث کے حصوں کے بقدر) ہوگا — اور پوتیاں لڑکے کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہیں۔

دلائل: بیٹیوں کی عدم موجودگی میں پوتیاں ان کے قائم مقام ہوتی ہیں پس پہلی، دوسری اور پانچویں حالت کی دلیلیں بیٹیوں کے احوال میں گزر چکیں، اور چھٹی حالت کی دلیل ضمناً آ گئی ہے۔

تیسری اور چوتھی حالت کی دلیل: بیٹیوں اور پوتیوں کو مجموعی حیثیت سے ثلثان سے زیادہ نہیں ملتا، اس کی دلیل قرآن پاک کی یہ آیت ہے: فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ: یعنی اگر لڑکیاں دو سے زیادہ ہوں تو ان کو ترکہ کا دو ثلث ملے گا، اور قاعدہ ہے: "لا یزادُ حقُّ البناتِ علی الثُّلُثینِ" یعنی: بیٹیوں (اور پوتیوں[1]) کا حصہ ثلثان سے زیادہ نہیں ہوتا۔

یہی وجہ ہے کہ اگر متعدد بیٹیاں ہوں تو ان کو ثلثان ملنے کی وجہ سے پوتیاں ساقط ہو جاتی ہیں۔

فائدہ: بیٹیوں کی طرح بہنوں کا حصہ بھی ثلثان ہے، خواہ بہنیں حقیقی ہوں یا علاتی؛

[1] پوتیاں بھی بیٹیوں کے حکم میں ہیں (بین السطور شریفیہ ص: ۲۸)۔

اس لیے ایک حقیقی بہن کے ساتھ علاتی بہن کو سدس ملتا ہے؛ تاکہ بہنوں کا حصہ ثلثان مکمل ہوجائے[1] مبتدی طلبہ کو اس جگہ بہنوں اور بیٹیوں کے احوال میں کبھی اشتباہ ہوجاتا ہے، اس لیے خوب سمجھ لیں!

وجہ حصر: پوتیوں کی چھ حالتیں ہیں: میت کا بیٹا ہوگا یا نہیں؟ اگر ہے تو پوتے پوتیاں ''ساقط'' ہوں گی۔ اور اگر بیٹا نہیں چھوڑا تو دیکھیں گے کہ بیٹی چھوڑی ہے یا نہیں؟ اگر چھوڑی ہے تو ایک ہے یا متعدد؟ اگر ایک ہے تو پوتیوں کو ''سدس'' ملے گا تکملۃً للثلثین اور متعدد ہیں تو پوتیاں ''ساقط'' ہوں گی۔ اور اگر میت نے بیٹے بیٹیاں نہیں چھوڑی ہیں تو دیکھیں گے کہ برابر کا یا نیچے کا پوتا چھوڑا ہے یا نہیں؟ اگر چھوڑا ہے تو پوتیاں عصبہ بالغیر ہوں گی۔ اور پوتا نہیں ہے تو دیکھیں گے کہ پوتی ایک ہے یا متعدد؟ اگر ایک ہے تو اس کو ''نصف'' ملے گا۔ اور متعدد ہیں تو ان کو ''ثلثان'' ملے گا۔

مختلف واسطوں والی پوتیاں

اگر پوتیاں مختلف واسطوں کی ہیں یعنی ایک پوتی ہے۔ دوسری پرپوتی اور تیسری اس سے بھی نیچے کی سکڑپوتی، یا لکڑپوتی۔ تو ان کو وہ پوتا ساقط کردے گا جو میت سے اقرب ہے — اور اگر پوتیاں: ثلثان مکمل ہوجانے کی وجہ سے ساقط ہوئی ہیں اور ان پوتیوں کے مقابلے میں پوتا موجود ہے تو وہ ان پوتیوں کو عصبہ بالغیر بنالے گا، اس سلسلہ کی تفصیل یہ ہے:

قاعدہ: (۱) اگر میت نے مختلف درجات کی چند پوتیاں چھوڑی ہیں: تو دیکھیں گے کہ پہلے درجہ میں کتنی پوتیاں ہیں؟ اگر ایک ہے تو اس کو ''نصف'' ملے گا اور دوسرے درجہ میں جتنی بھی پوتیاں ہیں ان کو ''سدس'' ملے گا تاکہ ''ثلثان'' مکمل ہوجائے اور نیچے کے درجوں کی پوتیاں ''ساقط'' ہوں گی؛ البتہ اگر کوئی پوتا ہو تو وہ اپنے درجہ کی اور اپنے سے اوپر والے درجوں کی ان پوتیوں کو عصبہ بنائے گا جن کو حصہ نہیں ملا۔ اور جو پوتیاں: اس پوتے سے نیچے کے درجوں میں ہیں وہ ساقط ہوجائیں گی۔

---

[1] شریفیہ ص: ۳۴) مجمع الانہر (۷۵۲/۲) بحوالہ درس سراجی۔

قاعدہ: (۲) اور اگر پہلے درجہ میں دو یا زیادہ پوتیاں ہیں تو ان کو ''دو تہائی'' ملے گا۔ اور نیچے کے تمام درجات کی پوتیاں ''ساقط ہو جائیں گی''؛ البتہ اگر (برابر یا نیچے) کسی درجہ میں کوئی پوتا ہے تو وہ اپنے برابر درجہ والی پوتیوں کو اور اوپر والے درجوں کی ان پوتیوں کو عصبہ بنائے گا جن کو حصہ نہیں ملا ہے۔ اور جو پوتیاں: اس پوتے سے نیچے کے درجوں میں ہیں وہ ''ساقط'' ہو جائیں گی۔ مثلاً:

مثال:

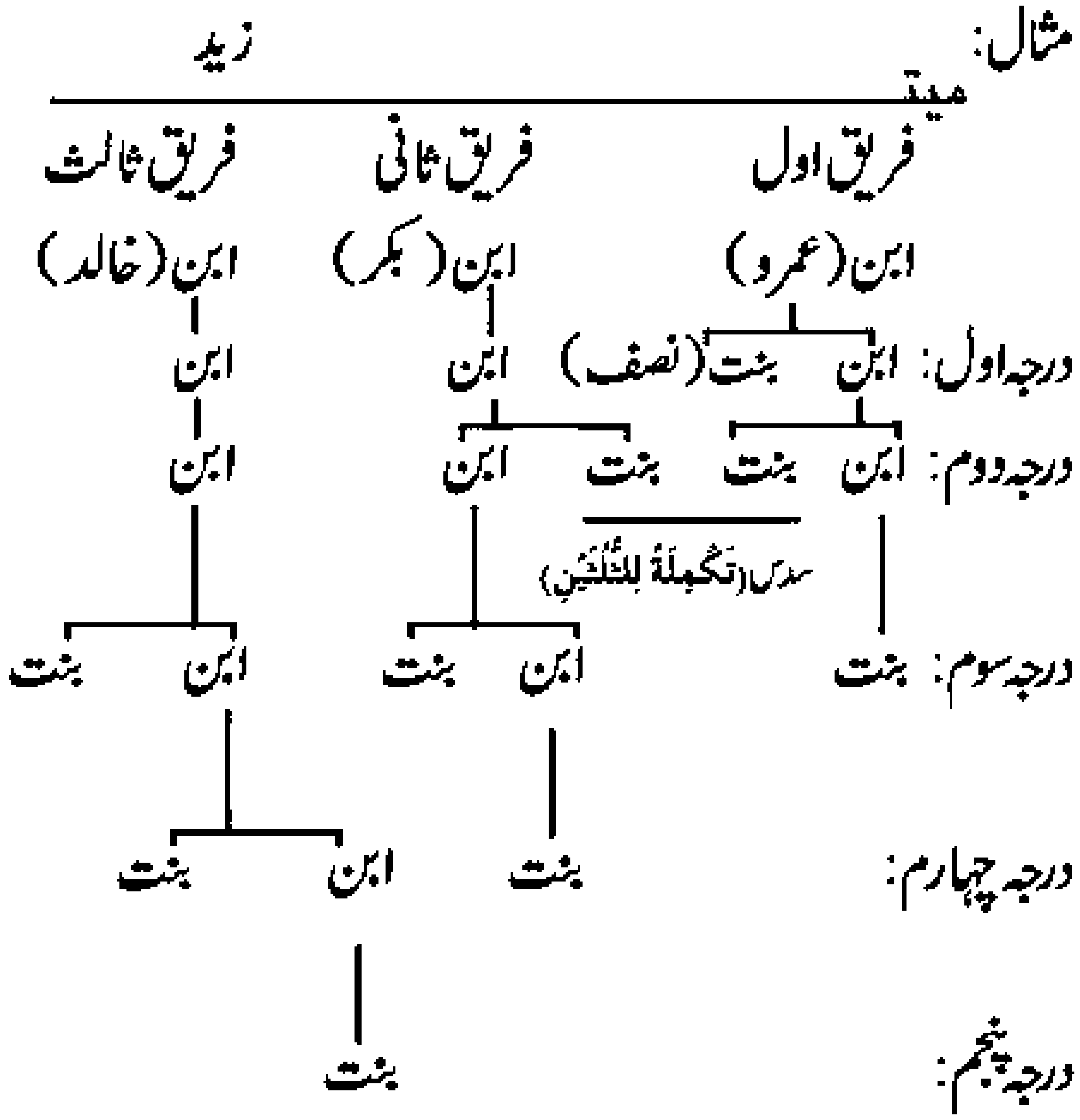

اس مثال میں پانچ درجوں کی پوتیاں ہیں پہلے درجہ کی پوتی کے مقابلے میں کوئی پوتی نہیں ہے اور دوسرے درجہ میں دو ہیں: پہلے فریق کی دوسری اور دوسرے فریق کی پہلی — تیسرے درجہ میں تین ہیں: پہلے فریق کی نیچے والی، دوسرے فریق کی بیچ والی اور تیسرے فریق کی پہلی والی — چوتھے درجہ میں دو ہیں: دوسرے فریق کی نیچے والی، اور تیسرے فریق کی بیچ والی — اور پانچویں درجے میں صرف تیسرے فریق کی نیچے والی پوتی ہے۔

اب فرض کیجیے کہ میت کی صرف پوتیاں زندہ ہیں، سارے بیٹے پوتے زید سے

پہلے وفات پاچکے ہیں تو پہلے فریق کی اوپر والی پوتی سب سے قریب ہے؛ اس لیے اس کو ''نصف'' دے دیا گیا، اور دوسرے درجے میں دو پوتیاں ہیں، ان دونوں کو مشترکہ طور پر ''سدس'' دیا گیا؛ تاکہ لڑکیوں اور پوتیوں کا حصہ ثلثان مکمل ہو جائے۔ اس کے بعد والی ساری پوتیاں (یعنی تیسرے، چوتھے اور پانچویں درجے کی) ساقط ہو جائیں گی؛ اس لیے کہ ثلثان سے زیادہ پوتیوں کو نہیں مل سکتا؛ البتہ اگر نیچے کے پوتوں کو زندہ مان لیا جائے تو ان ساقط ہونے والیوں کو بھی ترکہ مل سکتا ہے، اس طرح زندہ پوتا ان کو ''عصبہ بالغیر'' بنالے گا، اس مثال میں عصبہ بنانے کی تفصیل یہ ہوگی:

اگر تیسرے درجے کی پوتیوں کے برابر کا کوئی پوتا زندہ ہوگا تو اپنے برابر والی تینوں پوتیوں کو عصبہ بالغیر بنائے گا؛ لیکن چوتھے، پانچویں درجے والی پوتیاں ساقط ہی رہیں گی۔

اور اگر چوتھے درجے کا کوئی پوتا زندہ ہوگا تو تیسرے درجے کی تینوں اور چوتھے درجے کی دونوں پوتیوں کو اپنے ساتھ ''عصبہ بالغیر'' بنائے گا۔ اور اگر پانچویں درجے کا کوئی پوتا ہوگا تو سب کو (یعنی تیسرے درجے کی تینوں، چوتھے درجے کی دونوں اور پانچویں درجے والی کو) ''عصبہ بالغیر'' بنائے گا، اور ذوی الفروض سے بچا ہوا ترکہ ان کے درمیان اس طرح تقسیم ہوگا کہ مذکر کو دوہرا حصہ اور مؤنث کو اکہرا حصہ دیا جائے گا۔

یاد رکھیے اگر پہلے درجہ میں ایک سے زیادہ پوتیاں ہوں تو ان کو ''ثلثان'' مل جائے گا اور دوسرے، تیسرے چوتھے اور پانچویں درجہ والی سب پوتیاں ساقط ہو جائیں گی؛ البتہ اگر دوسرے درجہ میں کوئی پوتا ہوگا تو دوسرے درجہ والی پوتیوں کو ''عصبہ'' بنائے گا، اور اگر تیسرے درجہ میں کوئی پوتا ہوگا تو تیسرے اور دوسرے درجے والی سب کو ''عصبہ'' بنالے گا؛ البتہ اس پوتے سے نیچے والی پوتیاں ''ساقط'' ہوں گی۔

وَلَوْ تَرَكَ ثَلَاثَ بَنَاتِ ابْنٍ، بَعْضُهُنَّ أَسْفَلُ مِنْ بَعْضٍ، وَثَلَاثَ بَنَاتِ ابْنِ ابْنٍ آخَرَ: بَعْضُهُنَّ أَسْفَلُ مِنْ بَعْضٍ وَثَلَاثَ بَنَاتِ ابْنِ ابْنِ ابْنٍ آخَرَ: بَعْضُهُنَّ أَسْفَلُ مِنْ بَعْضٍ، بِهٰذِهِ الصُّوْرَةِ.

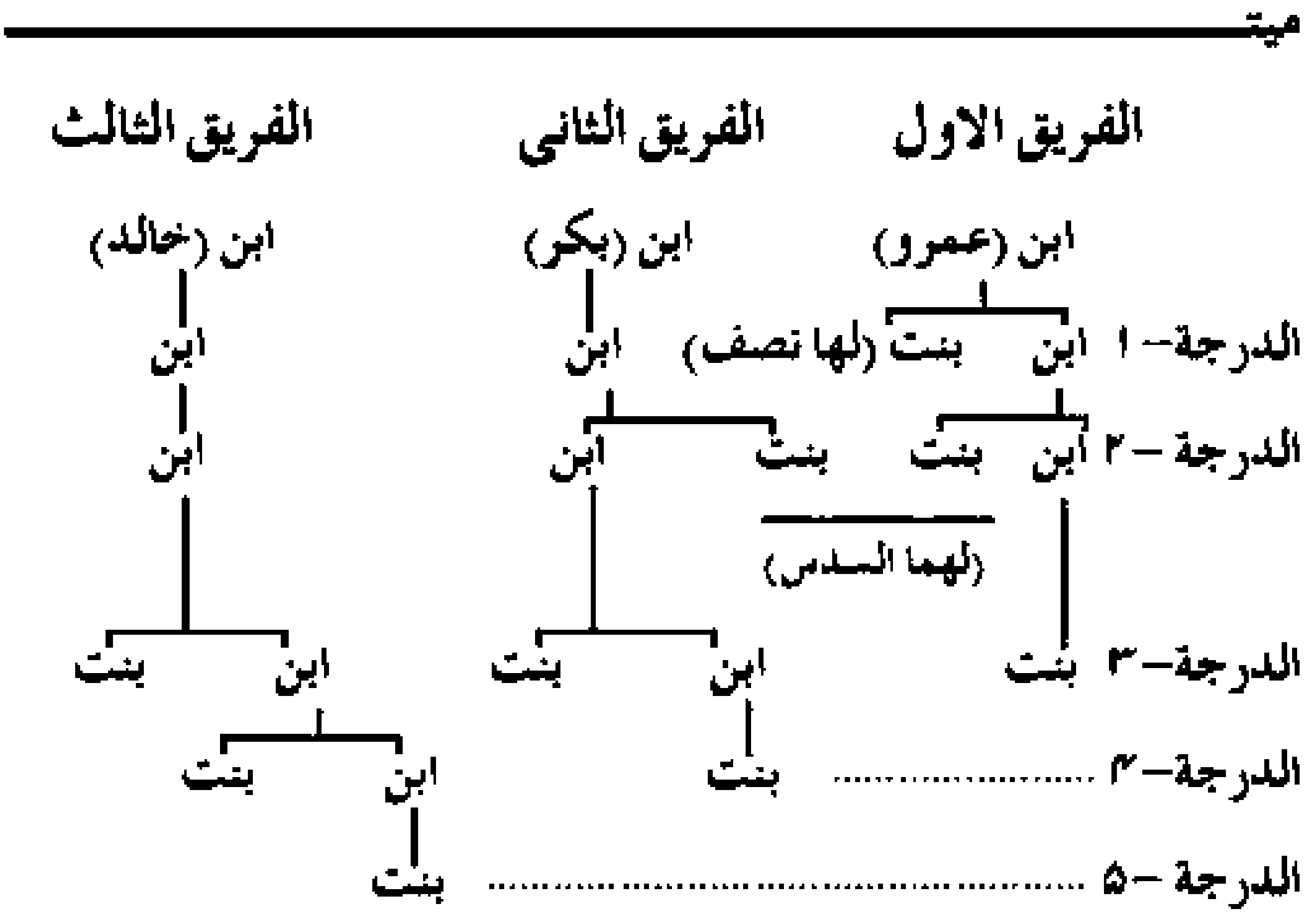

اَلْعُلْيَا مِنَ الْفَرِيْقِ الْأَوَّلِ لَا يُوَازِيْهَا أَحَدٌ، وَالْوُسْطٰى مِنَ الْفَرِيْقِ الْأَوَّلِ تُوَازِيْهَا الْعُلْيَا مِنَ الْفَرِيْقِ الثَّانِيْ وَالسُّفْلٰى مِنَ الْفَرِيْقِ الْأَوَّلِ تُوَازِيْهَا الْوُسْطٰى مِنَ الْفَرِيْقِ الثَّانِيْ وَالْعُلْيَا مِنَ الْفَرِيْقِ الثَّالِثِ — وَالسُّفْلٰى مِنَ الْفَرِيْقِ الثَّانِيْ تُوَازِيْهَا الْوُسْطٰى مِنَ الْفَرِيْقِ الثَّالِثِ — وَالسُّفْلٰى مِنَ الْفَرِيْقِ الثَّالِثِ لَا يُوَازِيْهَا أَحَدٌ.

إِذَا عَرَفْتَ هٰذَا فَنَقُوْلُ: لِلْعُلْيَا مِنَ الْفَرِيْقِ الْأَوَّلِ النِّصْفُ، وَلِلْوُسْطٰى مِنَ الْفَرِيْقِ الْأَوَّلِ مَعَ مَنْ يُوَازِيْهَا السُّدُسُ — تَكْمِلَةً لِلثُّلُثَيْنِ — وَلَا شَيْءَ لِلسُّفْلَيَاتِ، إِلَّا أَنْ يَّكُوْنَ مَعَهُنَّ غُلَامٌ، فَيُعَصِّبُهُنَّ مَنْ كَانَتْ بِحِذَائِه، وَمَنْ كَانَتْ فَوْقَهُ مِمَّنْ لَمْ تَكُنْ ذَاتَ سَهْمٍ، وَيُسْقِطُ مَنْ دُوْنَهُ.

ترجمہ: اور اگر (میت) تین پوتیوں کو چھوڑے (اس طور پر کہ) ان کی بعض بعض سے نیچے ہوں، اور تین پرپوتیوں کو (دوسرے لڑکے سے، اس طور پر کہ) ان کی بعض بعض سے نیچے ہوں، اور تین سکڑ پوتیوں کو (تیسرے لڑکے سے، اس طور پر کہ) ان کی بعض بعض سے نیچے ہوں، اس نقشہ کے مطابق — کہ: پہلے فریق کی اوپر والی (پوتی) کے مقابل کوئی

نہیں ہے، اور پہلے فریق کی بیچ والی (پوتی) کے مقابل دوسرے فریق کی اوپر والی (پوتی) ہے، اور پہلے فریق کی نیچے والی کے مقابل دوسرے فریق کی بیچ والی اور تیسرے فریق کی اوپر والی ہے — اور دوسرے فریق کی نیچے والی کے مقابل تیسرے فریق کی بیچ والی ہے — اور تیسرے فریق کی نیچے والی کے مقابل کوئی نہیں ہے۔

جب آپ نے یہ جان لیا تو ہم کہتے ہیں کہ پہلے فریق کی اوپر والی کے لیے ''نصف'' ہے اور پہلے فریق کی بیچ والی کے لیے ان کے بالمقابل (دوسرے فریق کی اوپر والی) کے ساتھ ''سدس'' ہے — ثلثان کو پورا کرنے کے لیے — اور نیچے والیوں کے لیے کچھ نہیں ہے؛ مگر یہ کہ ان کے ساتھ کوئی لڑکا ہو تو وہ عصبہ بنائے گا اپنے برابر والیوں کو اور اپنے سے اوپر والی اُن (پوتیوں) کو جو حصہ والی نہ ہوں، اور وہ (لڑکا) اپنے سے نیچے والیوں کو ساقط کردے گا۔

مسئلۂ تشبیب

متن میں ذکر کیے گئے مسئلہ کو ''مسئلۂ تشبیب'' کہتے ہیں، تشبیب (تفعیل) کے معنی ہیں: اشعار میں عورتوں اور ان کے حسن وخوبی کو بیان کرنا، شعراء کی یہ عادت ہے کہ مدحیہ قصیدے کے شروع میں ''تشبیب'' کرتے ہیں، پھر ہر چیز کی ابتداء کو ''تشبیب'' کہا جانے لگا، اگرچہ ان میں ایامِ شباب اور عورتوں کا ذکر نہ ہو[1]

اصطلاحی تعریف: فرائض کی اصطلاح میں لڑکیوں، پوتیوں کے درجہ وار ذکر کرنے کو تشبیب کہتے ہیں۔ ذِكرُ البناتِ على اختلافِ الدَرَجاتِ.[2]

وجہ تسمیہ: شعراء کی تشبیب کی وجہ سے جس طرح سامعین کا ذہن اشعار کی طرف مائل ہوتا ہے، اسی طرح ذکر کیے گئے مسئلہ کی باریکی اور اس کی خوبی کو دیکھ کر طالب علم کا ذہن اس کے سمجھنے کے لیے آمادہ ہوجاتا ہے۔[3] یا محض عورتوں کے ذکر کی بنیاد پر اس مسئلہ کو ''تشبیب'' کہا جاتا ہے۔

[1] حضرت الاستاذ مفتی سعید احمد پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ، حاشیہ الفوز الکبیر (ص:۸۹)۔ [2] حاشیہ شریفیہ (ص:۳۲)۔
[3] الرحیق المختوم (ص:۴۸)۔

حقیقی بہنوں کے احوال

حقیقی بہنوں کی پانچ حالتیں ہیں:

۱۔۔۔اگر حقیقی بہن ایک ہے تو اس کو نصف ملے گا۔

مثال: مسئلہ ۶ میت فرخ

عم	ام	اخت لاب وام
عصبہ بنفسہ	ثلث	نصف
۱	۲	۳

۲۔۔۔اگر حقیقی بہن دو یا زیادہ ہیں تو ان کو ثلثان ملے گا۔

مثال: مسئلہ ۳ میت افروز

عم	۵/اخت لاب وام
عصبہ بنفسہ	ثلثان
۱	۲

۳۔۔۔اگر حقیقی بہنوں کے ساتھ حقیقی بھائی ہو تو حقیقی بہنیں عصبہ ہوں گی؛ اس لیے کہ رشتہ میں دونوں برابر ہیں، اور ایک بھائی کو دو بہن کے برابر حصہ ملے گا۔

مثال: مسئلہ ۶ میت عُظمیٰ

اخ لاب وام	۴اخت لاب وام
عصبہ بنفسہ	عصبہ بالغیر
۲	۴

۴۔۔۔اگر حقیقی بہنوں کے ساتھ لڑکی پوتی (نیچے تک) میں سے کوئی ہو تو حقیقی بہنوں کو (لڑکی اور پوتی وغیرہ کا حصہ دینے کے بعد) باقی ماندہ ترکہ ملے گا، اس حالت کو ''عصبہ مع الغیر'' کہتے ہیں۔

مثال: مسئلہ۲

میت	معظمہ
اخت لاب وام	بنت
عصبہ مع الغیر	نصف
۱	۱

مثال: مسئلہ۳

میت	عظیمہ
اخت لاب وام	۳ بنت الابن
عصبہ مع الغیر	ثلثان
۱	۲

۵۔۔۔ حقیقی بہن اور حقیقی بھائی؛ لڑکے پوتے (نیچے تک) اور باپ دادا (اوپر تک) کی موجودگی میں ساقط ہو جاتے ہیں۔

نوٹ: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے حقیقی بہن کی پانچویں حالت کو علاتی بہن کی ساتویں حالت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

مثال: مسئلہ۱

میت	اعظم
اخت لاب وام	ابن
ساقط	عصبہ بنفسہ
	۱

مثال: مسئلہ۱

میت	اکرم
اخت لاب وام	اب
ساقط	عصبہ
	۱

وَأَمَّا لِلْأَخَوَاتِ لِأَبٍ وَأُمٍّ: فَأَحْوَالٌ خَمْسٌ: اَلنِّصْفُ لِلْوَاحِدَةِ، وَالثُّلُثَانِ لِلِاثْنَتَيْنِ فَصَاعِدَةً، وَمَعَ الْأَخِ لِأَبٍ وَأُمٍّ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ يَصِرْنَ بِهِ عَصَبَةً، لِاسْتِوَائِهِمْ فِي الْقَرَابَةِ إِلَى الْمَيِّتِ، وَلَهُنَّ الْبَاقِيْ مَعَ الْبَنَاتِ، أَوْ بَنَاتِ الْإِبْنِ؛ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: اِجْعَلُوا الْأَخَوَاتِ مَعَ الْبَنَاتِ عَصَبَةً.

ترجمہ: اور رہی حقیقی بہنیں تو (ان کی) پانچ حالتیں ہیں: نصف ایک کے لیے ہے، اور ثلثان دو اور زیادہ کے لیے، اور حقیقی بھائی کے ساتھ: مذکر کے لیے دو مؤنث کے حصے کے بقدر ہے (اس صورت میں) حقیقی بہنیں اس (حقیقی بھائی) کے ساتھ عصبہ ہوں گی میت سے رشتہ میں برابر ہونے کی وجہ سے، اور ان کے لیے بچا ہوا مال ہے لڑکیوں یا پوتیوں کے ساتھ؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی وجہ سے کہ بہنوں کو لڑکیوں کے ساتھ عصبہ بناؤ!

دلائل: پہلی حالت کی دلیل یہ ہے: **﴿وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ﴾**
ترجمہ: اور اگر "کلالہ" کی ایک بہن ہو تو اس کو ترکے کا آدھا ملے گا۔

دوسری حالت کی دلیل یہ ہے "**فَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ**" ترجمہ: اور اگر دو ہوں تو ان دونوں کے لیے دو تہائی ہے۔

فائدہ: حقیقی بہنوں کی عدم موجودگی میں انھیں دونوں آیتوں کی وجہ سے علاتی بہنوں کو نصف یا ثلثان ملتا ہے، ان آیتوں میں بہن مطلق ہے، حقیقی اور علاتی دونوں کو شامل ہیں۔[1]

تیسری حالت کی دلیل یہ ہے "**وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِّجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ**" یعنی اگر کئی بھائی بہن ہوں تو مذکر کو دو مؤنث کے حصے کے برابر ملے گا۔

چوتھی حالت میں حقیقی بہن "عصبہ مع الغیر" ہوتی ہے، اس کی دلیل صحیح بخاری کی حدیث ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے لڑکی، پوتی، اور بہن کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فیصلۂ نبوی کے مطابق لڑکی کو نصف، پوتی کو سدس (**تكملة للثلثين**) دیا، اور باقی ماندہ حقیقی بہن کو دیا یعنی بہن کو عصبہ مع الغیر بنایا **أَقْضِي فيها بما قَضَى النبيُّ صلى الله عليه وسلم لِلابْنةِ النصفُ ولابنةِ الابنِ السدسُ تكملةً للثلثين وما بقي فَلِلأُخْتِ**.[2]

حدیث کی تحقیق: **اِجْعَلُوا الْأَخَوَاتِ مَعَ الْبَنَاتِ عَصَبَةً** صاحب کتاب نے

---

[1] حاشیہ شریفیہ (ص: ۳۴)۔ [2] صحیح بخاری (۲/ ۹۹۷) رقم الحدیث (۶۷۲۹) کتاب الفرائض۔

اس کو فرمانِ نبوی کہا ہے؛ لیکن ان الفاظ سے کوئی حدیث مروی نہیں ہے؛ بلکہ یہ صحیح بخاری کی حدیث کا مفہوم ہے جو اوپر بیان ہوا۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں: جَعَلَهُ في السراجية وغيرها حديثًا، قال في سكب الأنهر: ولم أَقِفْ على من خَرَّجَهُ لكن أصلُهُ ثابتٌ بخبرِ ابنِ مسعودٍ رضي الله عنه، وهو ما رواه البخاريُ وغيرهُ. (ردالمحتار: ۵/۵۴۸)

علامہ باجوریؒ لکھتے ہیں کہ یہ الفاظ علمائے فرائض کے ہیں، حدیث کے نہیں: ليس لهُ أصلٌ يُعْرَفُ فليس من كلامِ النبي صلى الله عليه وسلم وإنما هو من كلام الفَرَضِيِّينَ. (حاشية العلامة الباجوريّ على الفوائد الشنشورية ص: ۱۱۳، المواریث ص: ۷۴).

پانچویں حالت کی دلیل: بہن کے وارث ہونے کے لیے میت کے لڑکے کا نہ ہونا ضروری ہے، ارشاد باری ہے: ﴿لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ﴾ یعنی اگر میت کا لڑکا نہ ہو اور بہن ہو تو اس کو ترکے کا آدھا ملے گا۔

فائدہ: لفظ "وَلَدٌ" سے یہاں صرف لڑکا مراد ہے[1] اگرچہ ولد، لغوی اعتبار سے مذکر و مؤنث دونوں کے لیے بولا جاتا ہے، اور لڑکے کی عدم موجودگی میں پوتا اس کے قائم مقام ہوتا ہے؛ لہٰذا پوتے کی موجودگی میں بھی بہنیں ساقط ہوں گی۔

اور باپ کی وجہ سے بھی حقیقی بہنیں ساقط ہوتی ہیں؛ اس لیے کہ بہن کے وارث ہونے کے لیے میت کا "کلالہ" ہونا ضروری ہے اور کلالہ اس کو کہتے ہیں جس کے نہ باپ دادا ہو اور نہ کوئی اولاد؛ لہٰذا باپ کی موجودگی میں بہنیں ساقط ہوں گی، اور دادا بھی باپ کے قائم مقام ہوتا ہے؛ اس لیے دادا کی وجہ سے بھی ساقط ہوں گی، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مسلک ہے، اور اسی پر فتویٰ بھی ہے۔[2]

وجہ حصر: حقیقی بہنوں کی پانچ حالتیں ہیں: میت نے اپنے اصولِ مذکر (باپ دادا اوپر تک) اور فروعِ مذکر (بیٹا، پوتا نیچے تک) میں سے کسی چھوڑا ہوگا یا نہیں؟ اگر چھوڑا ہے

---

[1] شریفیہ ص: ۳۴۔ [2] الرحیق المختوم ص: ۴۵۔

تو حقیقی بہنیں ''ساقط'' ہوں گی۔ اور نہیں چھوڑا ہے تو پھر دو حال سے خالی نہیں۔ حقیقی بھائی ہوگا یا نہیں؟ اگر ہے تو حقیقی بہنیں ''عصبہ بالغیر'' ہوں گی۔ اور اگر نہیں ہے تو پھر دو حال سے خالی نہیں۔ اولادِ مؤنث (بیٹی، پوتی نیچے تک) میں سے کوئی ہوگی یا نہیں؟ اگر ہے تو حقیقی بہنیں ''عصبہ مع الغیر'' ہوں گی۔ اگر مذکورہ ورثاء میں سے کوئی نہیں ہے تو حقیقی بہنوں کو ایک ہونے کی صورت میں ''نصف'' اور ایک سے زیادہ ہونے کی صورت میں ''ثلثان'' ملے گا۔

نوٹ: عصبہ بالغیر اور عصبہ مع الغیر کے درمیان فرق باب العصبات میں آئے گا۔

علاتی بہنوں کے احوال

علاتی بہنوں کی سات حالتیں ہیں، جن میں سے پانچ حالتیں بالکل حقیقی بہنوں کی طرح ہیں:

۱۔۔۔ اگر حقیقی بہن نہ ہو اور علاتی بہن صرف ایک ہو تو اسے ''نصف'' ملے گا۔

مثال: مسئلہ ۲ میت رقیہ

اخت لاب	عم
نصف	عصبہ
۱	۱

۲۔۔۔ اگر حقیقی بہن نہ ہو اور علاتی بہن دو یا زیادہ ہوں تو انھیں ''ثلثان'' ملے گا۔

مثال: مسئلہ ۳ میت ثریا

۳/اخت لاب	عم
ثلثان	عصبہ
۲	۱

۳۔۔۔ اگر حقیقی بہن ایک ہو تو علاتی بہن کو ''سدس'' ملے گا۔ تکلمۃً للثلثین یعنی لڑکیوں اور پوتیوں کی طرح بہنوں کو بھی ثلثان سے زیادہ نہیں ملتا ہے، تو جب ایک حقیقی بہن نے ''نصف'' لے لیا تو ''ثلثان'' مکمل ہونے کے لیے ''سدس'' بچا۔ یہ علاتی بہن کو مل جائے گا؛ تاکہ ''ثلثان'' مکمل ہو جائے۔

مثال: مسئلہ ۶　میت　کریمہ

اخت لاب	اخت لاب وام	ام	عم
سدس	نصف	سدس	عصبہ
۱	۳	۱	۱

۴ــــ اگر علاتی بہن کے ساتھ دو یا زیادہ حقیقی بہنیں ہوں تو علاتی بہن ساقط ہو جائے گی؛ اس لیے کہ بہنوں کا کل حصہ ''ثلثان'' ہے جس کو حقیقی بہنوں نے لے لیا ہے۔

مثال: مسئلہ ۳　میت　رحیمہ

اخت لاب	۳/اخت لاب وام	عم
ساقط	ثلثان	عصبہ
	۲	۱

۵ــــ علاتی بہنوں کے ساتھ اگر علاتی بھائی بھی ہو تو علاتی بہنیں بھائیوں کے ساتھ ''عصبہ بالغیر'' ہوں گی ــــ اور ذوی الفروض کی موجودگی میں مابقیہ ترکہ اور عدم موجودگی میں سارا ترکہ ان کو ملے گا، اور وہ آپس میں اس طرح تقسیم کریں گے کہ مذکر کو دوہرا حصہ اور مؤنث کو اکہرا حصہ ملے گا۔

مثال: مسئلہ ۶　میت　صبیحہ

اخت لاب	۲/اخ لاب	ام
عصبــــــــه	بالغیر	سدس
۱	۴	۱

۶ــــ اگر علاتی بہنوں کے ساتھ مؤنث اولاد (لڑکی، پوتے نیچے تک) میں سے کوئی ہو تو علاتی بہنیں ''عصبہ مع الغیر'' ہوں گی۔

مثال: مسئلہ ۶　میت　فرخ

اخت لاب	بنت الابن	ام
عصبہ مع الغیر	نصف	سدس
۲	۳	۱

۷ــــ علاتی بھائی بہن، لڑکے پوتے (نیچے تک) اور باپ کی وجہ سے بالاتفاق

''ساقط'' ہوجاتے ہیں، اور دادا (اوپر تک) کی وجہ سے بھی ''ساقط'' ہوتے ہیں، یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے، اسی پر فتوی ہے۔[1]

نیز علاتی بھائی بہن حقیقی بھائی کی وجہ سے ساقط ہوجاتے ہیں اور حقیقی بہن کی وجہ سے بھی ساقط ہوجاتے ہیں؛ جب کہ حقیقی بہن عصبہ مع الغیر ہوجائے۔

مثال: مسئلہ ۱ میت فرحت

اخت لاب	ابن
ساقط	عصبہ
	۱

مثال: مسئلہ ۱ میت عشرت

اخت لاب	ابن الابن
ساقط	عصبہ

مثال: مسئلہ ۱ میت نزہت

اخت لاب	اب
ساقط	عصبہ
	۱

مثال: مسئلہ ۱ میت نصرت

اخت لاب	اب الاب
ساقط	عصبہ
	۱

مثال: مسئلہ ۲ میت عشرت

اخت لاب	بنت	اخت لاب وام
ساقط	نصف	عصبہ مع الغیر
	۱	۱

وَالْأَخَوَاتُ لِأَبٍ: كَالْأَخَوَاتِ لِأَبٍ وَأُمٍّ، وَلَهُنَّ أَحْوَالٌ سَبْعٌ: النِّصْفُ لِلْوَاحِدَةِ، وَالثُّلُثَانِ لِلِاثْنَتَيْنِ فَصَاعِدَةً عِنْدَ عَدَمِ الْأَخَوَاتِ

[1] الرحیق المختوم للشامی ص: ۴۵۔

لِأَبٍ وَأُمٍّ، وَلَهُنَّ السُّدُسُ مَعَ الْأُخْتِ لِأَبٍ وَأُمٍّ — تَكْمِلَةً لِلثُّلُثَيْنِ — وَلَا يَرِثْنَ مَعَ الْأُخْتَيْنِ لِأَبٍ وَأُمٍّ؛ إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ مَعَهُنَّ أَخٌ لِأَبٍ فَيُعَصِّبُهُنَّ، وَالْبَاقِيْ بَيْنَهُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ، وَالسَّادِسَةُ: أَنْ يَصِرْنَ عَصَبَةً مَعَ الْبَنَاتِ أَوْبَنَاتِ الْاِبْنِ — لِمَا ذَكَرْنَا — وَبَنُو الْأَعْيَانِ وَالْعَلَّاتِ كُلُّهُمْ يَسْقُطُوْنَ بِالْاِبْنِ وَابْنِ الْاِبْنِ وَإِنْ سَفَلَ، وَبِالْأَبِ بِالْاِتِّفَاقِ، وَبِالْجَدِّ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَيَسْقُطُ بَنُوا الْعَلَّاتِ أَيْضًا بِالْأَخِ لِأَبٍ وَأُمٍّ وَبِالْأُخْتِ لِأَبٍ وَأُمٍّ، إِذَا صَارَتْ عَصَبَةً.

ترجمہ: اور علاتی بہنیں حقیقی بہنوں کی طرح ہیں، اور ان کی سات حالتیں ہیں: نصف ایک کے لیے، اور ثلثان دو اور (دو سے) زیادہ کے لیے۔ حقیقی بہنوں کی عدم موجودگی میں، اور ان کے لیے سدس ہے (ایک) حقیقی بہن کے ساتھ — ثلثان کو پورا کرنے کے لیے — اور علاتی بہنیں وارث نہیں ہوتی ہیں دو حقیقی بہنوں کے ساتھ؛ مگر یہ کہ ان کے ساتھ علاتی بھائی ہو تو وہ ان کو عصبہ بنالے گا اور (دیگر ورثہ سے) بچا ہوا مال ان کے درمیان "مذکر کے لیے دو مؤنث کے حصے کے بقدر" ہے۔ اور چھٹی حالت یہ ہے کہ وہ عصبہ (مع الغیر) ہوں گی لڑکیوں یا پوتیوں کے ساتھ — اس (دلیل کی) وجہ سے جو ہم نے (حقیقی بہنوں کے احوال میں) ذکر کی ہے۔

اور حقیقی بھائی بہن اور علاتی بھائی بہن سب کے سب ساقط ہو جاتے ہیں لڑکے اور پوتے کی وجہ سے اگرچہ (رشتے میں) نیچے (کا) ہو، اور باپ کی وجہ سے بالاتفاق اور دادا کی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اور نیز علاتی بھائی بہن ساقط ہو جاتے ہیں حقیقی بھائی سے، اور حقیقی بہن سے (بھی ساقط ہوتے ہیں)؛ جب کہ حقیقی بہن عصبہ (مع الغیر) ہو۔

نوٹ: ساتویں حالت میں صاحبین کے نزدیک باپ کا اور دادا کا حکم الگ الگ ہے، یہ ان چار جگہوں میں سے ایک جگہ ہے جن کو بیان کرنے کا مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے

دادا کے احوال میں وعدہ کیا ہے۔

علاتی کے حقیقی سے ساقط ہونے کی وجہ: علاتی بہن اور حقیقی بہن کے احوال ملتے جلتے ہیں، اور دلائل بھی دونوں کے مشترک ہیں؛ البتہ علاتی بہنیں حقیقی بھائی اور حقیقی بہن سے بھی ایک صورت میں ساقط ہوتی ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ میراث کے باب میں حقیقی بھائی بہن صلبی اولاد کی طرح ہوتے ہیں اور علاتی بھائی بہن پوتے پوتی کی طرح؛ تو جس طرح لڑکے کی وجہ سے پوتا ساقط ہو جاتا ہے، اسی طرح حقیقی کی وجہ سے علاتی بھائی بہن ساقط ہو جاتے ہیں۔

اور حقیقی بہن جب اولادِ مؤنث (لڑکی، پوتی) کے ساتھ ''عصبہ مع الغیر'' ہوتی ہیں تو چوں کہ وہ قوت میں حقیقی بھائی کے ہو جاتی ہے؛ اس لیے اس صورت میں حقیقی بہن کی وجہ سے علاتی بہن ساقط ہو جاتی ہے۔

قولہ: السادسة مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے چوتھی اور پانچویں حالت کو بطور استثناء بیان کیا ہے اور مستثنیٰ منہ میں چوتھی اور مستثنیٰ میں پانچویں حالت بیان کی ہے، مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ کا تتمہ ہوتا ہے؛ اس لیے پڑھنے والے کو یہ وہم ہو سکتا تھا کہ وہ ایک ہی حالت ہے، اس وہم کو دور کرنے کے لیے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے السادسة بڑھایا؛ تاکہ پڑھنے والا اس سے پہلے پانچ حالات تلاش کرے۔ (شریفیہ ص: ۳۲) واللہ اعلم۔

قولہٗ: لما ذکرنا: اس سے مراد مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت لقوله عليه السلام اجعلوا الأخواتِ مع البناتِ عَصَبةً ہے، جو حقیقی بہنوں کے احوال میں گزر چکی ہے۔

قوله: بنو الأعيانِ والعلّات: یہاں سے علاتی بہنوں کی ساتویں اور حقیقی بہنوں کی پانچویں حالت کا بیان ہے، اَعْیَانٌ، عَیْنٌ کی جمع ہے، جس کے معنی ہیں: عمدہ اور خالص، حقیقی بھائی بہن کو بنو الاعیان؛ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ والدین کے ایک ہونے کی وجہ سے رشتہ کی قوت اور قرابت میں دوسرے بھائی بہنوں کے مقابلے میں خالص ہوتے ہیں۔ علاتی میں صرف باپ ایک ہوتا ہے، اخیافی میں ماں ایک ہوتی ہے؛ اس لیے دونوں

اعیان میں شمار نہیں کیے جاتے ہیں۔

"بنو الأعیان: الأعیان جمع العین، وعین الشیء خِیارُهُ وخلاصتُهُ والإخوةُ والأخوات لأب وأم لقوةِ قرابتهم وزیادةِ قربهم خیارٌ وخلاصةٌ من بنی العلات والأخیاف" (حاشیہ شریفیہ ص:۳۴)

عَلَّاتٌ، عَلَّةٌ کی جمع ہے جس کا اردو ترجمہ ہے "سوکن" — ایک شوہر کی چند بیویاں آپس میں سوکن کہلاتی ہیں — بنو العلات کا ترجمہ ہوگا: چند سوکنوں کے لڑکے، ایک شخص کی چند بیویوں کے بچوں کے آپسی رشتے کو "علاتی رشتہ" کہا جاتا ہے۔ اس کے برعکس اگر ایک عورت کی دو شادیاں ہوں اور دونوں شوہروں سے بچے ہوں تو ان بچوں کو "اولادِ اخیاف" کہا جاتا ہے، اور بچے آپس میں اخیافی بھائی بہن کہلاتے ہیں۔ (حاشیہ شریفیہ ص:۳۴)۔

وجہِ حصر: علاتی بہنوں کی سات حالتیں ہیں: میت نے اپنے اصولِ مذکر (باپ، دادا اوپر تک) اور فروعِ مذکر (بیٹا، پوتا نیچے تک) اور حقیقی بھائی اور عصبہ مع الغیر ہونے والی حقیقی بہنوں میں سے کسی کو چھوڑا ہے یا نہیں؟ — اگر چھوڑا ہے تو علاتی بہنیں "ساقط" ہوں گی — اگر ان میں سے کوئی نہیں ہے تو دیکھا جائے گا کہ علاتی بھائی ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو علاتی بہنیں "عصبہ بالغیر" ہوں گی — اور اگر علاتی بھائی بھی نہیں ہے تو دیکھا جائے گا کہ عصبہ مع الغیر نہ ہونے والی حقیقی بہن ہے یا نہیں؟ — اگر ہے تو پھر دو حال سے خالی نہیں — حقیقی بہن ایک ہے یا ایک سے زیادہ — اگر ایک ہے تو علاتی بہنیں "سدس" پائیں گی تکملةً للثلثین — اور ایک سے زیادہ ہیں تو علاتی بہنیں "ساقط" ہوں گی — اور اگر حقیقی بہن نہیں ہے تو دیکھا جائے گا کہ میت نے اپنی فروعِ مؤنث (بیٹی، پوتی نیچے تک) میں سے کسی کو چھوڑا ہے یا نہیں؟ — اگر چھوڑا ہے تو علاتی بہنیں "عصبہ مع الغیر" ہوں گی۔ اور اگر مذکورہ بالا ورثاء میں سے کوئی نہیں تو علاتی بہن ایک ہونے کی صورت میں "نصف" اور ایک سے زیادہ ہونے کی صورت میں "ثلثان" پائیں گی۔

****

ماں کے احوال

ماں کی تین حالتیں ہیں:

ا۔۔اگر ماں کے ساتھ میت کا لڑکا، لڑکی، پوتا، پوتی (نیچے تک) میں سے کوئی ہو، یا میت کے تینوں قسموں (حقیقی، علاتی، اخیافی) کے بھائی بہنوں میں سے دو یا زیادہ ہوں تو ماں کو "سدس" ملے گا۔

مثال: مسئلہ ۶ میت اکرم

ام	ابن
سدس	عصبہ بنفسہ
۱	۵

مثال: مسئلہ ۶ میت اکرام

ام	بنت الابن	عم
سدس	نصف	عصبہ بنفسہ
۱	۳	۲

مثال: مسئلہ ۶ میت کریم

ام	۲/اخت لاب وام	عم
سدس	ثلثان	عصبہ بنفسہ
۱	۴	۱

مثال: مسئلہ ۶ میت مکرم

ام	۵/اخ لاب وام
سدس	عصبہ بنفسہ
۱	۵

مثال: مسئلہ ۶ میت مکرمہ

ام	۱۳خت لام	عم
سدس	ثلث	عصبہ بنفسہ
۱	۲	۳

۲۔۔اگر میت کی کوئی اولاد یا بھائی بہنوں میں سے دو یا زیادہ نہ ہوں تو ماں کو ''ثلثِ کل'' (پورے ترکہ کا تہائی) ملے گا۔

مثال: مسئلہ۳ میت کامران

ام	اب
ثلثِ کل	عصبہ بنفسہ
۱	۲

۳۔۔اگر میت نے اپنی ماں کے ساتھ اپنے باپ اور میاں بیوی میں سے کسی ایک کو چھوڑا ہے تو ماں کو شوہر یا بیوی کا حصہ دینے کے بعد ''بچے ہوئے ترکہ کی تہائی'' ملے گی۔ اسی کو ''ثلثِ باقی، یا ثلث ماقی'' کہا جاتا ہے۔ کتاب میں اسی کو ''**ثُلُثُ ما بقي بعد فرضِ أحد الزوجين**'' کہا گیا ہے۔ یہ صرف دو مسئلوں میں ہوگا۔

مثال: مسئلہ۶ میت طلعت

زوج	ام	اب
نصف	ثلث باقی	عصبہ بنفسہ
۳	۱	۲

اس مثال میں مسئلہ چھ سے بنا، شوہر کو تین دیا، بچا تین، اس کی تہائی ایک ماں کو دیا اور باقی ماندہ دو باپ کو عصبہ ہونے کی وجہ سے دیا گیا۔

مثال: مسئلہ۱۲ میت طاہر

زوجہ	ام	اب
ربع	ثلث باقی	عصبہ بنفسہ
۳	۳	۶

بارہ سے مسئلہ بنا کر بارہ کی چوتھائی تین بیوی کو دیا، اور باقی ماندہ نو کی ایک تہائی (تین) ماں کو دیا، پھر بقیہ چھ باپ کو عصبہ بنفسہٖ ہونے کی وجہ سے دیا گیا، اس مسئلے کو چار سے بھی بنا سکتے ہیں؛ اس لیے کہ ثلثِ باقی ربع کے قائم مقام ہے، اس صورت میں ایک بیوی کو، ایک ماں کو اور دو باپ کو ملے گا؛ دونوں صورتوں میں حصوں کا تناسب برابر رہے گا۔

سوال: اگر مذکورہ بالا دونوں مسئلوں میں باپ کی جگہ دادا ہو تو ماں کو کیا ملے گا؟

جواب: اس صورت میں اختلاف ہے؛ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک باپ کی جگہ اگر دادا ہو تو بھی ماں کو ثلثِ باقی ہی ملے گا۔[1]

البتہ امام اعظم اور محمد رحمہما اللہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر باپ کی جگہ دادا ہو تو ماں کو ثلثِ کل ملے گا۔[2] اور اسی پر فتوی ہے۔

نوٹ: طرفین کے مسلک کے مطابق باپ اور دادا کے احکام الگ ہیں، یہ ان چار مسئلوں میں سے ایک ہے جن کے بیان کرنے کا مصنف رحمۃ علیہ نے وعدہ کیا تھا۔

وَأَمَّا لِلْأُمِّ فَأَحْوَالٌ ثَلاثٌ: اَلسُّدُسُ مَعَ الْوَلَدِ أَوْ وَلَدِ الْإِبْنِ وَإِنْ سَفَلَ أَوْ مَعَ الْإِثْنَيْنِ مِنَ الْإِخْوَةِ وَالْأَخَوَاتِ فَصَاعِدًا مِنْ أَيِّ جِهَةٍ كَانَا، وَثُلُثُ الْكُلِّ عِنْدَ عَدَمِ هٰؤُلَاءِ الْمَذْكُورِيْنَ وَثُلُثُ مَا بَقِيَ بَعْدَ فَرْضِ أَحَدِ الزَّوْجَيْنِ؛ وَذٰلِكَ فِي مَسْأَلَتَيْنِ: زَوْجٍ، وَأَبَوَيْنِ؛ وَزَوْجَةٍ وَأَبَوَيْنِ: وَلَوْ كَانَ مَكَانَ الْأَبِ جَدٌّ فَلِلْأُمِّ ثُلُثُ جَمِيْعِ الْمَالِ إِلَّا عِنْدَ أَبِيْ يُوْسُفَ – رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ – فَإِنَّ لَهَا ثُلُثَ الْبَاقِيْ.

ترجمہ: اور رہی ماں تو اس کی تین حالتیں ہیں: "سدس" ہے اولاد کے ساتھ یا بیٹے کی اولاد (کے ساتھ) — چاہے (رشتہ میں) نیچے ہو جائے — یا دو یا زیادہ بھائیوں اور بہنوں کے ساتھ خواہ وہ دونوں کسی جہت (رشتہ) کے ہوں۔ اور "پورے مال کی تہائی" ہے ان مذکورہ ورثاء کے نہ ہونے کی صورت میں۔ اور میاں بیوی میں سے ایک کا حصہ دینے کے بعد بچے ہوئے مال کی تہائی ہے؛ اور یہ دو مسئلوں میں ہے: شوہر اور ماں باپ؛ بیوی اور ماں باپ۔ اور اگر باپ کی جگہ (ان دونوں مسئلوں میں) دادا ہو تو ماں کے لیے "پورے مال کا ثلث" ہے؛ مگر امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک؛ اس لیے کہ بیشک ماں کے لیے (امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک) "ثلثِ باقی" ہے۔

[1] حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کی ایک روایت مروی ہے۔ [2] یہی مذہب ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے، اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی ایک روایت ایسی ہے۔ نیز اہلِ کوفہ کی ایک روایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے زوج کی صورت میں اسی طرح منقول ہے۔ (شریفیہ ص: ۳۹) زوجہ والی صورت کو بھی اسی پر قیاس کیا جائے گا۔

دلائل: پہلی حالت میں ماں کو ''سدس'' ملتا ہے اس کی دلیل، اللہ تعالیٰ کے یہ ارشاد ہیں: ا— ﴿وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ﴾ والدین میں سے ہر ایک کے لیے ترکے کا چھٹا حصہ ہے اگر میت کی کوئی اولاد موجود ہو۔

فائدہ: اس آیت میں لفظ ولد عام ہے، لڑکا، لڑکی، پوتا، پوتی، پرپوتا، پرپوتی (نیچے تک) سب کو شامل ہے۔

۲— ﴿فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ﴾ ترجمہ: پھر اگر میت کے کئی بھائی بہن ہوں تو ماں کے لیے چھٹا حصہ ہے۔

فائدہ: اس آیت میں بھی لفظ ''إخوة'' عام ہے، حقیقی، علاتی، اخیافی ہر طرح کے بھائی بہنوں کو شامل ہے، خواہ وہ وارث ہو رہے ہوں یا ساقط، اکثر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور جمہور فقہاء کا یہی مسلک ہے (شریفیہ ص: ۳۵) إخوة جمع کا صیغہ ہے جو اقل جمع دو اور دو سے زیادہ سب کو شامل ہے، میراث کے باب میں دو اور دو سے زیادہ کا ایک ہی حکم ہے۔ مثلاً: دو لڑکیاں ہوں تو بھی ان کو ثلثان ملتا ہے اور دو سے زیادہ ہوں تو بھی۔ خلاصہ یہ کہ اگر بھائی بہن دو یا زیادہ ہوں تو ماں کو سدس ملے گا۔ (شریفیہ ص: ۳۶)۔

دوسری حالت میں ماں کو ''ثلث الکل'' ملتا ہے، اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ''فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُ وَلَدٌ وَّوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ، فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ'' ترجمہ: اگر میت کی اولاد نہ ہو اور اس کے والدین اس کے وارث ہوں تو اس کی ماں کو تہائی ترکہ ملے گا، پھر اگر میت کے کئی بھائی بہن ہوں تو ماں کو چھٹا حصہ ملے گا۔

اس آیت میں متعدد بھائی بہنوں کی موجودگی میں ماں کے لیے سدس متعین کیا گیا ہے، پس اگر وہ نہ ہوں تو ماں جس طرح لڑکے لڑکیوں کی عدم موجودگی میں ''ثلث'' پاتی ہے، بھائی بہنوں کی عدم موجودگی میں بھی ''ثلث'' پائے گی۔

نوٹ: ماں کو ''ثلث الکل'' اس وقت ملتا ہے؛ جب کہ والدین کے ساتھ میاں بیوی میں سے کوئی نہ ہو۔ (شریفیہ ص: ۳۷)۔

تیسری حالت کی دلیل بھی مذکورہ بالا آیت ہے؛ کیوں کہ اس آیت کا مفاد یہ ہے کہ والدین جس مال کے وارث ہوں گے اس کی تہائی ماں کو ملے گی، اگر والدین پورے ترکہ کے وارث ہوں گے تو پورے ترکہ کی تہائی ماں کو ملے گی، اور اگر والدین بعض ترکہ کے وارث ہوں گے تو ماں کو بعض ترکہ کی تہائی ملے گی؛ چناں چہ اولاد اور میاں بیوی کی عدم موجودگی میں والدین پورے ترکہ کے وارث ہوتے ہیں؛ اس لیے ماں کو پورے ترکہ کی تہائی ملتی ہے؛ مگر میاں بیوی میں سے ایک موجود ہو تو والدین پورے ترکہ کے وارث نہیں ہوتے؛ بلکہ بیوی یا شوہر کے حصہ نکالنے کے بعد جو مال بچا ہے اس کے وارث ہوتے ہیں؛ اس لیے والدین کے ساتھ میاں بیوی میں سے کوئی ایک ہوگا تو ماں کو شوہر یا بیوی کا حصہ نکالنے کے بعد جو مال بچا ہے اس کی تہائی ملے گی۔

وجہِ حصر: ماں کی تین حالتیں ہیں: میت نے اپنی ماں کے ساتھ فروع[1] (بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی نیچے تک) میں سے کسی کو یا تینوں قسموں[2] کے بھائی بہنوں میں سے دو یا زیادہ کو چھوڑا ہے یا نہیں؟ — اگر چھوڑا ہے تو ماں کو "سدس" ملے گا — اور اگر نہیں چھوڑا ہے تو زوجین میں سے کوئی میت کے ماں باپ کے ساتھ ہوگا یا نہیں؟ — اگر ہے تو ماں کو "ثلثِ باقی"[3] ملے گا — اور اگر مذکورہ بالا ورثاء میں سے کوئی نہیں ہے تو ماں کو "ثلثِ کل"[4] ملے گا۔

جدۂ صحیحہ کے احوال

جدۂ صحیحہ: اس مؤنث اصل بعید کو کہتے ہیں جس کا میت سے رشتہ جوڑنے میں جدِ فاسد کا واسطہ نہ آئے، جیسے: باپ کی ماں، دادا کی ماں، ماں کی ماں وغیرہ۔

جدۂ صحیحہ: کی دو حالتیں ہیں:

۱ — اگر کوئی حاجب نہ ہو تو جدۂ صحیحہ کو "سدس" ملے گا؛ خواہ وہ پدری (دادی) ہو یا مادری (نانی)[1] اور خواہ وہ ایک ہو یا ایک سے زیادہ؛ البتہ یہ ضروری ہے کہ وہ فاسدہ نہ ہوں؛ بلکہ صحیحہ ہوں اور مرتبہ میں برابر ہوں — یعنی اگر ایک جدہ ایک واسطہ سے نانی ہو تو

---

[1] یعنی اولاد اور مذکر اولاد کی اولاد (بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، پرپوتا، پرپوتی، سکڑپوتا، سکڑپوتی، لکڑپوتا، لکڑپوتی، نیچے تک) [2] حقیقی، علاتی، اخیافی۔ [3] شوہر یا بیوی کا حصہ دینے کے بعد بچے ہوئے کی تہائی۔ [4] پورے ترکہ کی تہائی۔

دوسری بھی ایک ہی واسطہ سے دادی ہو — اگر ایک قریب کی ہو اور دوسری دور کی، تو قریب والی وارث ہوگی اور دور والی ساقط ہو جائے گی۔

مثال: مسئلہ۶ میت — عریف

ام الاب	اخت	عم
سدس	نصف	عصبہ بنفسہ
۱	۳	۲

مثال: مسئلہ۶ میت — شریف

ام الام	بنت	اب الاب
سدس	نصف	عصبہ بنفسہ
۱	۳	۲

مثال: مسئلہ۶ میت — نعیم

ام الاب	ام الام	ابن
سدس		عصبہ بنفسہ
۱		۵

مثال: مسئلہ۶ میت — شکیل

ام ام الام	ام الام	ابن
ساقط	سدس	عصبہ بنفسہ
	۱	۵

۲— جدہ[1]، درج ذیل چار صورتوں میں "ساقط" ہوجاتی ہے:

(الف) ماں کی وجہ سے تمام جدات ساقط ہو جاتی ہیں؛ خواہ پدری (دادی) ہوں یا مادری (نانی)۔

(ب) باپ کی وجہ سے صرف پدری جدات (دادیاں) ساقط ہوتی ہیں؛ مادری جدات (نانیاں) ساقط نہیں ہوتیں۔

---

[1] عربی زبان میں نانی اور دادی دونوں کو جدہ کہتے ہیں، اردو میں جدہ کا کوئی جامع متبادل لفظ نہیں ہے، اس لیے لفظ جدہ ہی استعمال کیا گیا ہے، اور متعدد مقامات پر "ماں کے واسطے" اور "باپ کے واسطے" نیز "مادری اور پدری" سے وضاحت کر دی گئی ہے۔

(ج) دادا کی وجہ سے وہ دادیاں ساقط ہو جاتی ہیں جو دادا کے واسطہ سے ہیں، مثلاً: دادا کی ماں، دادا کی وجہ سے ساقط ہو جائے گی؛ مگر دادی یعنی دادا کی بیوی دادا کی وجہ سے ساقط نہیں ہوگی؛ کیوں کہ دادی کا میت سے رشتہ جوڑنے میں دادا کا واسطہ نہیں آتا۔ اسی طرح پردادا کی وجہ سے پردادا کی بیوی (دادا کی ماں) ساقط نہیں ہوگی — اسی طرح اوپر کی دادیوں کا حال سمجھ لینا چاہیے۔

نوٹ: دادی باپ کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہے؛ لیکن دادا کی وجہ سے ساقط نہیں ہوتی، یہ مسئلہ ان چار مسئلوں میں سے ہے، جن کو بیان کرنے کا مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے دادا کے احوال میں وعدہ کیا تھا۔

(د) قریب والی جدہ خواہ کسی رشتہ کی ہو، دور والی کو ساقط کردیتی ہے؛ خواہ باپ کی جانب کی ہو یا ماں کی جانب کی اور قریب والی وارث ہو رہی ہو یا ساقط۔

مثال: مسئلہ ۶ میت نسیم

ام الام	ام الاب	ام	۳ بنت	عم
ساقط	ساقط	سدس	ثلثان	عصبہ بنفسہ
		۱	۴	۱

مثال: مسئلہ ۶ میت وسیم

ام الاب	ام الام	اب
ساقط	سدس	عصبہ بنفسہ
	۱	۵

مثال: مسئلہ ۶ میت رحیم

ام اب الاب	ام الام	اب الاب
ساقط	سدس	عصبہ بنفسہ
	۱	۵

مثال: مسئلہ ۶ میت کریم

ام الاب	اب الاب	ابن
سدس	سدس	عصبہ بنفسہ
۱	۱	۴

مثال: مسئلہ ٦ میت سلیم

ام ام الام	ام الاب	ابن
ساقط	سدس	عصبہ بنفسہ
	۱	۵

مثال: مسئلہ ۱ میت شمیم

ام الاب	ام ام الام	اب
ساقط	ساقط	عصبہ بنفسہ
		۱

وَلِلْجَدَّةِ السُّدُسُ لِأُمٍّ كَانَتْ أَوْ لِأَبٍ، وَاحِدَةً كَانَتْ أَوْ أَكْثَرَ إِذَا كُنَّ ثَابِتَاتٍ مُتَحَاذِيَاتٍ فِي الدَّرَجَةِ. وَيَسْقُطْنَ كُلُّهُنَّ بِالْأُمِّ، وَالْأَبَوِيَّاتِ أَيْضًا بِالْأَبِ أَيْضًا، وَكَذٰلِكَ بِالْجَدِّ، إِلَّا أُمُّ الْأَبِ وَإِنْ عَلَتْ فَإِنَّهَا تَرِثُ مَعَ الْجَدِّ؛ لِأَنَّهَا لَيْسَتْ مِنْ قِبَلِهِ، وَالْقُرْبٰى مِنْ أَيِّ جِهَةٍ كَانَتْ تَحْجُبُ الْبُعْدَى مِنْ أَيِّ جِهَةٍ كَانَتْ وَارِثَةً كَانَتِ الْقُرْبٰى أَوْ مَحْجُوْبَةً.

ترجمہ: اور جدہ (صحیحہ) کے لیے سدس ہے، ماں کی طرف سے (نانی) ہو، یا باپ کی طرف سے (دادی) ایک ہو یا زیادہ؛ جب کہ وہ صحیحہ ہوں (اور) مرتبے میں برابر ہوں۔ اور ماں سے سب دادیاں اور نانیاں ساقط ہو جاتی ہیں، اور پدری (جدات) باپ سے بھی (ساقط ہو جاتی ہیں) اور ایسے ہی دادا سے بھی؛ مگر باپ کی ماں (دادا کی بیوی)— اگر چہ اوپر کی ہو؛ لہٰذا وہ دادا کے ساتھ وارث ہوگی؛ اس لیے کہ وہ دادا کے رشتہ سے نہیں ہے[1] اور قریب والی جدہ خواہ کسی بھی جہت کی ہو ساقط کر دیتی ہے، دور والی جدہ کو خواہ وہ کسی جہت کی ہو، قریب والی جدہ وارث ہو رہی ہو یا ساقط۔

دلائل: جدات کو سدس ملنے کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ عمل ہے، جو حضرت عبد اللہ بن عباس، ابو سعید خدری، مغیرہ بن شعبہ، قبیصہ بن ذویب رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جدہ کو سدس دیا[2] اور صحابہ کرامؓ کا اس

[1] یعنی میت اور اس دادی کے درمیان دادا واسطہ نہیں بن رہا ہے۔ [2] سنن ابن ماجہ (۲۷۵٦) (۱۲۰/۲) ابواب الفرائض، اخرجہ الحاکم وغیرہ شریفیہ (ص:۴۰)۔

پر اجماع ہے۔

اور سدس میں تمام جدات کے شریک ہونے کی دلیل وہ روایت ہے، جسے سنن ابوداؤد، دارمی اور ابن ماجہ (۲۷۵۷، ۲/ ۱۲۰) نے نقل کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس نانی اپنے نواسے کی میراث مانگنے آئی تو آپ نے صحابۂ کرامؓ سے مشورہ کرنے تک انتظار کا حکم دیا، پھر جب حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے مذکورہ بالا حدیث بیان کی اور اس کی توثیق حضرت محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ نے کی تو آپ نے نانی کو ''سدس'' دینے کا حکم دیا پھر کچھ دنوں بعد اسی میت کی دادی آئی اور پوتے کی میراث کا مطالبہ کیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس ''سدس'' میں نانی کے ساتھ دادی کو بھی شریک کیا — اور بعض روایتوں میں ہے کہ اس میت کی دادی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں پوتے کی میراث کا مطالبہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی ''سدس'' میں نانی کے ساتھ دادی کو بھی شریک کیا،[1] اس روایت کی وجہ سے برابر رشتہ والی جدات سدس میں شریک ہوتی ہیں۔

ماں کی وجہ سے تمام جدات ساقط ہوتی ہیں: نانی تو اس وجہ سے کہ ماں اس کے درمیان میں واسطہ ہے اور قاعدہ ہے کہ واسطہ کی موجودگی میں واسطہ والا ساقط ہوتا ہے، نیز یہ کہ دونوں کا سببِ ارث ایک ہے یعنی امومت (رشتۂ مادری) اور دادی صرف سببِ ارث کے متحد ہونے کی وجہ سے ماں کی موجودگی میں ساقط ہوتی ہے۔

اور باپ کی وجہ سے پدری جدات، اس کے واسطہ ہونے کی وجہ ساقط ہوتی ہیں اگرچہ دونوں کا سببِ ارث متحد نہیں ہے۔ مادری جدات باپ کی وجہ سے؛ اس لیے ساقط نہیں ہوتی ہیں کہ نہ تو دونوں کا سببِ ارث ایک ہے اور نہ ہی باپ ان کے درمیان واسطہ ہے۔

اور قریب والی جدہ دور والی کو سببِ ارث میں متحد ہونے کی وجہ سے ساقط کر دیتی ہے؛ اس لیے کہ رشتۂ مادری قریب والی میں زیادہ مضبوط ہے۔ خواہ کسی بھی جہت کی ہوں۔[2]

قوله: وإن علَت: کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح دادا کی وجہ سے باپ کی ماں

---

[1] شریفیہ (ص: ۴۳)۔ [2] شریفیہ (ص: ۴۳)۔

(دادا کی بیوی) ساقط نہیں ہوتی، اسی طرح دادا کی وجہ سے دادی کی ماں (ام ام الاب) اور دادی کی نانی (ام ام ام الاب) اوپر تک بھی ساقط نہیں ہوں گی۔

اور اگر ورثاء میں پردادا (اب اب الاب) ہو تو اس کے ساتھ دو دادیاں وارث ہوسکتی ہیں:

۱ــــ دادا کی ماں (ام اب الاب) خواہ اوپر تک ہو۔

۲ــــ دادی کی ماں (ام ام الاب) خواہ اوپر تک ہو۔

اور سکڑ دادا (اب اب اب الاب) ہو تو تین دادیاں وارث ہوسکتی ہیں:

۱ــــ پردادا کی ماں (ام اب اب الاب) خواہ اوپر تک ہو۔

۲ــــ دادا کی نانی (ام ام اب الاب) خواہ اوپر تک ہو۔

۳ــــ دادی کی نانی (ام ام ام الاب) خواہ اوپر تک ہو۔

حاصل یہ کہ جتنے واسطے بڑھیں گے اسی اعتبار سے دادیوں کی تعداد بھی بڑھتی جائے گی۔[1]

(۱)ــــ پردادا کے ساتھ دو دادیوں کے وارث ہونے کی مثال:

مثال: مسئلہ ۶ میت راغب

اب اب الاب (پردادا)	ام اب الاب (دادا کی ماں)	ام ام الاب (دادی کی ماں)
عصبہ	سدس	
۵	۱	

(۲)ــــ پردادا کے باپ کے ساتھ تین دادیوں کے وارث ہونے کی مثال:

مثال: مسئلہ ۶ میت شمیم

اب اب اب الاب (پردادا کا باپ)	ام اب اب الاب (پردادا کی ماں)	ام ام اب الاب (دادا کی نانی)	ام ام ام الاب (دادی کی نانی)
عصبہ بنفسہ		سدس	
۵		۱	

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے شریفیہ (ص:۴۲) اور علامہ شامی کی الرحیق المختوم (ص:۵۱)۔

(۳)—— قریب والی جدہ دور والی کو ساقط کر دیتی ہے، خواہ مادری ہو یا پدری یعنی اگر قریب والی مادری ہے تو دور والی مادری اور پدری دونوں کو ساقط کر دے گی، جیسے:

مثال: مسئلہ ۶ ماجد میت

ام الام	ام ام الاب	ام ام الام	اب
سدس	ساقط	ساقط	عصبہ بنفسہ
۱			۵

(۴)—— اسی طرح اگر قریب والی پدری ہو تو دور والی مادری پدری دونوں کو ساقط کر دے گی، جیسے:

مثال: مسئلہ ۶ ساجد میت

ام الاب	ام ام الام	ام ام الاب	ابن
سدس	ساقط	ساقط	عصبہ بنفسہ
۱			۵

(۵)—— قریب والی دور والی جدہ کو وارث ہونے کی حالت میں بھی ساقط کرتی ہے جیسے:

مثال: مسئلہ ۶ عادل میت

ام الاب	ابن	ام ام الام
(دادی)	عصبہ بنفسہ	(نانی کی ماں)
سدس	۵	ساقط
۱		

مثال: مسئلہ ۶ عارف میت

ام الام	ابن	ام ام الاب
(نانی)	عصبہ بنفسہ	(دادی کی ماں)
سدس	۵	ساقط
۱		

(۶)—— اور قریب والی دور والی جدہ کو خود ساقط ہونے کی حالت میں بھی ساقط کرتی ہے، جیسے:

مثال: میت

میت		واحد
اب	ام الاب	ام ام الام
عصبہ بنفسہ	ساقط	ساقط
۱		

وجہِ حصر: جدۂ صحیحہ کی دو حالتیں ہیں: اگر کوئی حاجب نہیں ہے تو سدس پائے گی (خواہ ایک طرف کی ہو یا دونوں طرف کی بشرطے کہ رشتے میں برابر ہوں) اور اگر کوئی حاجب ہے تو ساقط ہوگی۔

حاجب کی تفصیل یہ ہے کہ — ماں تمام جدات کے لیے حاجب ہے خواہ جدات پدری ہوں یا مادری — اور باپ فقط پدری جدات کے لیے حاجب ہے — اور جد صحیح صرف ان جدات کے لیے حاجب ہے جن کے درمیان وہ واسطہ بن رہا ہو، یعنی جو دادیاں جدِ صحیح کے واسطے سے دادی ہیں وہ جدِ صحیح کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہیں — قریب والی جدہ، دور والی جدہ کے لیے حاجب ہوتی ہے — قریب والی اور دور والی ہونا عام ہے: خواہ وہ کسی بھی رشتے کی ہو، ماں کے واسطے سے ہو یا باپ کے واسطے سے، قریب والی دادی بالفرض اگر وارث نہ ہو رہی ہو تب بھی دور والی کو ساقط کر دے گی۔

کئی رشتوں والی جدات

اگر کسی میت کی متعدد جدات وارث ہو رہی ہوں، جن میں بعض سے میت کا صرف ایک رشتہ ہو یعنی وہ صرف ایک رشتہ سے جدہ ہو، اور دوسری کئی رشتوں سے جدہ ہو تو ایسی صورت میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ افراد کا اعتبار کر کے سدس کو دونوں جدات کے درمیان آدھا آدھا تقسیم کرتے ہیں، اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ رشتوں کے اعتبار سے سدس کو جدات کے درمیان تقسیم کرتے ہیں، مثلاً اگر کسی ایک جدہ سے میت کے دو رشتے ہوں اور دوسری سے ایک رشتہ، تو دو رشتے والی کو سدس میں سے دو حصے اور ایک رشتہ والی کو سدس میں سے ایک حصہ دیتے ہیں، اسی طرح اگر ایک جدہ تین رشتے والی ہو اور دوسری ایک رشتہ والی، تو تین رشتے والی کو سدس میں سے تین حصے اور ایک رشتہ والی کو صرف ایک حصہ

دیتے ہیں۔

قاعدہ: جدات کو ترکہ دینے میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ افراد کا اعتبار کرتے ہیں، اور امام محمد رحمہ اللہ رشتوں کا۔ درج ذیل نقشوں سے یہ بات بخوبی واضح ہوگی۔

نقشہ نمبر ۱

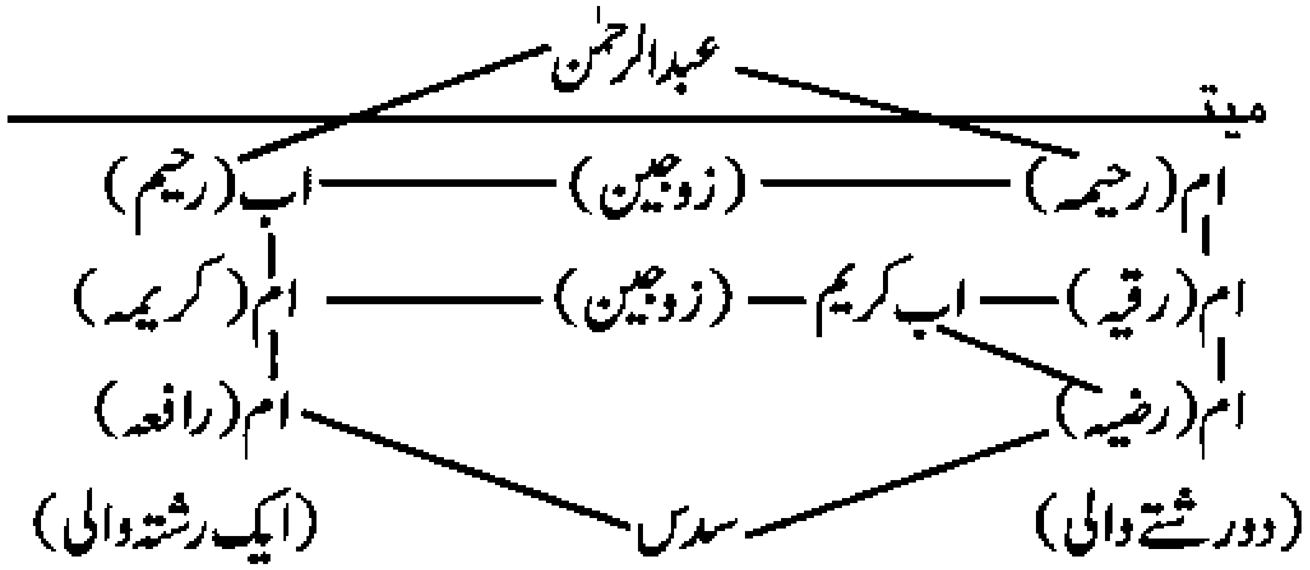

امام محمدؒ	۲	۱
امام ابو یوسفؒ	۱	۱

نقشہ نمبر ۲

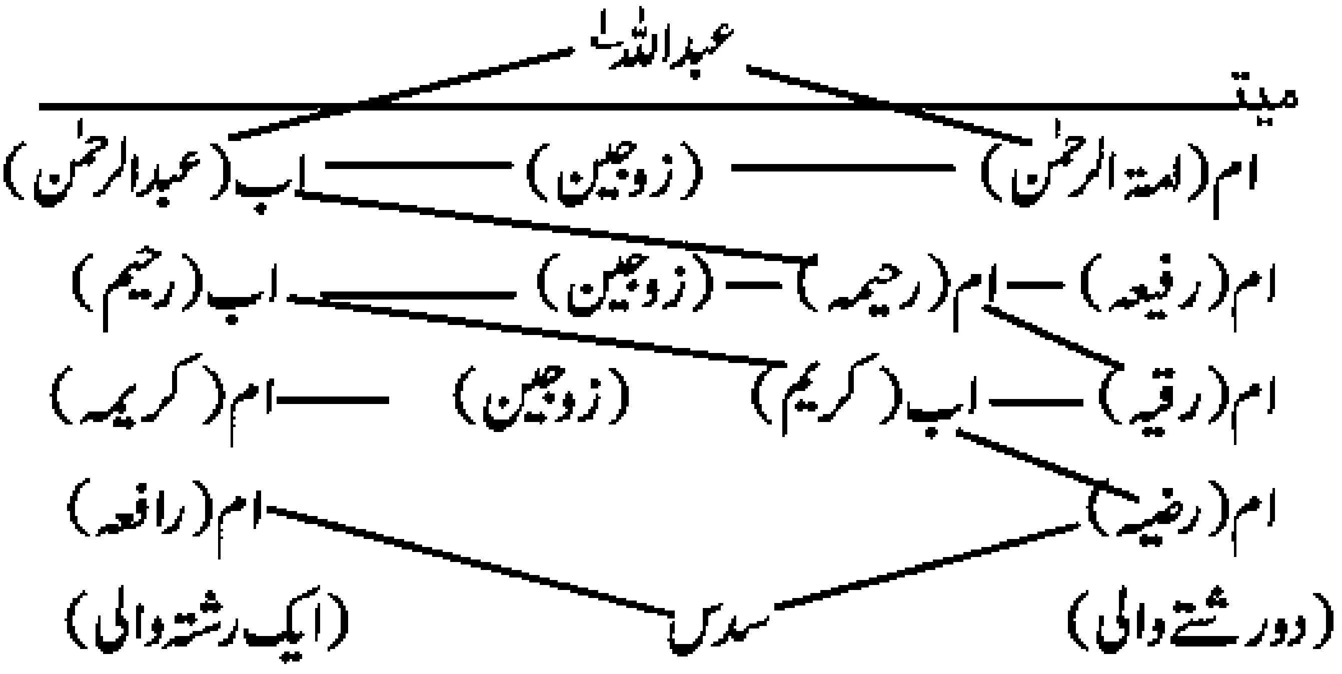

امام محمدؒ	۳	۱
امام ابو یوسفؒ	۱	۱

۱؎ نقشوں کی وضاحت: پہلے نقشہ میں ایک جدہ ایک رشتہ والی اور دوسری دو رشتے والی ہے، اس میں رافعہ نے اپنی لڑکی کریمہ کی شادی رضیہ کے لڑکے کریم سے کردی، ان دونوں زوجین سے رحیم پیدا ہوا، پھر رضیہ نے اپنے پوتے رحیم =

پہلے نقشہ میں رضیہ، عبدالرحمٰن کی دو رشتوں سے جدہ ہے، اور رافعہ ایک رشتہ سے، لہٰذا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے مطابق دونوں کے درمیان سدس برابر برابر تقسیم ہوگا۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے مطابق سدس تین میں تقسیم ہو کر دو حصے رضیہ کو اور ایک حصہ رافعہ کو ملے گا۔

دوسرے نقشہ میں رضیہ عبداللہ کی تین رشتوں سے جدہ ہے اور رافعہ صرف ایک رشتہ سے، لہٰذا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حسب سابق سدس دونوں کے درمیان برابر برابر تقسیم ہوگا، اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سدس چار حصوں میں تقسیم ہو کر، تین حصے رضیہ کو اور ایک حصہ رافعہ کو ملے گا۔

نوٹ: وراثت تقسیم کرنے کے لیے یہ فرض کرنا ضروری ہے کہ دونوں نقشوں میں رضیہ اور رافعہ کے علاوہ سارے اجداد و جدات کی وفات ہو چکی ہے۔

وَإِذَا كَانَتِ الْجَدَّةُ ذَاتَ قَرَابَةٍ وَاحِدَةٍ كَأُمِّ أُمِّ الْأَبِ وَالْأُخْرٰى ذَاتَ قَرَابَتَيْنِ أَوْ أَكْثَرَ كَأُمِّ أُمِّ الْأُمِّ وَهِيَ أَيْضًا أُمُّ أَبِ الْأَبِ بِهٰذِهِ الصُّوْرَةِ:

= کی شادی، اپنی نواسی رحیمہ سے کردی، ان دونوں سے عبدالرحمٰن پیدا ہوا؛ لہٰذا رضیہ دو رشتوں سے جدہ ہوئی۔ (۱) رضیہ عبدالرحمٰن کی نانی رقیہ کی ماں ہے (۲) عبدالرحمٰن کے دادا کریم کی بھی ماں ہے۔ اور رافعہ صرف عبدالرحمٰن کی دادی کریمہ کی ماں ہے۔

دوسرے نقشہ میں اتنا اضافہ ہے کہ رضیہ کی پرنواسی (لعۃ الرحمٰن) کی شادی عبدالرحمٰن سے ہوئی جو رضیہ کا پرنواسہ ہے ان دونوں سے عبداللہ پیدا ہوا، اس نقشہ میں عبداللہ کی وفات ہوئی ہے؛ اس لیے رضیہ کا رشتہ عبدالرحمٰن کے ساتھ عبداللہ سے بھی جوڑا جائے گا، اور رضیہ تین رشتوں سے عبداللہ کی جدہ ہوگی:

(۱) ام ام ام الام، یعنی: رضیہ عبداللہ کی نانی (رفیعہ) کی نانی ہے۔

(۲) ام ام ام الاب، یعنی: رضیہ عبداللہ کی دادی (رحیمہ) کی نانی ہے۔

(۳) ام اب اب الاب، یعنی: رضیہ عبداللہ کے دادا (رحیم) کی دادی ہے۔

اور رافعہ صرف ایک رشتہ سے عبداللہ کی جدہ ہے یعنی وہ (ام ام اب الاب ہے) عبداللہ کے دادا رحیم کی نانی ہے۔

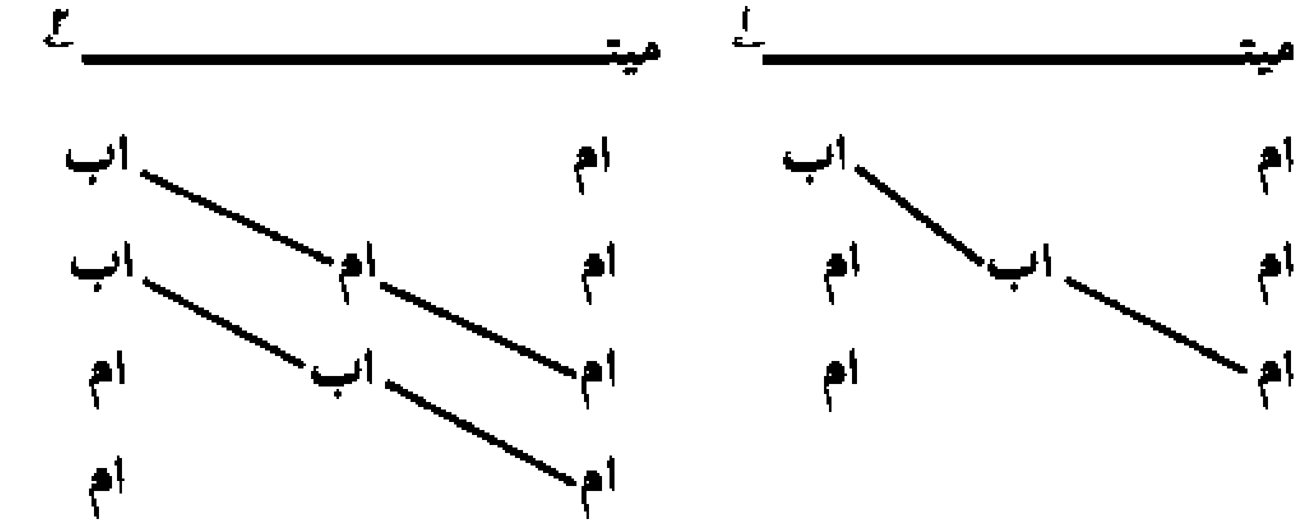

يُقْسَمُ السُّدُسُ بَيْنَهُمَا عِنْدَ أَبِيْ يُوْسُفَ -رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ- أَنْصَافًا بِاعْتِبَارِ الْأَبْدَانِ[3] وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ -رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ- أَثْلَاثًا بِاعْتِبَارِ الْجِهَاتِ.

ترجمہ: اور جب جدۂ (صحیحہ) ایک رشتے والی ہو — جیسے: دادی کی ماں — اور دوسری دو یا (دو سے) زیادہ رشتے والی ہو — جیسے: نانی کی ماں اور یہی دادا کی ماں بھی ہو — اس نقشہ کے مطابق[4] تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک افراد کے اعتبار سے سدس آدھا آدھا تقسیم ہوگا اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک رشتوں کے اعتبار سے (سدس) تہائی تہائی (تقسیم ہوگا)۔

مفتی بہ قول: فتوی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر ہے، علامہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول، اس سلسلے میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی تصریح مروی نہیں ہے؛ البتہ شوافع کی کتابوں میں ہے کہ امام ابو حنیفہ، امام مالک، اور امام شافعی رحمہم اللہ کے اقوال امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے مطابق ہیں۔[5]

---

[1] اس نقشہ میں ایک جدہ دو رشتے والی اور ایک صرف ایک رشتہ والی ہے۔ [2] اس نقشہ میں ایک جدہ تین رشتے والی اور ایک صرف ایک رشتہ والی ہے۔ [3] في المضمرات: وعليه الفتوى (بین السطور شریفیہ (ص:۴۴))۔ [4] متن میں صرف ایک نقشہ کا حکم بیان کیا گیا ہے جس میں ایک جدہ دو رشتے والی ہے اور ایک صرف ایک رشتہ والی ہے؛ لیکن سراجی کے رائج نسخوں میں ایک اور نقشے کا اضافہ ہے جس میں ایک جدہ تین رشتے والی اور دوسری ایک رشتہ والی ہے، ممکن ہے کہ یہ نقشہ ناسخین کا اضافہ کردہ ہو، افادہ کے پیش نظر دونوں نقشے احقر نے نقل کر دیے ہیں۔ [5] شریفیہ (ص:۴۵)۔

باب ـــــ ۲
عصبات کا بیان

عَصَبَة: عَاصِبٌ کی جمع ہے، مذکر، مؤنث، واحد اور جمع سب کے لیے اسم جنس کی طرح مستعمل ہے، اس کی جمع الجمع عَصَبات ہے، عصبہ مرد کے پدری رشتے کو کہتے ہیں، اس کا مصدر عُصُوبَۃ ہے، بمعنی: گھیرنا، احاطہ کرنا، یہ معنی عَصَبَ القومُ بالرجل سے ماخوذ ہے، یہ جملہ اس وقت بولا جاتا ہے جب چند آدمی کسی کو اپنی حمایت میں لے لیں اور اس کے گرد جمع ہو جائیں۔

وجہ تسمیہ: عصبہ بھی میت کو چاروں طرف سے اپنے گھیرے میں لیے رہتے ہیں، اس طرح کہ اوپر (ابوت) باپ کا رشتہ ہوتا ہے، نیچے لڑکے (بنوت) کا، ایک طرف بھائی (اخوت) اور دوسری طرف چچا (عمومت) کا؛ اس لیے ان کو عصبہ کہتے ہیں۔[1]

اصطلاحی تعریف: عصبہ میت کے وہ رشتہ دار ہیں، جن کا حصہ قرآن و حدیث میں متعین نہیں ہے؛ بلکہ وہ تنہا ہونے کی صورت میں تمام ترکہ اور ذوی الفروض کے ساتھ باقی ماندہ ترکہ کے مستحق ہوتے ہیں۔[2]

عصبہ کی دو قسمیں ہیں: نسبی اور سببی۔ نسبی: عصبہ وہ ہیں جن کا میت سے ولادت کا تعلق ہوتا ہے۔ اور سببی: عصبہ وہ ہیں جن کا میت سے عتاق کا تعلق ہوتا ہے۔

عصبۂ نسبی کی تین قسمیں ہیں: (۱) عصبہ بنفسہٖ (۲) عصبہ بغیرہٖ (۳) عصبہ مع غیرہٖ۔

عصبہ بنفسہٖ: ہر اس مذکر رشتہ دار کو کہتے ہیں جس کا میت سے رشتہ جوڑنے میں مؤنث کا واسطہ نہ آئے۔[3]

---

[1] شریفیہ (ص:۴۵)۔ [2] المواریث للصابونی (ص:۶۵)، سراجی (ص:۵)۔ [3] اس تعریف کے رو سے وہ تمام رشتہ دار نکل گئے جو مؤنث کے واسطے سے میت کی طرف منسوب ہوتے ہیں، مثلاً: نواسہ (ابن البنت) کہ لڑکی کے واسطے سے ہوتا ہے، نانا (اب الام) کہ ماں کے واسطے سے ہوتا ہے۔ اور جو رشتہ دار مذکر اور مؤنث دونوں کے واسطے ہوتے ہیں، ان میں مذکر ہی کا اعتبار ہوتا ہے مؤنث کا نہیں، جیسے: حقیقی بھائی (اخ لاب وام)؛ البتہ مؤنث کا واسطہ ترجیح کا سبب ضرور بنتا ہے، مثلاً: اگر حقیقی بھائی اور علاتی بھائی ایک جگہ جمع ہو جائیں تو صرف حقیقی بھائی کو وراثت ملے گی، وجہ ترجیح ماں کا رشتہ ہے: اس لیے کہ باپ کے رشتے میں دونوں برابر ہیں؛ لیکن حقیقی بھائی کو ماں کے رشتے کی زیادتی کی وجہ سے علاتی بھائی پر ایک گونہ فوقیت حاصل ہے۔ (شریفیہ ص:۴۶)۔

عصبہ بنفسہ کی چار قسمیں ہیں:

۱— جزءِ میت: یعنی میت کی نسلِ مذکر یا فروعِ مذکر چاہے نیچے کی ہوں، جیسے: لڑکے، پھر پوتے (نیچے تک) اس کو "رشتۂ بنوت" کہا جاتا ہے۔

۲— اصلِ میت یعنی میت کے اصولِ مذکر چاہے اوپر کے ہوں، جیسے: باپ، پھر دادا (اوپر تک) اس کو "رشتۂ ابوت" کہا جاتا ہے۔

۳— جزءِ ابِ میت: میت کے باپ کی نسل یعنی مذکر اولاد، جیسے: حقیقی بھائی، پھر علاتی بھائی پھر حقیقی بھائی کے لڑکے، پھر علاتی بھائی کے لڑکے (اسی طرح نیچے تک) حقیقی علاتی پر مقدم رہیں گے، اس کو "رشتۂ اخوت" کہتے ہیں۔[۱]

۴— جزءِ جدِ میت یعنی میت کے دادا کی مذکر نسل یعنی اولادِ مذکر، جیسے: حقیقی چچا پھر علاتی چچا، پھر حقیقی چچا کے لڑکے پھر علاتی چچا کے لڑکے (اسی طرح نیچے تک) حقیقی ہمیشہ علاتی پر مقدم رہیں گے، اس کو "رشتۂ عمومت" کہتے ہیں۔

بَابُ الْعَصَبَاتِ

اَلْعَصَبَاتُ النَّسَبِيَّةُ ثَلَاثَةٌ:[۲] عَصَبَةٌ بِنَفْسِهٖ، وَعَصَبَةٌ بِغَيْرِهٖ، وَعَصَبَةٌ مَعَ غَيْرِهٖ، أَمَّا الْعَصَبَةُ بِنَفْسِهٖ فَكُلُّ ذَكَرٍ لَا تَدْخُلُ فِي نِسْبَتِهٖ إِلَى الْمَيِّتِ أُنْثٰى. وَهُمْ أَرْبَعَةُ أَصْنَافٍ: جُزْءُ الْمَيِّتِ، وَأَصْلُهٗ، وَجُزْءُ أَبِيْهِ، وَجُزْءُ جَدِّهٖ.

ترجمہ: نسبی عصبات تین ہیں: عصبہ بنفسہ، عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ۔ رہا عصبہ بنفسہ: تو وہ ہر وہ مذکر ہے جس کا میت سے رشتہ جوڑنے میں کوئی مؤنث واسطہ نہ بنے، اور وہ (عصبہ بنفسہ) چار قسم (کے ہوتے) ہیں: میت کی فرع (جیسے: لڑکا) میت کی اصل (جیسے: باپ، دادا) اور میت کے باپ کی فرع (جیسے: بھائی) اور میت کے دادا کی فرع (جیسے: چچا)

[۱] حقیقی اور علاتی بھائی اور ان کے لڑکے ہی عصبہ ہوتے ہیں، اخیافی بھائی عصبہ نہیں ہوتا، وہ ذوی الفروض میں سے ہے، عصبہ نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ صرف ماں کے واسطے سے بھائی ہیں۔ [۲] ایک نسخہ میں ثلاث ہے۔ (سراجی مع شریفیہ ص: ۴۵)۔

فائدہ: ترتیب وار عصبہ بنفسہ کی چار قسمیں بیان کی گئی ہیں، وراثت میں یہی ترتیب ملحوظ رہتی ہے۔ جزءِ میت، اصلِ میت پر مقدم ہوتا ہے۔ اور اصلِ میت جزءِ اب میت پر اور جزءِ اب میت، جزءِ جد میت پر مقدم ہوتا ہے۔ (المواریث ص:۶۸)

عصبہ بنفسہ کے درمیان ترجیح: عصبہ بنفسہ کی چار قسموں میں سے اگر ایک ہی قسم اور ایک ہی درجہ کے عصبہ بنفسہ ہوں تو ترکہ کے مستحق وہی ہوں گے، اس صورت میں ترجیح کی ضرورت نہ ہوگی؛ لیکن اگر چاروں قسموں کے عصبات میں سے متعدد جمع ہو جائیں تو ان میں ترجیح تین طریقے سے دی جاتی ہے۔

پہلا طریقہ: پہلی قسم والے عصبہ کو دوسری قسم والے عصبہ پر اور دوسری قسم والے کو تیسری قسم والے پر اور تیسری قسم والے کو چوتھی قسم والے عصبہ پر ترجیح دی جاتی ہے، یعنی: لڑکے اور پوتے کی موجودگی میں باپ، دادا عصبہ نہیں ہو سکتے، اور باپ دادا کی موجودگی میں بھائی عصبہ نہیں ہو سکتے، اور بھائی اور اس کے لڑکے کی موجودگی میں چچا اور اس کے لڑکے عصبہ نہیں ہو سکتے، یعنی بُنوت کو اُبوت پر، ابوت کو اُخوت پر اور اُخوت کو عمومت پر ترجیح ہوتی ہے۔

دوسرا طریقہ: ''الاقرب فالاقرب'' کا ہے، یعنی اگر عصبہ بنفسہ کی ایک ہی قسم کے متعدد افراد جمع ہو جائیں تو ان میں جو میت سے زیادہ قریب ہوگا وہ عصبہ ہوگا، اور دور والے ساقط ہو جائیں گے۔ مثلاً:

۱— میت کا بیٹا اور پوتا دونوں ہوں تو بیٹا عصبہ ہوگا اور پوتا ساقط۔

۲— باپ اور دادا میں، باپ عصبہ ہوگا اور دادا ساقط اور دادا کی موجودگی میں پردادا ساقط ہوگا۔

۳— بھائی اور بھتیجے میں بھائی عصبہ ہوگا اور بھتیجا ساقط۔

۴— چچا اور چچا کے لڑکوں میں چچا عصبہ ہوگا، اور چچا کے لڑکے ساقط۔

اَلْأَقْرَبُ فَالْأَقْرَبُ، يُرَجَّحُوْنَ بِقُرْبِ الدَّرَجَةِ: أَعْنِيْ أَوْلٰهُمْ بِالْمِيْرَاثِ جُزْءُ الْمَيِّتِ — أَيِ الْبَنُوْنَ، ثُمَّ بَنُوْهُمْ وَإِنْ سَفَلُوْا — ثُمَّ

أَصْلُهُ — أي: الْأَبُ، ثُمَّ الْجَدُّ أي: أَبُ الْأَبِ وَإِنْ عَلَا — ثُمَّ جُزْءُ أَبِيْهِ — أي: الْإِخْوَةُ، ثُمَّ بَنُوْهُمْ وَإِنْ سَفَلُوْا — ثُمَّ جُزْءُ جَدِّهِ: أي الْأَعْمَامُ، ثُمَّ بَنُوْهُمْ وَإِنْ سَفَلُوْا.

ترجمہ: قریب تر رشتہ دار پھر (اس سے) قریب تر: (یعنی) عصبہ قرب درجہ سے ترجیح دیے جاتے ہیں یعنی ان میں میراث کی سب سے زیادہ حقدار میت کی فرع ہے — یعنی لڑکے پھر ان کے لڑکے اگرچہ (رشتے میں) نیچے ہوں — پھر میت کی اصل — یعنی باپ، پھر دادا: یعنی: باپ کا باپ اگرچہ (رشتے میں) اوپر ہوں — پھر میت کے باپ کی فرع — یعنی بھائی، پھر ان کے لڑکے اگرچہ (رشتے میں) نیچے ہوں — پھر میت کے دادا کی فرع، یعنی: چچا پھر ان کے لڑکے اگرچہ (رشتے میں) نیچے ہوں۔

فوائد: اقرب کی دو قسمیں ہیں: اقربِ حقیقی اور اقربِ حکمی ''الاقرب فالاقرب'' کی تعبیر دونوں کو شامل ہے۔

اقرب حقیقی: لڑکا اور پوتا میں لڑکا اقربِ حقیقی ہے، اور باپ، دادا میں باپ اقرب حقیقی ہے۔

اقربِ حکمی: جیسے لڑکا اور باپ، دونوں کا رشتہ میت سے بلا واسطہ ہے؛ لیکن لڑکا حکماً اقرب ہے۔

سوال: جب لڑکا اور باپ دونوں میت سے صرف ایک رشتہ رکھتے ہیں تو باپ کے ہوتے ہوئے صرف لڑکے کو عصبہ کیوں بنایا جاتا ہے؟ مزید یہ کہ پوتے کو بھی باپ پر ترجیح ہوتی ہے؛ حالاں کہ پوتا میت سے ایک (یا زیادہ) واسطوں سے جُڑتا ہے۔

جواب: رشتۂ بنوت چوں کہ رشتۂ اُبوت پر مقدم ہے؛ اس لیے باپ پر بیٹے اور پوتے کو ترجیح دی جاتی ہے، علامہ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے رشتۂ بنوت کی ترجیح کے نقلی اور عقلی دلائل تحریر فرمائے ہیں۔

نقلی دلیل: قرآن پاک میں اللہ کا ارشاد ہے: ''وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ'' ترجمہ: اور میت کے ماں باپ میں سے ہر

ایک کے لیے چھٹا حصہ ہے، اس مال میں سے جو وہ چھوڑ کر مر گیا، اگر میت کی اولاد ہے۔

اس آیت میں باپ کو لڑکے کی موجودگی میں ذوالفرض بنایا گیا ہے، اور لڑکے کا کچھ حصہ مقرر نہیں کیا گیا، معلوم ہوا کہ باپ سے بچا ہوا لڑکے کو ملے گا، گویا عصبہ ہونے میں لڑکا مقدم ہے؛ اسی لیے باپ کی موجودگی میں بیٹا عصبہ ہوتا ہے اور پوتا؛ چوں کہ بیٹے کے قائم مقام ہے؛ اس لیے پوتے کا حکم بھی وہی ہے جو بیٹے کا ہے۔

عقلی دلیل: انسان اپنی فطرت وطبیعت کے اعتبار سے والد کے مقابلے میں لڑکے سے زیادہ قریب ہوتا ہے، اس کے دل میں اولاد کی محبت زیادہ ہوتی ہے، عموماً آدمی مال ومنال اولاد کے لیے جمع کرتا ہے، اس کی تائید ایک حدیث سے ہوتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "الْوَلَدُ مَبْخَلَةٌ مَجْبَنَةٌ"[1] یعنی اولاد کنجوسی اور بزدلی کا سبب ہوتی ہے، اولاد کی وجہ سے آدمی مال میں بخل کرتا ہے اُسے باقی رکھنے کی کوششیں کرتا ہے، اور اولاد کی وجہ سے دشمنوں کے مقابلے میں بزدلی دکھاتا ہے، دل میں یہ ہوتا ہے کہ اگر مر گیا تو اولاد کا کیا ہوگا؟ — خلاصہ یہ کہ انسان کے دل سے والد کے مقابلے میں اولاد زیادہ قریب ہوتی ہے؛ اس لیے عصبہ ہونے میں لڑکا باپ سے مقدم ہے۔[2]

تیسرا طریقہ: عصبہ بنفسہٖ کے درمیان ترجیح کا تیسرا طریقہ قوتِ قرابت ہے، یعنی اگر برابر درجہ کے کئی عصبہ بنفسہٖ جمع ہو جائیں، ان میں سے کوئی میت سے زیادہ قریب نہ ہو تو رشتہ کی قوت کو دیکھا جائے گا، جس کا رشتہ زیادہ قوی ہوگا اس کو ترجیح ہوگی۔

میت کے حقیقی بھائی کو علاتی بھائی پر، حقیقی بہن کو جب بیٹی یا پوتی کی وجہ سے عصبہ مع الغیر ہو تو علاتی بھائی بہن پر، حقیقی چچا کو علاتی چچا پر، حقیقی بھتیجے کو علاتی بھتیجے پر ترجیح اسی لیے ہے کہ علاتی کا رشتہ صرف باپ سے ہوتا ہے اور حقیقی کا باپ اور ماں دونوں سے یعنی حقیقی کے لیے ماں کا رشتہ وجہ ترجیح بنتا ہے۔

عصبہ کے درمیان ترجیح کے مذکورہ سارے طریقے میت کے چچا؛ اس کے باپ

---

[1] کشف الخفاء (۲/۳۵۳)، وتہذیب تاریخ دمشق لابن عساکر، بیروت (۴/۲۱۰) والدُّرر المنتثرة للسیوطیؒ (ص:۱۸۳)۔ [2] المواریث للصابونی (ص:۷۱)

کے چچا اور دادا کے چچا میں جاری ہوتے ہیں۔

"الاقرب فالاقرب" کے قاعدے سے میت کے چچا کو، اس کے باپ کے چچا پر اور باپ کے چچا کو دادا کے چچا پر ترجیح ہوتی ہے۔

اور قوتِ قرابت والے قاعدہ سے حقیقی چچا کو علاتی چچا پر ترجیح ہوتی ہے، نیز چچا کے لڑکوں میں بھی حقیقی کو علاتی پر ترجیح اسی قاعدہ سے دی جاتی ہے۔

ثُمَّ يُرَجَّحُونَ بِقُوَّةِ الْقَرَابَةِ: أَعْنِيْ بِهِ أَنَّ ذَا الْقَرَابَتَيْنِ أَوْلٰى مِنْ ذِيْ قَرَابَةٍ وَاحِدَةٍ، ذَكَرًا كَانَ أَوْ أُنْثٰى؛ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ[1] "إِنَّ بَنِي الْأَعْيَانِ يَتَوَارَثُوْنَ دُوْنَ بَنِي الْعَلَّاتِ" كَالْأَخِ لِأَبٍ وَأُمٍّ، أَوِ الْأُخْتِ لِأَبٍ وَأُمٍّ — إِذَا صَارَتْ عَصَبَةً مِنَ الْبِنْتِ[2] — أَوْلٰى مِنَ الْأَخِ لِأَبٍ وَالْأُخْتِ لِأَبٍ؛ وَابْنِ الْأَخِ لِأَبٍ وَأُمٍّ أَوْلٰى مِنَ ابْنِ الْأَخِ لِأَبٍ. وَكَذٰلِكَ الْحُكْمُ فِي أَعْمَامِ الْمَيِّتِ، ثُمَّ فِي أَعْمَامِ أَبِيْهِ ثُمَّ فِي أَعْمَامِ جَدِّهِ.

ترجمہ: پھر رشتہ کی قوت سے ترجیح دیے جائیں گے، میں اس سے یہ مراد لیتا ہوں کہ دو رشتے والے (عصبہ) ایک رشتہ والے (عصبہ) سے زیادہ حق دار ہیں، خواہ مذکر ہوں یا مؤنث؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے پیش نظر کہ "حقیقی بھائی بہن وارث ہوتے ہیں نہ کہ علاتی بھائی بہن" جیسے: حقیقی بھائی؛ یا حقیقی بہن جب کہ لڑکی کے ساتھ عصبہ (مع الغیر) ہو، زیادہ حق دار ہے علاتی بھائی اور علاتی بہن سے اور (اسی طرح) حقیقی بھتیجا زیادہ حق دار ہے علاتی بھتیجے سے؛ اور یہی حکم میت کے چچا، پھر اس کے باپ کے چچا پھر اس کے دادا کے چچا کا ہے۔

قولہ: أعیان بنی الأم الخ: أعیان کی اضافت بنی الأم کی طرف اضافتِ بیانیہ ہے، اس کا لفظی ترجمہ ہے: ماں کے بیٹیوں کے خالص، یعنی حقیقی بھائی۔ یہاں حقیقی بھائی اور حقیقی بہن دونوں مراد ہیں، "ابن" کو تغلیباً ذکر کیا ہے، جس طرح شمس وقمر میں قمر (مذکر) کو

---

[1] ترمذی (۲/۲۹) سنن ابن ماجہ: ۲۷۰۱ (۲/۲۲۳) باب میراث العصبہ۔ [2] ایک نسخہ میں مع البنت ہے (سراجی مع شریفیہ)۔

غلبہ دے کر قمرین۔ اور اب و ام میں اب (مذکر) کو غلبہ دے کر ابوین کہا جاتا ہے۔

اسی طرح علات سے علاتی بھائی اور علاتی بہن دونوں مراد ہیں، ابن کو یہاں تغلیباً ذکر کیا ہے،[1] حقیقی اور علاتی میں وجہِ ترجیح چوں کہ ماں کا رشتہ ہے؛ اس لیے حدیث میں اعیان کے ساتھ بني الام (ماں کے لڑکے) کا اضافہ فرمایا ہے۔[2]

سوال: جب تیسرا قاعدہ عصبہ بنفسہٖ سے متعلق ہے تو اس میں حقیقی بہن اور علاتی بہن کا تذکرہ کیوں کیا گیا؟ جب کہ یہ عصبہ بنفسہٖ نہیں ہیں!

جواب: حقیقی اور علاتی بہنوں کا ذکر تبعاً ہے؛ اس لیے کہ جو حکم عصبہ بنفسہٖ کا ہے وہی حکم عصبہ مع غیرہ کا بھی ہے کہ حقیقی بہن اگر فروعِ مؤنث کے ساتھ عصبہ ہوتی ہے تو علاتی بہن کو ساقط کر دیتی ہے۔[3]

فائدہ: میت کے چچا کی عدم موجودگی میں فوراً باپ کے چچا اور پھر دادا کے چچا کو ترکہ نہیں ملے گا؛ بلکہ اولاً میت کے حقیقی چچا کو وراثت ملے گی، اور حقیقی چچا کی عدم موجودگی میں میت کے علاتی چچا کو، اور اگر یہ بھی نہ ہو تو میت کے حقیقی چچا کے لڑکے کو پھر علاتی چچا کے لڑکے کو وراثت ملے گی اور اگر یہ بھی نہ ہو تو میت کے حقیقی چچا کے پوتے پھر علاتی چچا کے پوتے (نیچے تک) کو وراثت ملے گی۔

اگر یہ سب نہ ہوں تو میت کے باپ کے حقیقی چچا، پھر علاتی چچا کو وراثت ملے گی، اگر یہ بھی نہ ہوں تو میت کے باپ کے حقیقی چچا کے لڑکے کو پھر میت کے باپ کے علاتی چچا کے لڑکے کو پھر حقیقی چچا کے پوتے کو پھر علاتی چچا کے پوتے (نیچے تک) کو وراثت ملے گی۔

اگر یہ سب نہ ہوں تو میت کے دادا کے حقیقی چچا کو پھر علاتی چچا کو پھر حقیقی چچا کے لڑکے کو پھر علاتی چچا کے لڑکے کو پھر حقیقی چچا کے پوتے کو پھر علاتی چچا کے پوتے (نیچے تک) کو وراثت ملے گی۔[4]

---

[1] فإن بني العلات يشمل البنات والبنين، وإن سُمِّيت بهذا الاسم تغليبًا. (بین السطور شریفیہ ص:۹۸) [2] والمقصودُ بذكرِ الأم ههنا إظهارُ ما يَتَرَجَّحُ به بَنُوا الأعيان على بني العلات. (شريفيه ص:۴۷). [3] حاشیہ شریفیہ (ص:۴۷)۔ [4] شریفیہ ص:۴۸، الدر المختار مع رد المحتار: ۵/۵۴۷۔

عصبہ بغیرہ کا بیان

عصبہ بغیرہ: وہ عورتیں ہیں جو اپنے بھائیوں کی وجہ سے عصبہ ہوتی ہیں۔ یہ کل چار عورتیں ہیں جن کا حصہ ایک ہونے کی صورت میں نصف اور ایک سے زیادہ ہونے کی صورت میں ثلثان ہے۔

وہ چار عورتیں یہ ہیں: بیٹی پوتی حقیقی بہن اور علاتی بہن

یعنی: بیٹی اگر بیٹے کے ساتھ ہو؛ پوتی اگر پوتے کے ساتھ ہو؛ حقیقی بہن اگر حقیقی بھائی کے ساتھ ہو؛ اور علاتی بہن اگر علاتی بھائی کے ساتھ ہو تو یہ ''عصبہ بالغیر'' ہوں گی اور دیگر ذوی الفروض کی موجودگی میں ان سے بچا ہوا اور عدم موجودگی میں سارا ترکہ ان کو مل جائے گا، اور وہ آپس میں اس طرح تقسیم کریں گے کہ ہر مذکر کو دو مؤنث کے حصہ کے برابر ملے گا۔

یہاں یہ بات خاص طور پر یاد رکھنی چاہیے کہ جو عورتیں اصحابِ فرائض میں سے نہیں ہیں اور ان کے بھائی عصبہ ہیں، وہ اپنے بھائیوں کی وجہ سے ''عصبہ بالغیر'' نہیں بنتیں جیسے: چچا اور پھوپی: بھائی بہن ہیں؛ مگر پھوپی چوں کہ اصحابِ فرائض میں سے نہیں ہے؛ اس لیے پورا مال چچا کو ملے گا، پھوپی کو کچھ نہیں ملے گا، اسی طرح چچا کی لڑکی چچا کے لڑکے کے ساتھ یعنی بھتیجی بھتیجے کے ساتھ ''عصبہ بالغیر'' نہیں ہوگی؛ اس لیے کہ یہ سب عورتیں اصحابِ فرائض میں سے نہیں ہیں۔

نوٹ: عصبہ بغیرہ اور عصبہ بالغیر کا ایک ہی مفہوم ہے، تعبیر کا فرق ہے۔

وَأَمَّا الْعَصَبَةُ بِغَيْرِهٖ: فَأَرْبَعٌ مِنَ النِّسْوَةِ، وَهُنَّ اللَّاتِيْ فَرْضُهُنَّ النِّصْفُ وَالثُّلُثَانِ، يَصِرْنَ عَصَبَةً بِأُخْوَتِهِنَّ، كَمَا ذَكَرْنَا فِيْ حَالَاتِهِنَّ وَمَنْ لَا فَرْضَ لَهَا مِنَ الْإِنَاثِ وَأَخُوْهَا عَصَبَةٌ لَا تَصِيْرُ عَصَبَةً بِأَخِيْهَا، كَالْعَمِّ وَالْعَمَّةِ، كَانَ الْمَالُ كُلُّهٗ لِلْعَمِّ دُوْنَ الْعَمَّةِ.

ترجمہ: اور رہی عصبہ بغیرہ: تو وہ چار عورتیں ہیں، اور وہ ایسی عورتیں ہیں جن کا حصہ (ایک ہونے کی صورت میں) آدھا اور (ایک سے زیادہ ہونے کی صورت میں) دو تہائی ہے۔ وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ عصبہ ہوتی ہیں، جیسا کہ ان کے حالات میں ہم نے بیان

کر دیا ہے۔

اور وہ عورتیں جن کا کوئی حصہ مقرر نہیں ہے اور ان کا بھائی عصبہ ہو رہا ہو تو وہ (عورت) اپنے بھائی کے ساتھ عصبہ نہیں ہوگی، جیسے: چچا اور پھوپی، پورا مال چچا کا ہوگا، نہ کہ پھوپی کا۔

عصبہ مع غیرہ کا بیان

عصبہ مع غیرہ: وہ عورتیں ہیں جو فروع مؤنث (بیٹی، پوتی، پرپوتی، سکڑپوتی، لکڑپوتی نیچے تک) کی موجودگی میں عصبہ ہوتی ہیں۔

یہ صرف دو عورتیں ہیں: حقیقی بہن اور علاتی بہن۔

جب ان کے ساتھ لڑکی، پوتی (نیچے تک) میں سے کوئی ہو تو یہ عصبہ مع الغیر ہو جاتی ہے، اور لڑکی وغیرہ کو دینے کے بعد بچا ہوا ترکہ ان کو ملتا ہے۔ عصبہ مع غیرہ کو عصبہ مع الغیر بھی کہا جاتا ہے۔

مثال: مسئلہ۲ میت اطہر

اختت لاب وام	بنت
عصبہ مع الغیر	نصف
۱	۱

مثال: مسئلہ۳ میت اطہر

اختت لاب	۲ بنت لابن
عصبہ مع الغیر	ثلثان
۱	۲

وَأَمَّا الْعَصَبَةُ مَعَ غَيْرِهٖ: فَكُلُّ أُنْثٰى تَصِيْرُ عَصَبَةً مَعَ أُنْثٰى أُخْرٰى كَالْأُخْتِ مَعَ الْبِنْتِ لِمَا ذَكَرْنَا.

ترجمہ: رہی عصبہ مع غیرہ: تو وہ ایسی مؤنث ہے جو دوسری مؤنث کے ساتھ (یعنی دوسری مؤنث کی موجودگی میں) عصبہ ہوتی ہے، جیسے: بہن لڑکی کے ساتھ اس (حدیث کے مفہوم کی) وجہ سے جس کو ہم نے بیان کر دیا ہے۔

قولہ: الأخت مع البنت: ''اخت'' سے مراد حقیقی اور علاتی بہنیں ہیں اور ''بنت'' سے مراد صلبی لڑکی، پوتی، پرپوتی (نیچے تک) ہے۔

قولہ: لما ذکرنا: سے مراد مصنف علیہ الرحمہ کی سابقہ عبارت: **قولہ علیہ السلام: ''اِجْعَلُوا الأَخَوَاتِ مَعَ البناتِ عصبةً''** ہے، جس کی تحقیق وتوضیح حقیقی بہنوں کے احوال میں گزر چکی ہے۔

عصبہ بالغیر اور عصبہ مع الغیر کے درمیان فرق

پہلا فرق: عصبہ بالغیر میں مؤنث، مذکر کے ساتھ عصبہ ہوتی ہے، حقیقتاً عصبہ مذکر ہی ہوتا ہے؛ لیکن وہ مؤنث کو بھی اپنے ساتھ شریک کرلیتا ہے اس مؤنث کی ''ذوالفرض'' ہونے والی حالت بدل کر ''عصوبت'' کی طرف منتقل ہو جاتی ہے؛ تا کہ مؤنث کا حصہ اپنے برابر والے مذکر وارث (بھائی) سے نہ بڑھے؛ بلکہ اس کے برابر بھی نہ ہونے پائے اور مذکر کو مؤنث کا دوگنا مل جائے۔

اور ''عصبہ مع الغیر'' میں مؤنث عصبہ ترکہ لینے میں کسی کے ساتھ شریک نہیں ہوتی؛ بلکہ دوسری مؤنث (بیٹی، پوتی) کی موجودگی میں عصبہ ہوتی ہے، اور بیٹی پوتی اور دیگر اصحابِ فرائض سے بچا ہوا ترکہ پاتی ہے[1] مثالیں گزر چکیں۔

دوسرا فرق: سکب الانہر میں ہے کہ عصبہ بالغیر میں ''با'' اِلصاق کے لیے ہے، اور مُلْصَق اور ملصق بہ کی شرکت حکم میں ضروری ہے؛ لہٰذا عصبہ بالغیر میں غیر (یعنی دوسرے مذکر) کا عصوبت میں ساتھ ہونا ضروری ہے۔

اور عصبہ مع الغیر میں ''مع'' قِران کے لیے ہے اور قِران دو شخصوں کے درمیان حکم میں شرکت کے بغیر بھی پایا جاتا ہے، مثلاً:

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَجَعَلْنَا مَعَهُ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا﴾ (فرقان: ۳۵) یعنی حضرت ہارون علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ وزیر (مددگار) بنایا، وزیر ہونے میں حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ حضرت موسیٰ

[1] شریفیہ (ص: ۴۸)، ردالمحتار (۵/ ۵۴۸)، المواریث (ص: ۷۷)۔

علیہ السلام شریک نہیں ہیں، یہاں پر ’’مع‘‘ قِران کے لیے ہے؛ لیکن حکم میں دونوں شریک نہیں ہیں، اگرچہ نبی ہونے میں دونوں شریک ہیں۔ اسی طرح عصبہ مع الغیر میں غیر (دوسری مؤنث) عصبہ ہونے میں شریک نہیں ہوتی[1]

ایک ضروری وضاحت: جب حقیقی بہن ’’عصبہ مع الغیر‘‘ ہوتی ہے تو وہ حقیقی بھائی کے حکم میں ہوجاتی ہے؛ لہٰذا یہ علاتی بھائی اور علاتی بہن کو ساقط کردیتی ہے، نیز حقیقی بہن کی وجہ سے اس سے دور کے عصبات بھی ساقط ہوجاتے ہیں، جیسے: بھتیجے اور چچا وغیرہ۔

اسی طرح علاتی بہن جب عصبہ مع الغیر ہوتی ہے تو علاتی بھائی کے حکم میں ہوجاتی ہے یعنی اپنے سے دور والے عصبات کو ساقط کردیتی ہے، مثلاً: بھتیجے، چچا وغیرہ۔

مثال: مسئلہ ۲ — میت: اعظم

اخ لاب	اخت لام وام	بنت
ساقط	عصبہ مع الغیر	نصف
	۱	۱

مثال: مسئلہ ۲ — میت: عظیم

ابن الاخ لاب وام	اخت لاب	بنت الابن
ساقط	عصبہ مع الغیر	نصف
	۱	۱

مثال: مسئلہ ۲ — میت: عظمیٰ

عم	اخت لاب	بنت الابن
ساقط	عصبہ مع الغیر	نصف
	۱	۱

پہلی مثال میں حقیقی بہن نے علاتی بھائی کو، اور دوسری میں علاتی بہن نے حقیقی بھائی کے لڑکے کو، اور تیسری میں علاتی بہن نے چچا کو ’’عصبہ مع الغیر‘‘ ہونے کی وجہ سے ساقط کردیا ہے۔[2]

---

[1] ردالمحتار: (۵/۵۴۸)۔ [2] (المواریث ص: ۴۷و۷۷)۔

عصباتِ سببیہ کا بیان

عصبہ کی دو قسموں (نسبی اور سببی) میں سے نسبی کا بیان ختم ہوا، اب دوسری قسم ''سببی'' کا بیان شروع ہو رہا ہے۔

عصبۂ سببی کو ''مولی العتاقۃ'' بھی کہا جاتا ہے، مولیٰ کے معنی ہیں: مالک، آقا۔ اور عتاقۃ کے معنی ہیں: آزاد ہونا ''مولی العتاقۃ'' کے معنی ہیں: آزادی کا آقا۔

غلام آزاد کرنے والے کو آزاد کرنے کے بدلے نعمت کے طور پر آزاد شدہ غلام کی وراثت ملتی ہے؛ جب کہ غلام کے شرعی ورثاء موجود نہ ہوں — اسے ''وَلاءِ عتق'' یا ''وَلاءِ نعمت'' کہتے ہیں۔ وَلاء کے لغوی معنی قربت اور مدد کے ہیں۔

اصطلاحی تعریف: فرائض کی اصطلاح میں وَلاء اس میراث کو کہتے ہیں جو غلام کی مدد (یعنی اُسے آزاد) کرنے کی وجہ سے ملتی ہے۔

وَلاءِ عتق ملنے کی عقلی وجہ: غلام کو زمانہ غلامی میں بہت سے اختیارات حاصل نہیں ہوتے، مثلاً: آقا کی اجازت کے بغیر وہ نہ تو نکاح کر سکتا ہے اور نہ ہی خرید و فروخت؛ نیز وہ کسی چیز کا مالک بھی نہیں ہوتا، اس کی ساری چیزیں آقا کی ملک ہوتی ہے۔ وغیرہ۔

غلام کے آزادی، بیع و شراء اور نکاح و طلاق میں خود مختاری، ایک نئی زندگی کی طرح ہوتی ہے، آزاد کرنے والا اس کا بہت بڑا محسن ہوتا ہے جو اسے نئی زندگی سے ہمکنار کرتا ہے؛ اس لیے جس طرح لڑکا باپ سے پیدا ہونے کی وجہ سے باپ اور اس کے دوسرے رشتہ داروں کی طرف منسوب ہوتا ہے، اور جس طرح نسبی رشتہ کی وجہ سے وراثت ملتی ہے، اسی طرح غلام آزاد کرنے کی وجہ سے آزاد کرنے والے کو اور آزاد کرنے والے کی عدم موجودگی میں اس کے عصبات کو وراثت ملتی ہے، جسے ''وَلاء'' کہتے ہیں۔

عصباتِ سببیہ کی ترتیب: اگر میت کے ورثاء میں نہ تو اصحابِ فرائض ہوں اور نہ ہی نسبی عصبات — جن کی تفصیل گذشتہ صفحات میں گذر چکی ہے — تو میت کا ترکہ اس کے سببی عصبات کو ملے گا۔

عصبۂ سببی (مولی العتاقہ) میں بھی عصبات کی ترتیب وہی ہے جو عصبہ بنفسہ کی ہے، یعنی اگر معتِق موجود نہ ہو تو میراث معتِق کی فرع کو ملے گی، پھر معتِق کی اصل کو، پھر معتِق کی اصلِ قریب (باپ) کی فرع کو اور آخر میں معتِق کی اصلِ بعید (دادا پردادا) کی فروع کو۔

تفصیل درج ذیل ہے:

معتِق کی فرع: اگر معتِق موجود نہیں ہوگا تو اس کے لڑکے، پوتے (نیچے تک) کو آزاد شدہ غلام کا ترکہ ملے گا۔

معتِق کی اصل: اگر معتِق کی فرع موجود نہ ہوگی تو اس کے باپ، دادا (اوپر تک) کو آزاد شدہ غلام کا ترکہ ملے گا۔

معتِق کے باپ کی فرع: اگر معتِق کی اصل موجود نہیں ہے تو معتِق کے بھائی کو آزاد شدہ غلام کی وراثت ملے گی۔

معتِق کے دادا کی فرع: اگر معتِق کے بھائی بھی موجود نہ ہوں تو آزاد شدہ غلام کی وَلاء اس کے چچا کو ملے گی۔

حاصل یہ کہ معتِق کے مذکر عصبات میں غلام کی وَلاء دائر رہے گی اور بس۔

اگر ان سب میں سے کوئی نہ ہو تو دیکھا جائے گا کہ معتِق بھی کسی کا غلام تھا یا نہیں، اگر تھا تو اس کے آقا کو ولاء ملے گی اور وہ زندہ نہ ہو تو پھر اس کے مذکر عصبات میں مذکورہ بالا ترتیب کے ساتھ وَلاء تقسیم ہوگی۔

یہ ترتیب اس فرمانِ نبوی سے مستنبط ہے کہ: "اَلْوَلَاءُ لُحْمَةٌ كَلُحْمَةِ النَّسَبِ" (ترجمہ) وَلاء نسب کے رشتہ کی طرح ایک رشتہ ہے، پس جو ترتیب نسبی عصبات میں ملحوظ رہتی ہے، وہی ترتیب وَلاء کے مستحق سببی عصبات میں بھی ملحوظ رہے گی۔

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ معلوم ہوگیا کہ آزاد شدہ غلام کے شرعی ورثاء کی عدم موجودگی میں غلام کی "وَلاء" معتِق، اور اس کے لڑکے، پوتے، باپ دادا، بھائی اور چچاؤں میں دائر رہتی ہے، معتِق کے مؤنث عصبات کو وَلاء نہیں ملتی، ایسا اس لیے ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے حق میں وَلاء کی نفی فرمائی ہے؛ البتہ آٹھ صورتوں میں عورتوں کو وَلاء ملتی ہے، یہ آٹھ صورتیں استثنائی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لَيْسَ لِلنِّسَاءِ مِنَ الْوَلَاءِ إِلَّا مَا أَعْتَقْنَ أَوْ اعتقَ مَنْ أَعْتَقْنَ" (الحدیث)

عورتوں کو حق وَلاء حاصل ہونے کی صورتیں

پہلی صورت: آزاد کردہ غلام کی وَلاء: ایک خاتون نے غلام آزاد کیا، اس غلام کا کوئی وارث نہیں ہے تو اس غلام کا ترکہ (وَلاء) مذکروہ خاتون کو ملے گا۔

دوسری صورت: معتَق کے معتَق کی وَلاء: ایک خاتون نے غلام آزاد کیا، پھر اس آزاد شدہ غلام نے ایک غلام آزاد کیا، اب دوسرے آزاد شدہ غلام کی وفات ہوئی؛ تو اس کی وَلاء مذکورہ خاتون کو ملے گی، بشرطے کہ پہلا آزاد شدہ وفات پا گیا ہو اور اس کا کوئی عصبہ نسبی نہ ہو۔

تیسری صورت: مکاتب کی وَلاء: کسی عورت نے اپنے غلام سے مکاتبت یعنی اس طرح لکھت میں معاملہ کیا کہ اگر تم مثال کے طور پر: ایک ہزار روپے دے دو تو تم آزاد ہو، غلام نے معین رقم دے کر آزادی حاصل کر لی اور وفات پا گیا، اس کا کوئی وارث نہیں ہے تو اس غلام کی وَلاء (میراث) مذکورہ خاتون کو ملے گی بشرطے کہ اس غلام کا کوئی عصبہ نسبی نہ ہو۔

چوتھی صورت: مکاتَب کے مکاتَب کی وَلاء: اوپر ذکر کردہ مکاتب نے بھی آزادی کے بعد ایک غلام کو مکاتب بنایا، وہ بھی بدلِ کتابت ادا کر کے آزاد ہو گیا، پھر اِس کی وفات ہو گئی تو اِس کی وَلاء مذکورہ بالا خاتون کو ملے گی۔ بشرطے کہ ان دونوں مکاتب غلاموں کا کوئی عصبہ نسبی نہ ہو۔ اور عورت نے جس غلام کو مکاتب بنایا تھا اس کا پہلے انتقال ہوا ہو۔

پانچویں صورت: مدبر کی وَلاء: اس صورت کو سمجھنے کے لیے یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ اگر کوئی مسلمان مرتد ہو کر دارالحرب چلا جائے تو وہ حکماً مردہ ہو جاتا ہے پس مدبر کی وَلاء کی شکل یہ ہے کہ ایک خاتون نے اپنے غلام کو اپنے مرنے کے بعد آزاد ہونے کا پروانہ

دیا، اتفاق سے وہ خاتون (نعوذ باللہ) مرتد ہو کر دار الحرب چلی گئی، قاضی نے دار الحرب جانے کی وجہ سے (اس پر وفات کا حکم لگا کر) مدبر غلام کو آزاد کر دیا پھر وہ خاتون مسلمان ہو کر دار الاسلام چلی آئی، اس کے بعد اس کے مدبر غلام کی وفات ہوئی اور اس کا کوئی عصبۂ نسبی نہیں ہے تو مذکورہ خاتون کو اس غلام کی وَلاء (میراث) ملے گی۔

چھٹی صورت: یہ بھی تقریباً مذکورہ بالا صورت ہے — البتہ اس میں اتنی تفصیل ہے کہ عورت نے جس غلام کو مدبر بنایا تھا، اس نے آزاد ہونے کے بعد کوئی غلام خریدا پھر اس کو مدبر بنایا، اس کے بعد عورت نے جس کو مدبر بنایا تھا اس کا انتقال ہو گیا، اس کے بعد مدبر کے مدبر کا انتقال ہوا تو اس کی ولاء اس خاتون کو ملے گی جس نے اس کے آقا کو مدبر بنایا تھا؛ بشرطے کہ ان دونوں مدبروں کا کوئی عصبۂ نسبی نہ ہو۔

ساتویں صورت: جرِّ وَلاءِ معتَق — یہاں بھی پہلے ایک بات جان لینی ضروری ہے کہ بچہ آزادی اور غلامی میں ماں کے تابع ہوتا ہے، یعنی اگر ماں آزاد ہے تو بچہ بھی آزاد ہوگا اور ماں اگر غلام ہے تو بچہ بھی ماں کے آقا کا غلام ہوگا۔

جرِّ ولاءِ معتَق کی صورت یہ ہے کہ ایک خاتون کے غلام نے اس کی اجازت سے ایک آزاد شدہ باندی سے نکاح کیا، پھر ان سے ایک بچہ پیدا ہوا، تو بچہ ماں کے آزاد ہونے کی وجہ سے آزاد ہوگا، اور اس کی وَلاء اس کی ماں کے آقا کو ملے گی۔

پھر جب مذکورہ بالا خاتون شادی شدہ غلام کو آزاد کر دے گی، تو یہ آزاد شدہ غلام اپنے بچے کی وَلاء کا مالک ہوگا۔ پھر یہی وَلاء اس کے واسطے سے مذکورہ خاتون کو ملے گی۔

اب اگر اس خاتون کے آزاد کردہ غلام کی وفات ہو جائے پھر اس کے بچے کی بھی وفات ہو جائے تو اس کی ''وَلاء'' مذکورہ خاتون کو ملے گی؛ بشرطے کہ ان کا کوئی عصبۂ نسبی نہ ہو۔

آٹھویں صورت: جرِّ ولاءِ معتَقِ معتَق: یہ بھی مذکورہ بالا صورت کی طرح ہے کہ ایک عورت نے ایک غلام آزاد کیا، پھر اس آزاد شدہ غلام نے ایک غلام خریدا، اور کسی دوسرے شخص کی آزاد شدہ باندی سے اس کی شادی کر دی، پھر ان سے بچہ پیدا ہوا، یہ بچہ اپنی ماں کے تابع ہو کر آزاد ہوگا، اور اس کی ولاء اس کی ماں کے آزاد کرنے والے آقا کو ملے گی۔

اور جب آزاد شدہ غلام اپنے شادی شدہ غلام کو آزاد کر دے گا، تو اس کی وَلاء پہلے تو اسی کو ملے گی، پھر اس کے واسطے سے (اس کو آزاد کرنے والی) مذکورہ خاتون کو ملے گی۔

وآخِرُ العَصَباتِ مَوْلَى العَتاقَةِ، ثُمَّ عَصَبَتُهُ عَلَى التَّرْتِيبِ الَّذِيْ ذَكَرْنَا؛ لِقَوْلِهِ -عَلَيْهِ السَّلامُ-: "اَلْوَلاءُ لُحْمَةٌ كَلُحْمَةِ النَّسَبِ."[1]

وَلا شَيْءَ لِلْإِنَاثِ مِنْ وَرَثَةِ المُعْتِقِ: لِقَوْلِهِ -عَلَيْهِ السَّلامُ-: "لَيْسَ لِلنِّسَاءِ مِنَ الْوَلاءِ إِلَّا مَا أَعْتَقْنَ؛ أَوْ أَعْتَقَ مَنْ أَعْتَقْنَ؛ أَوْ كَاتَبْنَ؛ أَوْكَاتَبَ مَنْ كَاتَبْنَ؛ أَوْدَبَّرْنَ؛ أَوْ دَبَّرَ مَنْ دَبَّرْنَ؛ أَوْ جَرَّ وَلاَءَ مُعْتَقُهُنَّ؛ أَوْمُعْتَقُ مُعْتَقِهِنَّ".[2]

ترجمہ: اور آخری عصبہ مولی العتاقہ ہے، پھر مولی العتاقہ کے عصبہ اس ترتیب کے مطابق جو ہم نے بیان کی ہے؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی بنا پر کہ "ولاء ایک رشتہ ہے نسب کے رشتہ کی طرح"۔

اور آزاد کرنے والے (آقا) کے ورثاء میں سے مؤنث کے لیے کوئی حصہ نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی وجہ سے کہ: عورتوں کے لیے "وَلاء" (کا کوئی حصہ) نہیں ہے؛ مگر (اس غلام کی وَلاء) جس کو ان عورتوں نے آزاد کیا ہو؛ یا ان عورتوں کے آزاد کردہ غلام نے آزاد کیا ہو؛ یا ان عورتوں نے مکاتب بنایا ہو؛ یا ان عورتوں کے مکاتب نے مکاتب بنایا ہو؛ یا جس کو ان عورتوں نے مدبر بنایا ہو؛ یا ان کے مدبر نے مدبر بنایا ہو؛ یا ان کے آزاد کردہ غلام نے وَلاء کھینچی ہو (حاصل کی ہو)؛ یا ان کے آزاد کردہ غلام کے آزاد کردہ غلام نے وَلاء کھینچی ہو (یعنی ولاء حاصل کی ہو)۔

مسئلہ: اگر معتِق کے متعدد عصبات ہوں، مثلاً معتِق کا باپ اور اس کا بیٹا ہو تو

[1] السنن الكبرى للبيهقي، بيروت (۶/۲۴۰) (۱۰/۲۹۲ و۲۹۳) ومسند الشافعيؒ بيروت (۳۳۸) مصنف عبد الرزاق (۹/۲۴۴). [2] هذا الحديث وإن كان فيه شذوذ لكنه قد تأكد بما روي من كبار الصحابة (شريفيه ص: ۵۱) فقد روي عن عمر وعلي وزيد بن ثابت رضي الله عنهم: أنهم كانوا لايُوَرِّثُون النساءَ من الولاء إلا مَا أعتقن أو أعتق من أعتقن، أو كاتبن. رواه ابن أبي شيبة وعبد الرزاق والدارمي والبيهقي (رد المحتار: ۵/۵۵۰).

طرفین رحمہما اللہ کے نزدیک وَلاء صرف لڑکے کو ملے گی؛ لیکن امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وَلاء کا چھٹا حصہ باپ کو ملے گا اور باقی ماندہ لڑکے کو ملے گا۔

اور اگر معتق کا لڑکا اور دادا ہو تو اس میں کسی کا اختلاف نہیں تمام ائمہ کے نزدیک وَلاء صرف معتق کے لڑکے کو ملے گی، معتق کے دادا کو کچھ نہیں ملے گا۔

خلاصہ یہ کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک معتق کے لڑکے کے ساتھ معتق کے باپ کے ہونے اور دادا کے ہونے میں فرق ہے۔ وہ باپ کو تو وَلاء کا سدس دیتے ہیں؛ لیکن دادا کو وَلاء سے محروم رکھتے ہیں۔

نوٹ: یہ ان چار مسئلوں میں سے ایک ہے جن میں باپ اور دادا کا حکم الگ ہے، دادا کے احوال میں جن کو بیان کرنے کا مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے وعدہ فرمایا تھا۔

وَلَوْ تَرَکَ أَبَا الْمُعْتِقِ وَابْنَهُ[1] عِنْدَ أَبِيْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ سُدُسُ الْوَلَاءِ لِلْأَبِ وَالْبَاقِيْ لِلِابْنِ؛ وَعِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالىٰ الْوَلَاءُ كُلُّهُ لِلِابْنِ، وَلَا شَيْءَ لِلْأَبِ. وَلَوْ تَرَكَ اِبْنَ الْمُعْتِقِ وَجَدَّهُ، فَالْوَلَاءُ كُلُّهُ لِلِابْنِ بِالْاِتِّفَاقِ.

ترجمہ: اور اگر (آزاد شدہ غلام نے) آزاد کرنے والے کے باپ اور اس کے بیٹے کو چھوڑا تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وَلاء کا "سدس" باپ کو اور بقیہ بیٹے کو ملے گا۔ اور امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک پوری وَلاء بیٹے کو ملے گی اور باپ کو کچھ نہیں ملے گا۔ اور اگر (آزاد شدہ غلام نے) آزاد کرنے والے کے بیٹے اور اس کے دادا کو چھوڑا تو بالاتفاق پوری وَلاء لڑکے کو ملے گی۔

ذی رحم محرم کے مالک ہونے کا حکم

ذی رحم محرم: وہ نسبی رشتہ دار ہے جس سے نکاح ہمیشہ کے لیے حرام ہے۔ جیسے ماں، باپ، دادا، نانا (اوپر تک) بیٹا پوتا، بیٹی پوتی (نیچے تک) بھائی بہن اور ان کی اولاد، چچا پھوپی اور ماموں خالہ۔

[1] سراجی کے بعض نسخوں میں "عند" سے پہلے "کان" کا اضافہ ہے (سراجی مع شریفیہ)۔

پس اگر کوئی شخص اپنے کسی ذی رحم محرم کو خریدے یا ہبہ وغیرہ کے ذریعہ مالک ہو، تو مالک ہوتے ہی وہ رشتہ دار خود بخود آزاد ہو جائے گا؛ تاہم سببِ عتق اختیار کرنے کی وجہ سے بقدرِ ملک وَلاء ملے گی۔

مثلاً: کوئی آدمی غلام تھا، اس کی تین آزاد لڑکیاں تھیں؛ کبریٰ، صغریٰ اور وسطیٰ۔ اول الذکر دونوں نے اپنے غلام باپ کو پچاس دینار میں خریدا، کبریٰ نے تیس دینار اور صغریٰ نے بیس دینار دیے، تو باپ خریدتے ہی آزاد ہو جائے گا۔

اور باپ کی وفات کے بعد تینوں لڑکیوں کو اس کے ترکہ میں سے ثلثان ملے گا اور باقی ایک ثلث باپ کو خریدنے والی دونوں لڑکیوں (کبریٰ اور صغریٰ) کے درمیان بطور وَلاء تقسیم ہوگا۔ ثلث کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جائے گا، ان میں سے تین حصے کبریٰ کو اور دو حصے صغریٰ کو ملیں گے۔ وسطیٰ نے چوں کہ باپ کو خریدا نہیں ہے؛ اس لیے اس کو بطور وَلاء ثلث میں سے کچھ نہیں ملے گا؛ البتہ لڑکی ہونے کی حیثیت سے ثلثان میں دونوں کے ساتھ برابر کی شریک ہوگی، اور مسئلہ کی تصحیح پینتالیس سے ہوگی، عبارت و ترجمہ کے بعد مسئلہ کی تخریج آئے گی۔

نوٹ: اگر کوئی رشتہ دار ذی رحم ہو؛ لیکن محرم نہ ہو تو وہ ملک میں آنے کے بعد خود بخود آزاد نہ ہوگا، جیسے: چچا کی، ماموں کی، اور خالہ کی اولاد۔ نیز کوئی مرد یا عورت محرم ہو؛ لیکن ذی رحم نہ ہو تو وہ بھی آزاد نہ ہوگا، جیسے رضاعی بھائی یا بہن محرم ہے؛ لیکن ذی رحم نہیں ہے؛ اس لیے کوئی شخص اپنی رضاعی بہن یا بھائی کا مالک ہوگا تو وہ آزاد نہیں ہوں گے۔

وَمَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ عَتَقَ عَلَيْهِ؛ وَيَكُوْنُ وَلَاؤُهُ لَهُ بِقَدْرِ الْمِلْكِ؛ كَثَلَاثِ بَنَاتٍ؛ لِلْكُبْرٰى ثَلَاثُوْنَ دِيْنَارًا، وَلِلصُّغْرٰى عِشْرُوْنَ دِيْنَارًا فَاشْتَرَتَا أَبَاهُمَا بِالْخَمْسِيْنَ، ثُمَّ مَاتَ الْأَبُ، وَتَرَكَ شَيْأً فَالثُّلُثَانِ بَيْنَهُنَّ أَثْلَاثًا بِالْفَرْضِ، وَالْبَاقِيْ بَيْنَ مُشْتَرِيَتَي الْأَبِ أَخْمَاسًا بِالْوَلَاءِ: ثَلَاثَةُ أَخْمَاسِهِ لِلْكُبْرٰى، وَخُمُسَاهُ لِلصُّغْرٰى، وَتَصِحُّ مِنْ خَمْسَةٍ وَأَرْبَعِيْنَ.

ترجمہ: جو شخص اپنے ذی رحم محرم کا مالک ہو تو وہ (محرم) اس پر آزاد ہو جائے گا، اور آزاد شدہ کی وَلاء اسے ملک کے مطابق حاصل ہو گی۔

جیسے (کسی کی) تین لڑکیاں ہیں؛ کبریٰ کے تیس دینار اور صغریٰ کے بیس دینار ہیں، پس ان دونوں نے اپنے والد کو پچاس دینار میں خریدا، پھر باپ کچھ مال چھوڑ کر مر گیا، تو ثلثان ان تینوں کے درمیان بطور ترکہ تین حصوں میں تقسیم ہوگا، اور باقی ماندہ باپ کو خریدنے والی دونوں لڑکیوں کے درمیان بطور وَلاء پانچ حصوں میں (تقسیم) ہو کر؛ اس کا تین خُمس کبری کو اور دو خُمس صغری کو ملے گا، اور (مسئلے کی) تصحیح پینتالیس سے ہوگی۔

تخریج مسئلہ:

مثال: مسئلہ ۳ × ۱۵ تصـ ۴۵ زید (آزاد شدہ)

میـ

بنت (ک)	بنت (ص)	بنت (و)	کبری (۳۰ دینار)	صغری (۲۰ دینار) (باپ کی خریدار)
۲			۱	
ثلثان			عصبہ سببی	
۱۰	۱۰	۱۰	۱۹=۱۰+۹	۱۶=۱۰+۶

محفوظ کردہ اعداد: ۳، ۵

تشریح: ثلثان میں تینوں لڑکیاں شریک ہیں، باقی ماندہ ثلث باپ کو خریدنے والی (کبری اور صغری) کو ملے گا، پہلے تینوں لڑکیوں کو ثلثان دیا، مسئلہ تین سے بنا؛[1] دو، تینوں لڑکیوں کو مشترکہ طور پر مل گیا، اور بقیہ ایک باپ کو خریدنے والی کبری اور صغری کو مشترکہ طور پر دے دیا گیا۔ کبری کے تیس دینار ہیں اور صغری کے بیس اور ۳۰ اور ۲۰ کے درمیان توافق بالعُشر ہے ۳۰ کا وفق ۳ اور ۲۰ کا ۲ ہے۔ دونوں کا مجموعہ ۵ ہے۔ جس کو قائم مقام رؤوس بنایا گیا۔

تصحیح کے لیے رؤوس اور سہام میں نسبت دیکھی گئی، تینوں لڑکیوں کو دو ملے ہیں، دو اور تین میں تباین کی نسبت ہے؛ اس لیے عددِ رؤوس تین ایک طرف محفوظ کر لیا، اس طرح کبری اور صغری کی رقم کے مجموعۂ وفق پانچ اور سہام ایک میں بھی تباین کی نسبت ہے؛ اس لیے پانچ کو بھی محفوظ کر لیا۔

[1] مسئلہ بنانے کے قواعد "باب مخارج الفروض" میں آئیں گے۔

اس کے بعد محفوظ کردہ اعداد یعنی تین اور پانچ میں نسبت دیکھی گئی؛ چوں کہ تباین کی نسبت ہے؛ اس لیے ایک کو دوسرے میں ضرب دے کر حاصلِ ضرب پندرہ کو اصل مسئلہ تین میں ضرب دیا گیا، حاصلِ ضرب پینتالیس سے تصحیح ہوئی، لڑکیوں کو ملے ہوئے حصے دو کو پندرہ میں ضرب دے دیا، حاصلِ ضرب تیس میں سے تینوں بہنوں کو دس دس مل گئے، اور دونوں لڑکیوں (کبریٰ اور صغریٰ) کو بطورِ وَلاء ملے ہوئے ایک کو بھی پندرہ میں ضرب دیا، اور حاصلِ ضرب پندرہ کو (دیناروں کے وفق) پانچ کی وجہ سے پانچ جگہ تقسیم کر کے تین خمس (یعنی نو) کبریٰ کو دیا جس کے تیس دینار تھے اور دو خمس (یعنی چھ) صغریٰ کو دیا جس کے بیس دینار تھے۔

خلاصہ: کبریٰ کو وارث ہونے کی حیثیت سے ''دس'' اور حقِ وَلاء کی وجہ سے ''نو'' حصے ملے، کل انیس حصے ہوگئے اور صغریٰ کو حقِ وراثت ''دس'' اور حقِ ولاء چھ ملا، کل سولہ ہوگئے اور وسطیٰ کو صرف حقِ وراثت دس ملا اور بس۔

باب ــــــ ۳

ایک وارث کا دوسرے وارث کی وجہ سے محروم ہونا

حَجب کے لغوی معنیٰ ہیں: روکنا، اسی سے ہے **حاجِبٌ**: دربان، **حجابٌ**: پردہ۔

اصطلاحی تعریف: کسی وارث کا دوسرے وارث کی وجہ سے کل یا بعض سہام سے محروم ہونا۔

حجب کی دو قسمیں ہیں: (۱) حجبِ نقصان (۲) حجبِ حرمان۔

حجبِ نقصان: کسی وارث کا دوسرے وارث کی وجہ سے زیادہ حصے کے بجائے کم حصہ پانا۔

حجبِ نقصان پانچ افراد پر طاری ہوتا ہے: شوہر، بیوی، ماں، پوتی اور علاتی بہن، تفصیل ہر ایک کے احوال میں گزر چکی ہے۔

حجبِ حرمان: کسی وارث کا دوسرے وارث کی موجودگی میں وراثت سے بالکل محروم ہو جانا۔

اس حجب کے تعلق سے ورثہ کی دو جماعتیں ہیں: ایک وہ جو کبھی محروم نہیں ہوتی، یہ چھ افراد ہیں: زوجین، والدین، لڑکے اور لڑکیاں۔

دوسری جماعت ان ورثہ کی ہے جو کبھی محروم ہوتے ہیں اور کبھی نہیں ہوتے، یہ درج ذیل افراد ہیں:

دادا، دادی، حقیقی بھائی، حقیقی بہن، علاتی بھائی، علاتی بہن، اخیافی بھائی، اخیافی بہن، پوتا، پوتی، حقیقی چچا اور علاتی چچا اور حقیقی اور علاتی بھائیوں اور چچاؤں کے لڑکوں کو بھی اسی میں شمار کیا جاتا ہے۔ (المواریث ص:۸۳)۔

دوسری جماعت کے محروم ہونے نہ ہونے کے لیے دو قاعدے ہیں:

قاعدہ: (۱)— ذوالواسطہ واسطہ کے ہوتے ہوئے محروم ہوتا ہے۔

یعنی جو وارث کسی واسطے سے میت کی طرف منسوب ہوتا ہو وہ اس واسطہ کی موجودگی میں وارث نہیں ہوگا۔ جیسے: باپ کی موجودگی میں میت کا دادا محروم ہوتا ہے؛ البتہ اخیافی بھائی بہن ماں کی وجہ سے محروم نہیں ہوتے؛ اس لیے کہ ماں نہ تو پورے ترکہ کی مستحق ہوتی ہے اور نہ ہی دونوں کا سببِ ارث ایک ہے، ماں کا سببِ ارث امومت (رشتۂ مادری) ہے اور اخیافی بھائی بہن کا اُخوت (رشتۂ برادری)۔

قاعدہ: (۲)— دور والا وارث قریب والے وارث کی موجودگی میں محروم ہوتا ہے، یعنی ''الاقرب فالاقرب'' والے قاعدے سے حجبِ حرمان ہوتا ہے جو عصبات کے بیان میں گزر چکا ہے۔

بَابُ الْحَجْبِ

اَلْحَجْبُ عَلٰی نَوْعَیْنِ: حَجْبُ نُقْصَانٍ: وَهُوَ حَجْبٌ عَنْ سَهْمٍ إِلٰی سَهْمٍ، وَذٰلِکَ لِخَمْسَةِ نَفَرٍ: لِلزَّوْجَیْنِ، وَالْأُمِّ، وَبِنْتِ الْاِبْنِ، وَالْأُخْتِ لِأَبٍ، وَقَدْ مَرَّ بَیَانُهٗ.

وَحَجْبُ حِرْمَانٍ: وَالْوَرَثَةُ فِيْهِ فَرِيْقَانِ: فَرِيْقٌ لَا يُحْجَبُوْنَ بِحَالٍ الْبَتَّةَ[1] وَهُمْ سِتَّةٌ: اَلْإِبْنُ، وَالْأَبُ، وَالزَّوْجُ، وَالْبِنْتُ، وَالْأُمُّ، وَالزَّوْجَةُ، وَفَرِيْقٌ يَرِثُوْنَ بِحَالٍ وَيُحْجَبُوْنَ بِحَالٍ — وَهٰذَا مَبْنِيٌّ عَلٰى أَصْلَيْنِ: أَحَدُهُمَا هُوَ أَنَّ كُلَّ مَنْ يُدْلِىْ إِلَى الْمَيِّتِ بِشَخْصٍ، لَا يَرِثُ مَعَ وُجُوْدِ ذٰلِكَ الشَّخْصِ، سِوٰى أَوْلَادِ الْأُمِّ، فَإِنَّهُمْ يَرِثُوْنَ مَعَهَا، لِانْعِدَامِ اِسْتِحْقَاقِهَا جَمِيْعَ التَّرِكَةِ. وَالثَّانِيْ اَلْأَقْرَبُ فَالْأَقْرَبُ. كَمَا ذَكَرْنَا فِي الْعَصَبَاتِ.

ترجمہ: حجب کی دو قسمیں ہیں: حجبِ نقصان: اور وہ زیادہ حصے سے روک کر کم حصے تک پہنچانا ہے۔ اور وہ پانچ افراد کے لیے ہے: میاں بیوی، ماں، پوتی اور علاتی بہن کے لیے، اور اس کا بیان گزر چکا۔

اور حجب حرمان، اس میں وارثوں کی دو جماعتیں ہیں، ایک جماعت کسی حال میں قطعاً محروم نہیں ہوتی اور وہ چھ افراد ہیں: لڑکا، باپ، شوہر، لڑکی، ماں اور بیوی۔

اور (دوسری) جماعت بعض حالتوں میں وارث ہوتی ہے اور بعض حالتوں میں محروم اور یہ دو قاعدوں پر مبنی ہے، ان دونوں میں سے ایک یہ ہے کہ ہر وہ (وارث) جو میت سے کسی شخص کے واسطے سے منسوب ہو وہ اس شخص کی موجودگی میں وارث نہیں ہوگا؛ مگر ماں کی اولاد (اخیافی بھائی بہن) مستثنیٰ ہے؛ اس لیے کہ وہ ماں کے ساتھ وارث ہوتی ہے، ماں کے پورے ترکہ کی مستحق نہ ہونے کی وجہ سے۔

اور دوسرا (قاعدہ) الاقرب فالاقرب ہے، جیسا کہ عصبات میں ہم نے بیان کردیا ہے۔

تشریح: حجب نقصان پانچ افراد پر کس طرح طاری ہوتا ہے؟

(۱) شوہر کو بیوی کی اولاد کی موجودگی میں نصف کے بجائے ربع ملتا ہے۔

(۲) بیوی کو شوہر کی اولاد کی موجودگی میں ربع کے بجائے ثمن ملتا ہے۔

(۳) ماں کو میت کی اولاد یا متعدد بھائی بہنوں کی موجودگی میں ثلث کے بجائے

[1] یہ بتٌّ کا مؤنث ہے، بمعنی: یقیناً، قطعاً، عربی محاورہ ہے: لَا أَفْعَلُهُ الْبَتَّةَ: میں اسے قطعاً نہیں کروں گا۔

سدس ملتا ہے۔

(۴) پوتی کو میت کی ایک صلبی لڑکی کی موجودگی میں نصف کے بجائے سدس ملتا ہے۔

(۵) علاتی بہن کو ایک حقیقی بہن کی موجودگی میں نصف کے بجائے سدس ملتا ہے۔

اعتراض: حجب حرمان کے معنی ہیں: "بالکل محروم ہونا" تو جو ورثہ قطعاً کبھی محروم نہیں ہوتے، انھیں حجب حرمان کی قسم کہنا یا حجبِ حرمان کے تحت لانا کس طرح صحیح ہوگا؟ بالفاظِ دیگر، ساقط نہ ہونے والے ورثہ کو حجبِ حرمان کے تحت کیوں ذکر کیا گیا؟

جواب: ـــــ حکم دو طرح کا ہوتا ہے: ایجابی اور سلبی۔

یہاں (حجبِ حرمان میں) حجب ایک حکم ہے، اس کا تعلق بعض ورثہ سے "ایجابی" ہے، یعنی وہ محجوب ہوتے ہیں اور بعض ورثہ سے "سلبی" ہے، یعنی وہ محجوب نہیں ہوتے۔ انھیں دونوں پہلوؤں کو مدنظر رکھ کر، محجوب نہ ہونے والے ورثہ کو بھی حجبِ حرمان کے تحت ذکر کر دیا گیا ہے۔ (حاشیہ شریفیہ ص: ۵۷)۔

فائدہ: غیر محجوب بہ حجبِ حرمان کی تعداد کم ہے، وہ کل چھ ہیں اور محجوب ہونے والے ورثہ کی تعداد زیادہ ہے؛[۱] اس لیے اختصاراً اول کو ذکر کیا اور کہہ دیا کہ باقی ورثاء محجوب بہ حجبِ حرمان ہیں، جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا تھا کہ: محرم کیا کیا کپڑے پہن سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ان کپڑوں کا تذکرہ فرمایا جن کو مُحرم نہیں پہن سکتا؛ کیوں کہ ان کی تعداد محدود ہے اور جائز کپڑے غیر محدود ہیں۔

سوال: یہ کیا اختصار ہوا، چند ناموں ہی کا تو فرق پڑا؟

جواب: اصحابِ متون ایسے معمولی اختصار کا بھی لحاظ کرتے ہیں؛ بلکہ بعض مرتبہ ایک کلمہ کی وجہ سے بھی ایسا کرتے ہیں۔[۲]

فائدہ: ذوالواسطہ کے ہوتے ہوئے محروم ہوتا ہے اس کی چند صورتیں ہیں جو بطریقِ حصر اس طرح ہیں: واسطہ پورے مال کا مستحق ہوگا یا نہیں؟ اگر پورے مال کا مستحق

---

[۱] ذوی الفروض میں سے سات ہیں: دادا، دادی، اخیافی بھائی بہن، پوتی، حقیقی بہن، علاتی بہن۔ اور بقیہ عصبات میں سے ہیں، جیسا کہ حجب حرمان کے تحت ذکر کیا جا چکا ہے۔ [۲] یہ جواب حضرت مفتی سعید احمد پالن پوریؒ نے املا کرایا تھا۔

ہے تو ذوالواسطہ ہر حال میں محروم ہوگا، خواہ دونوں کا سببِ ارث ایک ہو یا مختلف —— جیسے: باپ اور دادا[1] باپ اور بھائی[2] —— اور اگر واسطہ پورے مال کا مستحق نہ ہو تو دو حال سے خالی نہیں۔ دونوں کا سببِ ارث ایک ہوگا یا مختلف، اگر ایک ہے تو بھی ذوالواسطہ محروم ہوگا —— جیسے: ماں اور نانی[3] —— اور اگر دونوں کا سببِ ارث مختلف ہے تو ہر ایک کو اپنے اپنے سببِ ارث کی وجہ سے وراثت ملے گی —— جیسے: ماں اور اخیافی بھائی بہن۔[4]

محروم اور محجوب میں اصطلاحی فرق

محروم وہ ہے جس میں وراثت سے روکنے والی چیز وارث کی ذات میں موجود ہو جو استحقاقِ ارث کی اہلیت کو ختم کر دے، جیسے: کفر اور قتل۔ اور محجوب کی ذات میں استحقاقِ ارث کی اہلیت موجود ہوتی ہے؛ مگر دوسرے وارث کی وجہ سے حَجب طاری ہوتا ہے، جیسے: باپ کی موجودگی میں دادا وغیرہ۔

فائدہ: محجوب دوسرے کے لیے بالاتفاق حاجب ہوتا ہے؛ مثلاً دو بھائی بہن باپ کی وجہ سے خود محجوب ہو جاتے ہیں؛ لیکن ماں کے لیے حاجب ہوتے ہیں، ان کی وجہ سے ماں کو ثلث کے بجائے سدس ملتا ہے۔

اور احناف کے نزدیک محروم کسی کے لیے حاجب نہیں ہوتا؛ البتہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک حاجبِ بہ حجبِ نقصان بنتا ہے، حاجبِ حرمان نہیں بنتا —— مثلاً: کسی میت کے ورثاء میں بیوی اخیافی بہن اور کافر لڑکا ہو تو کافر لڑکا خود محروم ہے، وہ کالعدم سمجھا جائے گا، اس کی وجہ سے نہ تو اخیافی بہن محجوب ہوگی اور نہ بیوی کو رُبع کے بجائے ثُمن ملے گا؛ البتہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک کافر لڑکے کی وجہ سے اخیافی بہن محجوب تو نہ ہوگی؛ البتہ بیوی کو رُبع کے بجائے ثُمن ملے گا۔ تفصیل باب العول میں آئے گی۔

---

[1] باپ پورے مال کا مستحق ہے، نیز دونوں کا سببِ ارث بھی ایک ہے یعنی اُبوّت (رشتۂ پدری)۔ [2] باپ پورے مال کا مستحق ہے؛ البتہ دونوں کا سببِ ارث مختلف ہے، باپ کا اُبوّت اور بھائی کا اُخوّت (رشتۂ برادری) ہے۔ [3] ماں اور نانی دونوں کا سببِ ارث ایک ہے یعنی اُمومت (رشتۂ مادری) ماں اگرچہ پورے ترکہ کی مستحق نہیں ہے؛ لیکن وہ نانی کو محروم کردے گی۔ [4] ماں نہ تو پورے ترکہ کی مستحق ہے اور نہ ہی دونوں کا سببِ ارث ایک ہے، ماں کا سببِ ارث اُمومت اور اخیافی بھائی بہن کا اُخوت ہے۔

وَالْمَحْرُوْمُ لَا يَحْجُبُ عِنْدَنَا؛ وَعِنْدَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَحْجُبُ حَجْبَ النُّقْصَانِ كَالْكَافِرِ، وَالْقَاتِلِ، وَالرَّقِيْقِ.

وَالْمَحْجُوْبُ يَحْجُبُ بِالاتِّفَاقِ كَالاثْنَيْنِ مِنَ الإِخْوَةِ وَالأَخَوَاتِ فَصَاعِدًا مِنْ أَيِّ جِهَةٍ كَانَا؛ فَإِنَّهُمَا لَا يَرِثَانِ مَعَ الْأَبِ، وَلٰكِنْ يَحْجُبَانِ الْأُمَّ مِنَ الثُّلُثِ إِلَى السُّدُسِ.

ترجمہ: اور ہمارے (احناف کے) نزدیک محروم حاجب نہیں ہوتا، اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک حجبِ نقصان کے طور پر حاجب ہوتا ہے، جیسے: کافر، قاتل اور غلام۔

اور محجوب بالاتفاق (دوسرے کے لیے) حاجب ہوتا ہے، جیسے: دو اور زیادہ بھائی بہن؛ خواہ کسی بھی رشتہ کے ہوں، وہ باپ کی موجودگی میں وارث نہیں ہوتے؛ لیکن ماں کو ثلث سے سدس کی طرف حجب (نقصان) کرتے ہیں۔

فائدہ: محروم اور محجوب کے درمیان مذکورہ بالا فرق اصطلاحی ہے؛ تاہم حجبِ حرمان سے محجوب ہونے والے ورثاء کو محروم بھی لکھا جاتا ہے (معین الفرائض ص: ۳۰)، استاذ محترم حضرت مفتی حبیب الرحمٰن خیر آبادی مدظلہ العالی مفتی اعظم دار العلوم دیو بند صرف ''م'' لکھتے اور لکھاتے ہیں؛ کیوں کہ ''م'' سے محجوب اور محروم دونوں مراد لے سکتے ہیں، یہی طرز حضرت الاستاذ مفتی نظام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفتی اعظم دار العلوم دیو بند کا بھی تھا۔

احقر نے اس شرح میں محجوب کی جگہ ''ساقط'' کا لفظ استعمال کیا ہے؛ اس لیے کہ فرائض کی کتابوں میں فقہاء نے ''سقوط'' کا مادہ زیادہ استعمال کیا ہے۔

باب ——— ۴

مسئلہ بنانے کے قواعد

مخارج، مخرج کی جمع ہے، بمعنی: نکلنے کی جگہ۔ فروض فرض کی جمع ہے، بمعنی: حصہ، مخارج الفروض کے معنی ہیں: حصے نکلنے کی جگہیں۔

اصطلاحی تعریف: فرائض کی اصطلاح میں مخارج اُن اعداد کو کہتے ہیں جن سے تمام ورثاء کے متعینہ حصے نکلتے ہیں۔مخرج کو"مسئلہ" بھی کہا جاتا ہے۔

مخارج سات اعداد ہیں: دو، تین، چار، چھ، آٹھ، بارہ، اور چوبیس۔

قرآن پاک میں بیان کردہ حصے کل چھ ہیں، ان کو دو قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

پہلی قسم: نصف ربع ثُمن

دوسری قسم: ثلثان ثلث سدس

ان کی ترتیب تضعیف و تنصیف کے طریقے پر ہے، جس کی وضاحت "باب معرفۃ الفروض" میں گزر چکی ہے۔

بَاب مَخَارِجِ الْفُرُوْضِ

اِعْلَمْ أَنَّ الْفُرُوْضَ الْمَذْكُوْرَةَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى نَوْعَانِ اَلْأَوَّلُ: اَلنِّصْفُ، وَالرُّبُعُ، وَالثُّمُنُ؛ وَالثَّانِيْ: اَلثُّلُثَانِ، وَالثُّلُثُ، وَالسُّدُسُ، عَلَى التَّضْعِيْفِ وَالتَّنْصِيْفِ.

ترجمہ: جاننا چاہیے کہ قرآن پاک میں بیان کیے گئے حصوں کی دو قسمیں ہیں؛ پہلی قسم: نصف، ربع اور ثمن ہے؛ اور دوسری قسم: ثلثان، ثلث اور سدس ہے۔ تضعیف و تنصیف (کے طریقے) پر۔

قاعدہ نمبر (۱): اگر مسائل میں قرآنِ پاک میں ذکر کردہ حصوں میں سے کوئی ایک حصہ آئے تو مسئلہ اسی حصے کے ہمنام عدد سے بنے گا؛ مگر جب نصف آئے تو مسئلہ دو سے ہوگا۔

ہمنام عدد: رُبُع، أربعة سے نکلا ہے؛ اس لیے ربع کا ہمنام عدد چار ہے، اسی طرح ثمن کا آٹھ، ثلث کا تین اور سدس کا چھ ہے اور ثلثان چوں کہ ثلث کا تثنیہ ہے؛ اس لیے اس کا ہمنام عدد تین ہی ہوگا۔ ہمنام عدد کو "ہم مادہ عدد" بھی کہتے ہیں۔

نصف چوں کہ کسی عدد سے نہیں نکلا؛ اس لیے نصف کے لیے دو کا عدد فرض کرلیا گیا۔

مثال: مسئلہ۲

زوج	خالد
میت	
زوج	عم
نصف	عصبہ بنفسہ
۱	۱

مثال: مسئلہ۴

میت	خویلد
زوجہ	عم
ربع	عصبہ بنفسہ
۱	۳

مثال: مسئلہ۸

میت	زاہد
زوجہ	ابن
ثمن	عصبہ بنفسہ
۱	۷

مثال: مسئلہ۳

میت	شاہد
۲/اخت لام	عم
ثلث	عصبہ بنفسہ
۱	۲

فَإِذَا جَاءَ فِي الْمَسَائِلِ مِنْ هٰذِهِ الْفُرُوْضِ أُحَادُ أُحَادُ، فَمَخْرَجُ كُلِّ فَرْضٍ سَمِيُّهُ إِلَّا النِّصْفَ وَهُوَ مِن اثْنَيْنِ، كَالرُّبْعِ مِنْ أَرْبَعَةٍ، وَالثُّمُنِ مِنْ ثَمَانِيَةٍ، وَالثُّلُثِ مِنْ ثَلاثَةٍ.

ترجمہ: جب مسائل میں ان حصوں میں سے ایک ایک آئے تو ہر حصے کا مخرج اس کا ہمنام (عدد) ہوگا؛ مگر نصف کہ (اس کا مخرج) دو سے ہوگا۔ جیسے: رُبُع (کا مخرج) چار سے، ثُمن (کا مخرج) آٹھ سے، اور ثُلث (کا مخرج) تین سے ہوگا۔

فائدہ: اُحادُ، ثُلاث کی طرح واحدةٌ واحدةٌ سے معدول ہے، اس کے معنی ہیں: ایک ایک۔

سوال: جب اُحادُ کے معنی (ایک ایک) مکرر ہیں تو ایک ہی مرتبہ لانا کافی تھا،

جیسا کہ صاحب درمختار[1] نے ایک ہی مرتبہ اُحاد فرمایا ہے، مصنفؒ نے دو مرتبہ اُحادُ، اُحادُ کیوں فرمایا؟

جواب: مَثْنٰی بھی معدول ہے، اس کا ترجمہ ہے: دو دو؛ پھر بھی حدیث میں مکرر آیا ہے: صلوٰةُ اللیلِ مَثْنیٰ مَثْنیٰ[2] اسی طرح ایک بار سے مفہوم مکمل ہو جاتا ہے؛ لیکن مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث شریف کے اسلوب کی رعایت میں اُحادُ اُحادُ دو بار فرمایا ہے۔

قولہٗ: سَمِیٌّ: اس کے معنی ہیں: ہم نام، نظیر۔

قاعدہ نمبر (۲) — جب کسی مسئلے میں دو حصے یا تین حصے آئیں اور وہ ایک ہی قسم کے ہوں تو سب سے چھوٹے حصے کے ہمنام عدد سے مسئلہ بنے گا اور اسی عدد سے تمام ورثہ کے حصے دیے جائیں گے۔ مثلاً: اگر کسی مسئلہ میں ثلثان، ثلث اور سدس آئیں تو سدس کے ہمنام عدد چھ سے مسئلہ بنے گا، ہر ایک کا حصہ اسی سے نکلے گا، سدس والے کو ایک، اس سے دوگنا ثلث والے کو دو، اور اس سے دوگنا ثلثان والے کو چار دیا جائے گا۔

وَإِذَا جَاءَ مَثْنٰی أَوْ ثُلَاثُ وَهُمَا مِنْ نَوْعٍ وَاحِدٍ فَكُلُّ عَدَدٍ يَكُوْنُ مَخْرَجًا لِجُزْءٍ، فَذٰلِكَ الْعَدَدُ أَيْضًا يَكُوْنُ مَخْرَجًا لِضِعْفِ ذٰلِكَ الْجُزْءِ وَلِضِعْفِ ضِعْفِهٖ، كَالسِّتَّةِ هِيَ مَخْرَجٌ لِلسُّدُسِ، وَلِضِعْفِهٖ وَلِضِعْفِ ضِعْفِهٖ.

ترجمہ: اور جب (مسئلے) میں دو دو، یا تین تین حصے آئیں اور وہ دونوں ایک ہی قسم کے ہوں تو ہر ایسا عدد (جو) مخرج ہوگا (اپنے) جزء کے لیے، پس وہی عدد اس جزء کے دو گنے، اور اس دو گنے کے دو گنے کے لیے مخرج ہوگا۔ جیسے: چھ، یہ سدس کا مخرج ہے اور سدس کے دو گنے (یعنی ثلث) اور دو گنے کے دو گنے (یعنی ثلثان) کا (بھی مخرج ہے)۔

نصف اور ربع کی مثال

مثال: مسئلہ ۴ میت زاہدہ

زوج	بنت	عم
ربع	نصف	عصبہ
۱	۲	۱

[1] درمختار مع ردالمحتار (۵/ ۵۶۸)۔ [2] جامع ترمذی: ۱/ ۱۳۱۔

نصف اور ثمن کی مثال

مثال: میت مسئلہ ۸ زاہد

زوجہ	بنت	عم
ثمن	نصف	عصبہ
۱	۴	۳

فائدہ: ایک ہی مسئلہ میں نصف، ربع اور ثمن ایک ساتھ جمع نہیں ہوسکتے۔

ثلث اور ثلثان کی مثال

مثال: میت مسئلہ ۳ جابر

۲ اخت لام	۲ اخت لاب وام
ثلث	ثلثان
۱	۲

ثلث اور سدس کی مثال

مثال: میت مسئلہ ۶ طاہر

ام	اخت لام	عم
ثلث	سدس	عصبہ
۲	۱	۳

ثلثان، ثلث اور سدس کی مثال

مثال: میت مسئلہ ۶ عــــ ۷ طاہر

ام	۲ اخت لاب وام	۲ اخت لام
سدس	ثلثان	ثلث
۱	۴	۲

نوٹ: مسئلہ چھ سے بنا اور سات سے عول ہوا، عول کا بیان اگلے باب میں آئے گا۔

قاعدہ نمبر (۳)— اگر پہلی قسم کا ''نصف'' دوسری قسم کے کل یا بعض حصوں کے ساتھ جمع ہو تو مسئلہ چھ سے بنے گا۔

قاعدہ نمبر (۴):— اگر پہلی قسم کا ''ربع'' دوسری قسم کے کل یا بعض حصوں کے ساتھ جمع ہو تو مسئلہ بارہ سے بنے گا۔

قاعدہ نمبر (۵):— اگر پہلی قسم کا "ثمن" دوسری قسم کے کل یا بعض حصوں کے ساتھ جمع ہو تو مسئلہ چوبیس سے بنے گا۔

وَإِذَا اخْتَلَطَ النِّصْفُ مِنَ الْأَوَّلِ بِكُلِّ الثَّانِيْ، أَوْ بِبَعْضِهٖ فَهُوَ مِنْ سِتَّةٍ. وَإِذَا اخْتَلَطَ الرُّبُعُ بِكُلِّ الثَّانِيْ أَوْ بِبَعْضِهٖ فَهُوَ مِنْ اِثْنَیْ عَشَرَ، وَإِذَا اخْتَلَطَ الثُّمُنُ بِكُلِّ الثَّانِيْ أَوْ بِبَعْضِهٖ فَهُوَ مِنْ أَرْبَعَةٍ وَعِشْرِيْنَ.

ترجمہ: اور جب پہلی قسم میں سے نصف، دوسری قسم کے کل (حصوں) یا بعض (حصوں) سے ملے تو (مسئلہ) چھ سے بنے گا — اور جب (پہلی قسم میں سے) ربع، دوسری قسم کے کل (حصوں) یا بعض (حصوں) سے ملے تو مسئلہ بارہ سے بنے گا — اور جب (پہلی قسم میں سے) ثمن دوسری قسم کے کل (حصوں) یا بعض (حصوں) سے ملے تو مسئلہ چوبیس سے بنے گا۔

فائدہ: اگر پہلی قسم کے متعدد حصوں کا دوسری قسم کے کل یا بعض حصوں سے اختلاط ہو تو پہلی قسم کے چھوٹے حصے کا اعتبار کیا جائے گا، مثلاً: نصف اور ربع دونوں کا قسم ثانی سے اختلاط ہو تو ربع کا اعتبار ہوگا اور قاعدہ نمبر چار جاری ہوگا۔

فائدہ: اگر مسئلے میں صرف عصبہ ہوں تو ان کے عدد رؤس سے مسئلہ بنے گا، اور اگر مذکر و مؤنث دونوں ہوں تو مذکر کو دو مؤنث فرض کر کے مجموعۂ عددِ رؤس سے مسئلہ بنے گا۔

نصف، سدس، ثلثان اور ثلث کی مثال

مثال: میت مسئلہ ۶ عــ ۱۰

زوج	ام	۲ اخت لاب وام	۲ اخت لام
نصف	سدس	ثلثان	ثلث
۳	۱	۴	۲

راغبہ

نوٹ: مسئلہ چھ سے بنا اور دس سے عول ہوا۔ اس مثال میں پہلی قسم میں سے نصف دوسری قسم کے کل حصوں کے ساتھ جمع ہوا ہے۔

نصف اور ثلث کی مثال

مثال: مسئلہ ۶ میت عائشہ

زوج	۲/اخت لام	عم
نصف	ثلث	عصبہ
۳	۲	۱

نصف اور ثلثان کی مثال

مثال: مسئلہ ۶ ع ۷ میت عامرہ

زوج	۲ اخت لاب وام
نصف	ثلثان
۳	۴

نوٹ: چھ سے مسئلہ بنا اور سات سے عول ہوا۔

نصف اور سدس کی مثال:

مثال: مسئلہ ۶ میت کامل

ام	بنت	عم
سدس	نصف	عصبہ بنفسہ
۱	۳	۲

نصف، ثلثان اور ثلث کی مثال

مثال: مسئلہ ۶ ع ۹ میت راحل

زوج	۲ اخت لاب لام	۲ اخت لام
نصف	ثلثان	ثلث
۳	۴	۲

نوٹ: مسئلہ چھ سے بنا اور نو سے عول ہوا۔

نصف، ثلثان اور سدس کی مثال

مثال: مسئلہ ۶ ع ۸ میت ساحر

زوج	۲ اخت لاب لام	ام
نصف	ثلثان	سدس
۳	۴	۱

نوٹ: مسئلہ چھ سے بنا اور آٹھ سے عول ہوا۔

نصف، ثلث اور سدس کی مثال

مثال: مسئلہ۶ — میت: ناصرہ

زوج	۲اخت لام	ام
نصف	ثلث	سدس
۳	۲	۱

ربع، سدس، ثلثان اور ثلث کی مثال

مثال: مسئلہ۱۲ عـ۱۷ — میت: عائل

زوجہ	ام	۲اخت لاب لام	۲اخت لام
ربع	سدس	ثلثان	ثلث
۳	۲	۸	۴

نوٹ: مسئلہ بارہ سے بنا، پھر سترہ سے عائلہ ہوگیا۔

ربع اور ثلثان کی مثال

مثال: مسئلہ۱۲ — میت: راشدہ

زوج	۲بنت	عم
ربع	ثلثان	عصبہ بنفسہ
۳	۸	۱

ربع اور ثلث کی مثال

مثال: مسئلہ۱۲ — میت: ذاکر

زوجہ	ام	عم
ربع	ثلث	عصبہ بنفسہ
۳	۴	۵

ربع اور سدس کی مثال

مثال: مسئلہ۱۲ — میت: ساجد

زوجہ	اخت لام	عم
ربع	سدس	عصبہ بنفسہ
۳	۲	۷

ربع، سدس اور ثلثان کی مثال

مثال: مسئلہ ۱۲ عـ ۱۳ میت شاکر

زوجہ	ام	۲ اخت لاب وام
ربع	سدس	ثلثان
۳	۲	۸

نوٹ: مسئلہ بارہ سے بنا تیرہ سے عول ہو گیا۔

ربع، ثلثان اور ثلث کی مثال

مثال: مسئلہ ۱۲ عـ ۱۵ میت صابر

زوجہ	۲ اخت لاب لام	۲ اخت لام
ربع	ثلثان	ثلث
۳	۸	۴

نوٹ: بارہ سے مسئلہ بنا اور پندرہ سے عول ہو گیا۔

ربع، سدس اور ثلث کی مثال

مثال: مسئلہ ۱۲ میت عاقب

زوجہ	ام	۲ اخت لام	ابن العم
ربع	سدس	ثلث	عصبہ بنفسہ
۳	۲	۴	۳

ثمن، ثلثان اور سدس کی مثال

مثال: مسئلہ ۲۴ میت حارث

زوج	۲ بنت	ام	عم
ثمن	ثلثان	سدس	عصبہ بنفسہ
۳	۱۶	۴	۱

ثمن اور ثلثان کی مثال

مثال: مسئلہ ۲۴ میت حارس

زوجہ	۲ بنت	عم
ثمن	ثلثان	عصبہ بنفسہ
۳	۱۶	۵

ثمن اور سدس کی مثال

مثال: مسئلہ ۲۴ میت حاجب

زوجہ	ام	ابن
ثمن	سدس	عصبہ بنفسہ
۳	۴	۱۷

نوٹ: ثمن کا دوسری قسم کے کل سہام سے اختلاط صرف حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مسلک کے مطابق ممکن ہے۔ جس میں ۲۴ کا عول ۳۱ آتا ہے۔ تفصیل باب العول میں آئے گی۔ یہاں صرف تخریج دی جاتی ہے۔

مثال: مسئلہ ۲۴ ع ۳۱ میت راقب

زوجہ	ابن (کافر یا قاتل)	ام	۲/ اخت لاب وام	۲/ اخت لام
ثمن	محروم	سدس	ثلثان	ثلث
۳		۴	۱۶	۸

باب ——— ۵

عول یعنی مخرج میں اضافہ کرنے کا بیان

عول کے لغوی معنی زیادتی اور غلبہ کے ہیں، عربی محاورہ ہے: "عالَ المیزانُ" یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب ترازو کا ایک پلڑا دوسرے پلڑے میں زیادتی کی وجہ سے اٹھ جاتا ہے۔

اصطلاحی تعریف: مخرج سے حصوں کے بڑھ جانے کی صورت میں مخرج کے اجزاء میں اضافہ کرنا۔ جیسے ایک خربوزہ چار میں تقسیم کرنا ہو تو اس کے چار حصے کریں گے؛ لیکن اگر لینے والے پانچ ہو جائیں تو اس کے چار کے بجائے پانچ حصے کریں گے یہی مطلب مخرج کے اجزاء میں اضافے کا ہے اور اسی کا نام عول ہے۔

بَابُ الْعَوْلِ

اَلْعَوْلُ اَنْ یُّزَادَ عَلَی الْمَخْرَجِ شَیْءٌ مِنْ اَجْزَائِہٖ اِذَا ضَاقَ عَنْ فَرْضٍ.

ترجمہ: عول یہ ہے کہ مخرج پر اسی کے اجزاء میں سے کچھ بڑھا دیا جائے، جب

مخرج حصص سے تنگ ہو جائے۔

مثال: مسئلہ ۶ عــ۷ــ
میت

مریم	
۲ اخت لاب لام	زوج
ثلثان	نصف
۴	۳

تطبیق: اس مسئلے میں نصف اور ثلثان جمع ہیں؛ اس لیے مسئلہ چھ سے بنا، حقیقی بہنوں کو چار اور شوہر کو تین ملے، دونوں کا مجموعہ سات ہوا، پس حصے بڑھ گئے اور مخرج تنگ پڑ گیا؛ اس لیے مسئلہ میں ایک کا اضافہ کر دیا، اب مسئلہ چھ کے بجائے سات سے بن گیا، اسی اضافے کا نام عول ہے۔

☆☆☆

مخارج کل سات ہیں: دو، تین، چار، چھ، آٹھ، بارہ اور چوبیس۔ ان میں سے چار مخارج کا عول نہیں آتا اور وہ چار یہ ہیں: دو، تین، چار اور آٹھ۔

اور تین مخرجوں کا عول آتا ہے؛ چھ کا عول، سات، آٹھ، نو اور دس آتا ہے، یعنی طاق اور جفت دونوں طرح عول آتا ہے۔

بارہ کا عول، تیرہ، پندرہ اور سترہ آتا ہے یعنی طاق عدد میں عول آتا ہے۔

اور چوبیس کا عول، صرف ستائیس آتا ہے، جیسے کہ مسئلہ میں زوجہ، دو بنت اور والدین ہوں، اس کو "مسئلہ منبریہ" کہتے ہیں۔ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مسلک میں چوبیس کا عول اکتیس بھی آتا ہے۔

إِعْلَمْ أَنَّ مَجْمُوْعَ الْمَخَارِجِ سَبْعَةٌ؛ أَرْبَعَةٌ مِنْهَا لَا تَعُوْلُ وَهِيَ: الإِثْنَانِ، وَالثَّلَاثَةُ، وَالْأَرْبَعَةُ، وَالثَّمَانِيَةُ.

وَثَلَاثَةٌ مِنْهَا قَدْ تَعُوْلُ: أَمَّا السِّتَّةُ: فَإِنَّهَا تَعُوْلُ إِلٰى عَشَرَةٍ وِتْرًا وَشَفْعًا؛ وَأَمَّا إِثْنَا عَشَرَ: فَهِيَ تَعُوْلُ إِلٰى سَبْعَةَ عَشَرَ وِتْرًا لَا شَفْعًا. وَأَمَّا أَرْبَعَةٌ وَعِشْرُوْنَ: فَإِنَّهَا تَعُوْلُ إِلٰى سَبْعَةٍ وَّعِشْرِيْنَ عَوْلًا وَاحِدًا، كَمَا فِي الْمَسْئَلَةِ الْمِنْبَرِيَّةِ وَهِيَ: إِمْرَأَةٌ وَبِنْتَانِ، وَأَبَوَانِ، وَلَايُزَادُ

عَلٰى هٰذَا إِلَّا عِنْدَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَإِنَّ عِنْدَهٗ تَعُوْلُ إِلٰى أَحَدٍ وَّثَلَاثِيْنَ.

ترجمہ: جاننا چاہیے کہ کل مخارج سات ہیں، جن میں سے چار (عددوں) کا عول نہیں آتا، اور وہ: دو، تین، چار اور آٹھ ہیں۔

اور ان (سات مخارج) میں سے تین کا عول آتا ہے، رہا ''چھ'' تو اس کا عول دس تک آتا ہے: طاق اور جفت۔ اور رہا ''بارہ'' تو اس کا عول سترہ تک صرف طاق عدد آتا ہے نہ کہ جفت۔ اور رہا ''چوبیس'' تو اس کا صرف ایک عول، ستائیس آتا ہے، جیسا کہ ''مسئلہ منبریہ'' میں، اور وہ بیوی، دو لڑکیاں اور والدین ہیں۔ اس (ستائیس) پر اضافہ نہیں ہوتا؛ مگر ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک؛ اس لیے کہ ان کے نزدیک اکتیس تک عول آتا ہے۔

چھ سے دس تک عول کی مثالیں

مثال: مسئلہ ۶ عـ ۷ میت — زہت

زوج	اخت لاب لام	اخت لام
نصف	نصف	سدس
۳	۳	۱

مثال: مسئلہ ۶ عـ ۸ میت — نکہت

زوج	۲ اخت لاب لام	ام
نصف	ثلثان	سدس
۳	۴	۱

مثال: مسئلہ ۶ عـ ۹ میت — نصرت

زوج	۲/اخت لاب لام	۲/اخت لام
نصف	ثلثان	ثلث
۳	۴	۲

مثال: مسئلہ ۶ عـ ۱۰ میت — رفعت

زوج	۲/اخت لاب لام	۲/اخت لام	ام
نصف	ثلثان	ثلث	سدس
۳	۴	۲	۱

بارہ سے سترہ تک عول کی مثالیں

مثال: مسئلہ ۱۲ عـ ۱۳ ظفر
میت

زوجہ	۲/اخت لاب لام	اخت لام
ربع	ثلثان	سدس
۳	۸	۲

مثال: مسئلہ ۱۲ عـ ۱۵ ظفیر
میت

زوجہ	۲/اخت لاب لام	۲/اخت لام
ربع	ثلثان	ثلث
۳	۸	۴

مثال: مسئلہ ۱۲ عـ ۱۷ مظفر
میت

زوجہ	۲/اخت لاب لام	۲/اخت لام	ام
ربع	ثلثان	ثلث	سدس
۳	۸	۴	۲

چوبیس کا عول ستائیس

جمہور کے نزدیک ۲۴ کا عول صرف ۲۷ آتا ہے، جیسے:

مثال: مسئلہ ۲۴ عـ ۲۷ کریم
میت

زوجہ	۲ بنت	اب	ام
ثمن	ثلثان	سدس	سدس
۳	۱۶	۴	۴

فائدہ: مذکورہ مسئلہ: ''مسئلہ منبریہ'' کہلاتا ہے۔ یہ مسئلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس وقت دریافت کیا گیا جب آپؓ کوفہ کے منبر پر خطبہ دے رہے تھے۔ آپ نے خطبہ ہی کے قافیہ میں جواب دیا تھا۔ سائل نے دریافت کیا تھا کہ مذکورہ بالا صورت میں جب بیوی کو ۲۷ میں سے تین ملے تو اس کو ثمن کہاں ملا؟ ۲۴ میں سے ۳ تو آٹھواں حصہ ہیں؛ مگر ۲۷ میں سے ۳ آٹھویں سے کم ہے یعنی نواں ہے؟ آپ نے فرمایا: صارَ ثُمُنُهَا تُسْعًا: یعنی اس مسئلہ میں بیوی کا آٹھواں حصہ نواں حصہ ہوگیا ہے، یہی مسئلہ کے اجزاء بڑھانے کا

مطلب ہے اور اسی کا نام عول ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک ۲۴ کا عول اکتیس بھی آتا ہے: جیسے

مثال: مسئلہ ۲۴ عـ۳۱ کریم

میت

زوجہ	ابن (کافر یا قاتل)	ام	۲/اخت لاب وام	۲/اخت لام
ثمن	محروم	سدس	ثلثان	ثلث
۳		۴	۱۶	۸

نوٹ: قاتل، کافر اور غلام وغیرہ محروم ہوتے ہیں؛ لیکن حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ خود محروم ہونے کے باوجود دوسروں کے لیے حاجبِ نقصان ہوتے ہیں، مذکورہ بالا مثال میں کافر یا قاتل لڑکا خود محروم ہے؛ لیکن حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کی وجہ سے بیوی کو ربع کے بجائے ثمن ملے گا اور ماں کو ثلث کے بجائے سدس ملے گا (اگر چہ ماں متعدد اخوات کی وجہ سے بھی سدس پائے گی) ——اور مسئلہ چوبیس سے بن کر اکتیس سے عائلہ ہو جائے گا۔

لیکن جُمہور فقہاء اور احناف کے نزدیک بارہ سے مسئلہ بنے گا اور سترہ سے عائلہ ہو جائے گا، جیسے:

مثال: مسئلہ ۱۲ عـ۱۷ افروز

میت

زوجہ	ام	۲/اخت لاب لام	۲/اخت لام	ابن (کافر)
ربع	سدس	ثلثان	ثلث	محروم
۳	۲	۸	۴	

فصل: اعداد کے درمیان نسبتوں کا بیان

عدد کی تعریف: عدد اُسے کہتے ہیں جس میں تعدد ہو، جیسے: دو، تین، چار وغیرہ پس ایک میں چوں کہ تعدد نہیں؛ اس لیے اس کو عدد نہیں کہا جاتا ہے[1]۔

---

[1] اعلم أن العَدَدَ ما تألَّفَ من الآحاد كالاثنين، رد المحتار (۵/ ۵۷۱)۔

عدد ہمیشہ طرفین کے مجموعے کا آدھا ہوتا ہے مثلاً: چار، اس کے اوپر پانچ اور نیچے تین ہے، تین اور پانچ کے مجموعے آٹھ کا آدھا چار ہے۔ اسی طرح یہ چار اوپر کے چھ اور نیچے کے دو کے مجموعے آٹھ کا آدھا ہے۔ نیز یہی چار اوپر کے سات اور نیچے کے ایک کے مجموعے آٹھ کا بھی آدھا ہے — کسی بھی عدد کو اس طریقے پر آزمایا جا سکتا ہے؛ اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ ایک عدد نہیں؛ اس لیے کہ اس کے نیچے کچھ نہیں ہے۔[1]

مسائل کی تصحیح کے لیے اعداد کے درمیان نسبتوں کا جاننا بہت ضروری ہے گویا یہ باب التصحیح کا مقدمہ ہے۔

دو عددوں کے درمیان چار نسبتوں میں سے کوئی ایک نسبت ضرور ہوتی ہے، چار نسبتیں یہ ہیں: تماثل، تداخل، توافق اور تباین؛ یہ سب باب تفاعل کے مصادر ہیں۔

تماثل: باہم مشابہ ہونا۔

تداخل: ایک چیز کا دوسری چیز میں گھسنا۔

توافق: باہم قریب ہونا۔

تباین: باہم متفاوت و متضاد ہونا۔

تماثل: دو برابر عددوں کی آپسی نسبت کو تماثل کہتے ہیں، جیسے: (پانچ اور پانچ)

فَصْلٌ فِيْ مَعْرِفَةِ التَّمَاثُلِ، وَالتَّدَاخُلِ، وَالتَّوَافُقِ، وَالتَّبَايُنِ بَيْنَ الْعَدَدَيْنِ؛ تَمَاثُلُ الْعَدَدَيْنِ: كَوْنُ أَحَدِهِمَا مُسَاوِيًا لِلْآخَرِ.

ترجمہ: (یہ) فصل دو عددوں کے درمیان تماثل، تداخل، توافق اور تباین کے جاننے کے لیے ہے۔ دو عددوں کا تماثل (ان) دونوں میں سے ایک کا دوسرے کے برابر ہونا ہے۔

تداخل کی تعریفات

تداخل کی پہلی تعریف: دو عددوں میں سے چھوٹا عدد اگر بڑے عدد کو کاٹ دے تو دونوں کے درمیان تداخل کی نسبت ہوگی، مثلاً: تین اور نو، ان میں تین، نو کو تین بار میں

---

[1] وبه علم أن الواحد لا يسمّى عدداً عند الحساب. رد المحتار (۵/ ۵۷۱).

کاٹ دیتا ہے (تین تیانو)؛ اس لیے ان دونوں کے درمیان تداخل کی نسبت ہے۔

تداخل کی دوسری تعریف: یہ بھی کی جاتی ہے کہ بڑا عدد چھوٹے عدد پر برابر تقسیم ہو جائے؛ مذکورہ مثال میں نو، تین پر برابر تقسیم ہو جاتا ہے۔

تداخل کی تیسری تعریف: یہ کی جاتی ہے کہ چھوٹے عدد پر اسی کے مثل ایک بار یا کئی بار زیادہ کیا جائے تو وہ بڑے عدد کے برابر ہو جائے۔ مذکورہ مثال میں تین پر اگر دو بار تین، تین کا اضافہ کیا جائے تو نو ہو جائے گا۔

تداخل کی چوتھی تعریف: یہ کی جاتی ہے کہ چھوٹا عدد بڑے عدد کا جز ہو، یہ بھی مذکورہ مثال میں ظاہر ہے کہ تین، نو کا جزء ہے۔

غرض تعبیرات مختلف ہیں؛ لیکن سب کا حاصل ایک ہے۔

وَتَدَاخُلُ العَدَدَيْنِ الْمُخْتَلِفَيْنِ: أَنْ يَعُدَّ أَقَلُّهُمَا الْأَكْثَرَ أي: يُفْنِيْهِ؛ أَوْ نَقُوْلُ: هُوَ أَنْ يَكُوْنَ أَكْثَرُ العَدَدَيْنِ مُنْقَسِمًا عَلَى الْأَقَلِّ قِسْمَةً صَحِيْحَةً؛ أَوْ نَقُوْلُ: هُوَ أَنْ يَزِيْدَ[1] عَلَى الْأَقَلِّ مِثْلُهُ أَوْ أَمْثَالُهُ، فَيُسَاوِي الْأَكْثَرَ؛ أَوْ نَقُوْلُ: هُوَ أَنْ يَكُوْنَ الْأَقَلُّ جُزْءًا لِلْأَكْثَرِ مِثْلَ ثَلاثَةٍ وَتِسْعَةٍ.

ترجمہ: اور دو عددوں کا تداخل یہ ہے کہ دونوں میں سے چھوٹا عدد بڑے عدد کو فنا کر دے یعنی: کاٹ دے۔ یا ہم کہیں کہ: تداخل یہ ہے کہ دو عددوں (میں) کا بڑا عدد، چھوٹے عدد پر برابر تقسیم ہو جائے۔ یا ہم کہیں کہ چھوٹے عدد پر اس کا ایک گنا یا کئی گنا زیادہ ہو جائے تو بڑے عدد کے برابر ہو جائے، یا ہم کہیں کہ تداخل یہ ہے کہ چھوٹا عدد بڑے کا جزء ہو، جیسے: تین اور نو۔

نوٹ: عَدَّ (ن) کے لغوی معنی ہیں شمار کرنا؛ مگر یہاں فنا کرنے کے معنی ہیں؛ اس لیے مصنف نے یُفنِیه سے تشریح کی ہے آگے بھی یہی معنی کیے جائیں گے۔

---

[1] ایک نسخہ میں إن زیدَ ہے (سراجی مع شریفیہ)۔

توافق کا بیان

توافق: دو عددوں میں سے چھوٹا عدد تو بڑے کو نہ کاٹے؛ البتہ کوئی تیسرا عدد ایسا ہو جو دونوں کو کاٹ دے، تو ان دونوں عددوں کی آپسی نسبت کو ''توافق'' کہیں گے۔

وفق: تیسرا عدد دونوں کو ''جتنی مرتبہ'' میں کاٹتا ہے، اس کو اس عدد کا ''وفق'' کہتے ہیں۔ جیسے: آٹھ اور بیس: ان میں سے ایک دوسرے کو نہیں کاٹتا؛ البتہ چار، ان دونوں کو کاٹتا ہے، آٹھ کو دو بار میں اور بیس کو پانچ بار میں۔ تو ان دونوں عددوں میں ''توافق بالربع'' کی نسبت ہوگی، آٹھ کا وفق دو ہوگا اور بیس کا پانچ۔

وَتَوَافُقُ الْعَدَدَيْنِ أَنْ لَا يَعُدَّ أَقَلُّهُمَا الْأَكْثَرَ وَلٰكِنْ يَعُدُّهُمَا عَدَدٌ ثَالِثٌ، كَالثَّمَانِيَةِ مَعَ الْعِشْرِيْنَ تَعُدُّهُمَا أَرْبَعَةٌ فَهُمَا مُتَوَافِقَانِ بِالرُّبُعِ؛ لِأَنَّ الْعَدَدَ الْعَادَّ لَهُمَا[1] مَخْرَجٌ لِجُزْءِ الْوَفْقِ.[2]

ترجمہ: اور دو عددوں کا توافق یہ ہے کہ ان دونوں میں سے چھوٹا عدد بڑے عدد کو نہ کاٹے؛ لیکن ان دونوں کو کوئی تیسرا عدد کاٹ دے، جیسے: آٹھ بیس کے ساتھ، ان دونوں کو چار کا (عدد) کاٹ دیتا ہے، پس ان دونوں عددوں میں ''توافق بالربع'' ہے؛ اس لیے کہ دونوں کو کاٹنے والا عدد (یعنی چار) وفق کے جز (یعنی رُبع) کا مخرج ہے۔

تشریح: جُزْء کے معنی ہیں: حصہ یعنی ایک سے کم جیسے آدھا، چوتھائی وغیرہ۔ جزء کو کَسر بھی کہتے ہیں۔ اور ہر جزء کا مخرج وہ عدد ہے جس کی طرف وہ کسر منسوب ہوتی ہے۔ جیسے رُبع (چوتھائی) أربعة (چار) کی طرف منسوب ہے۔ اور ''وال'' لاحقہ ہے جو عدد کے بعد نسبت کو ظاہر کرنے کے لیے لایا جاتا ہے؛ اس لیے ربع کا مخرج أربعة ہے یعنی چوتھائی نکالنا ہو تو ایک چیز کے چار حصے کریں گے۔ اور ان میں سے ایک حصہ لیں گے تو وہ چوتھائی ہوگا۔ پس آخری عبارت کا مطلب یہ ہے کہ آٹھ اور بیس میں توافق بالربع اس لیے ہے کہ چار سے —— جو دونوں عددوں کو کاٹنے والا ہے —— دونوں عددوں کی چوتھائی نکل سکتی ہے۔ آٹھ کی چوتھائی دو ہے اور بیس کی پانچ؛ اسی طرح اگر دو عددوں میں توافق بالخمس ہو یعنی پانچ دونوں عددوں کو کاٹتا ہو تو پانچ سے دونوں عددوں کا پانچواں نکل سکے گا۔

---

[1] أي الأربعة. [2] أي الرُّبع.

تباین کا بیان

تباین: ایسے دو عددوں کی نسبت کو کہتے ہیں، جو نہ تو برابر ہوں؛ نہ چھوٹا عدد بڑے عدد کو کاٹے اور نہ ہی کوئی تیسرا عدد دونوں کو کاٹے۔ جیسے: چار اور پانچ یہ نہ برابر ہیں، نہ چھوٹا بڑے کو کاٹتا ہے اور نہ ہی کوئی تیسرا عدد دونوں کو کاٹتا ہے۔

وَتَبَايُنُ الْعَدَدَيْنِ أَنْ لَا يَعُدَّ الْعَدَدَيْنِ مَعًا عَدَدٌ ثَالِثٌ كَالتِّسْعَةِ مَعَ الْعَشَرَةِ.

ترجمہ: اور دو عددوں کا تباین یہ ہے کہ دونوں عددوں کو ایک ساتھ کوئی تیسرا عدد فنا نہ کرے۔ جیسے: نو، دس کے ساتھ۔

وجہِ حصر: اعداد دو حال سے خالی نہیں: یا تو برابر ہوں گے یا نہیں؟ اگر برابر ہیں تو "تماثل" کی نسبت ہے (جیسے: ۳ اور ۳) اور اگر برابر نہیں ہیں تو اگر ان کا چھوٹا عدد بڑے کو کاٹ رہا ہے تو ان میں "تداخل" کی نسبت ہے (جیسے: ۶ اور ۱۲) اور اگر چھوٹا عدد بڑے عدد کو نہ کاٹے تو کوئی تیسرا عدد دونوں کو کاٹے گا یا نہیں؟ اگر کاٹ رہا ہے تو "توافق" ہے (جیسے: ۴ اور ۶) اگر کوئی تیسرا عدد بھی دونوں کو نہ کاٹ سکے تو ان میں "تباین" کی نسبت ہوگی۔ (جیسے: ۴ اور ۵)

توافق و تباین جاننے کا طریقہ

دو مختلف عددوں میں توافق و تباین کی نسبت معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بڑے عدد میں سے چھوٹے عدد کو دونوں جانب سے ایک بار یا چند بار گھٹایا جائے۔ اگر آخر میں کوئی عدد بچے تو دونوں میں توافق کی نسبت ہوگی۔ اور اگر ایک بچے تو تباین کی نسبت ہوگی۔

توافق کی مثال: آٹھ اور اٹھارہ ہیں: ۱۸ میں سے ۸ گئے تو ۱۰ بچے، پھر ۸ گئے تو ۲ بچے، اب دو چھوٹا عدد ہو گیا، اس کو آٹھ میں سے گھٹایا جائے گا تو ۶ بچیں گے، پھر ۶ میں سے ۲ گھٹائیں گے تو ۴ بچیں گے، پھر گھٹائیں گے تو آخر میں ۲ بچیں گے، پس آٹھ اور اٹھارہ میں توافق بالنصف ہے۔

تباین کی مثال: سات اور دس ہیں۔ دس میں سے سات گھٹائے تو ۳ بچے، پھر ۳ کو ۷ میں سے گھٹایا تو ۴ بچے، دوبارہ گھٹایا تو ایک بچا پس سات اور دس میں تباین کی نسبت ہے۔

طَرِيْقُ مَعْرِفَةِ الْمُوَافَقَةِ وَالْمُبَايَنَةِ بَيْنَ الْعَدَدَيْنِ[1] الْمُخْتَلِفَيْنِ أَنْ يُنْقَصَ مِنَ الْأَكْثَرِ بِمِقْدَارِ الْأَقَلِّ مِنَ الْجَانِبَيْنِ مَرَّةً، أَوْ مِرَارًا؛ حَتّٰى اتَّفَقَا فِي دَرَجَةٍ وَاحِدَةٍ، فَإِنِ اتَّفَقَا فِيْ وَاحِدٍ فَلَاوَفْقَ بَيْنَهُمَا، وَإِنِ اتَّفَقَا فِي عَدَدٍ فَهُمَا مُتَوَافِقَانِ بِذٰلِكَ الْعَدَدِ.

ترجمہ: دو مختلف عددوں کے درمیان توافق اور تباین کی نسبت جاننے کا طریقہ یہ ہے کہ بڑے عدد میں سے چھوٹے عدد کی مقدار دونوں جانب سے ایک بار یا کئی بار گھٹائی جائے؛ یہاں تک کہ دونوں ایک درجے میں متفق ہو جائیں؛ لہٰذا اگر ایک پر متفق ہوں تو ان دونوں کے درمیان توافق کی نسبت نہیں ہوگی، اور اگر کسی عدد پر متفق ہوں تو دونوں اسی عدد سے توافق والے ہوں گے۔

فائدہ: (۱) گھٹا کر تداخل کی نسبت بھی معلوم کی جا سکتی ہے: اگر مفروضہ دو عددوں میں دونوں طرف سے گھٹانے کی نوبت نہ آئے؛ بلکہ ایک ہی طرف سے ایک بار یا چند بار گھٹایا جائے تو دونوں عددوں میں تداخل کی نسبت ہوگی، مثلاً: پانچ اور پندرہ: ۱۵ میں سے تین بار ۵ کو گھٹایا جائے گا تو ۱۵ فنا ہو جائے گا۔ پس دونوں میں تداخل ہے۔

فائدہ: (۲) لفظِ توافق تداخل کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں کئی جگہ ایسا کیا ہے۔

فائدہ: (۳) اگر دو عددوں میں متعدد عددوں سے توافق ہو تو بڑے عدد کا اعتبار ہوگا، بڑے عدد سے حساب میں سہولت ہوتی ہے۔ مثلاً: آٹھ اور بارہ میں چار سے توافق ہے اور دو سے بھی ہے؛ تو چار کا اعتبار ہوگا (شریفیہ ص: ۷۰)۔

[1] ایک نسخے میں "العددین" کے بجائے "المقدارین" ہے (سراجی مع شریفیہ)۔

توافق کی تعبیرات

اگر دو عددوں میں دو سے توافق ہو تو ''توافق بالنصف'' اور تین سے ہو تو ''توافق بالثلث'' اور چار سے ہو تو ''توافق بالربع'' اور پانچ سے ہو تو ''توافق بالخمس'' اور چھ سے ہو تو ''توافق بالسدس'' اور سات سے ہو تو ''توافق بالسبع'' اور آٹھ سے ہو تو ''توافق بالثمن'' اور نو سے ہو تو ''توافق بالتسع'' اور دس سے ہو تو توافق بالعشر کہیں گے۔

اور دس کے بعد کے اعداد میں "بِجُزْءٍ من" کے اضافے کے ساتھ توافق کی تعبیر ہوگی، مثلاً: گیارہ سے توافق ہو تو "توافق بجزءٍ من أحد عشَرَ" اور پندرہ سے ہو تو "توافق بجزءٍ من خمسةَ عشَرَ" کہیں گے؛ اسی طرح دیگر اعداد کے توافق کو تعبیر کریں گے۔

فَفِي الاِثْنَيْنِ بِالنِّصْفِ وَفِي الثَّلَاثَةِ بِالثُّلُثِ وَفِي الْأَرْبَعَةِ بِالرُّبْعِ، هٰكَذَا إِلَى الْعَشَرَةِ، وَفِي مَاوَرَاءَ الْعَشَرَةِ يَتَوَافَقَانِ بِجُزْءٍ مِنْهُ، أَعْنِي: فِي أَحَدَ عَشَرَ "بِجُزْءٍ مِنْ أَحَدَعَشَرَ" وَفِي خَمْسَةَ عَشَرَ "بِجُزْءٍ مِنْ خَمْسَةَ عَشَرَ" فَاعْتَبِرْ هٰذَا.

ترجمہ: چناں چہ دو میں (توافق) بالنصف ہوگا، اور تین میں (توافق) بالثلث اور چار میں (توافق) بالرُّبع ہوگا، ایسے ہی دس تک اور دس سے آگے "بجزءٍ من" (کے اضافے) کے ساتھ توافق ہوگا، یعنی: گیارہ میں "بجزءٍ من أحد عشر" (گیارہواں) اور پندرہ میں "بجزءٍ من خمسةَ عشَر" (پندرہواں) توافق ہوگا۔ پس (آگے) اسی کا اعتبار کیجیے یعنی آگے اسی طرح تعبیر کیجیے!

فائدہ: دو سے دس تک توافق کی تعبیر کو کَسْر مُنْطَقِی (اسم فاعل یا اسم مفعول از بابِ افعال) کہتے ہیں، اور گیارہ اور اس کے بعد والے عددوں میں توافق کی تعبیر کو کَسْرِ اَصَمّ کہتے ہیں۔

فائدہ: دو سے دس تک کے توافق کو دونوں طرح تعبیر کر سکتے ہیں یعنی "توافق بالنصف" کے بجائے "توافق بجزءٍ من اثنین" اور "توافق بالثُّلُث" کے بجائے

"توافق بجزء من ثلاثۃ" الخ بھی کہہ سکتے ہیں؛ لیکن گیارہ اور اس کے بعد والے عدد کے توافق کو صرف "بجزءٍ من" کے اضافے کے ساتھ ہی تعبیر کرنا ممکن ہے۔[1]

باب ——— ۶

تصحیح کا بیان

چند اصطلاحات: (۱) **تصحیح**: (تفعیل) کے لغوی معنی ہیں: درست کرنا اور اصطلاحی معنی ہیں: کسر دور کرنا یعنی ایسا عدد تلاش کرنا جس سے ہر وارث کے سہام بغیر کسر کے نکل آئیں۔

(۲) **سِهَامٌ**: سَهْمٌ کی جمع ہے، بمعنی: حصہ۔ اصطلاحِ فرائض میں سَهْم اس حصہ کو کہتے ہیں جو ہر وارث کو اصل مسئلہ یا تصحیح مسئلہ سے ملتا ہے۔

(۳) **رُؤُوسٌ**: رأسٌ کی جمع ہے، بمعنی: سر اور اصطلاحِ فرائض میں ورثاء کی تعداد کو رؤوس کہتے ہیں۔

(۴) **طائفة**: (فریق) بمعنی جماعت۔ ایک قسم کے ورثاء کی جماعت کو "طائفہ" یا "فریق" کہتے ہیں، مثلاً: کسی نے اپنے ورثاء میں آٹھ لڑکیاں، تین بیویاں اور پانچ بھائی چھوڑے تو یہ وارثوں کے تین طائفے یعنی تین جماعتیں ہیں۔ اور ہر طائفہ میں رؤوس کی تعداد مختلف ہے۔ لڑکیوں کے رؤوس آٹھ، بیویوں کے تین اور بھائیوں کے پانچ ہیں۔ اور ہر طائفہ کو جو حصے ملتے ہیں؛ ان کو "سہام" کہتے ہیں۔

(۵) **مَضْرُوب**: (ضرب دیا ہوا) وہ عدد جس کو اصل مسئلہ (مخرج) میں ضرب دیا جاتا ہے۔

(۶) **مَبْلَغ** حاصلِ ضرب کو مبلغ کہتے ہیں۔

(۷) **کَسْر** کے معنی ہیں: ٹوٹنا، عدد کے ٹوٹنے کو کسر کہتے ہیں: مثلاً آدھا، پونا وغیرہ اور ہر وارث کو بلا کسر حصہ دینے کا مطلب ہے: ہر ایک کے حصہ میں کامل عدد آئے آدھا، پونا اور ڈیوڑھا وغیرہ نہ آئے۔

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے: شریفیہ مع حاشیہ (ص: ۷۱) اور رد المحتار (۵/۵۷۲)۔

(۸) **مسئلة عائلة:** جس مسئلہ میں عَول واقع ہو اس کو مسئلۂ عائلہ کہتے ہیں، تفصیل "باب العول" میں گزر چکی ہے۔

تصحیح کے باب کی اہمیت

علم فرائض میں تصحیح کا باب بڑی اہمیت کا حامل ہے، تقسیمِ ترکہ میں بسا اوقات کئی قسم کے ورثاء جمع ہو جاتے ہیں، اور کبھی ایک ہی فریق کے کئی افراد ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے اصل مسئلہ (مخرج) سے ملے ہوئے سہام ان افراد پر بلا کسر تقسیم نہیں ہوتے؛ اس لیے ایسے عدد سے مسئلہ بنانا پڑتا ہے جس سے ہر وارث کا حصہ بلا کسر نکل آئے۔

مسائل کی تصحیح کے سات قواعد مقرر ہیں: ان میں سے تین قاعدے سہام اور رؤوس (ورثاء کی تعداد) کے درمیان جاری ہوتے ہیں، اور چار قاعدے رؤوس اور رؤوس کے درمیان جاری ہوتے ہیں۔

بَابُ التَّصْحِيْحِ

يُحْتَاجُ فِي تَصْحِيْحِ الْمَسَائِلِ إِلٰى سَبْعَةِ أُصُوْلٍ: ثَلَاثَةٌ بَيْنَ السِّهَامِ وَالرُّؤُوْسِ، وَأَرْبَعَةٌ بَيْنَ الرُّؤُوْسِ وَالرُّؤُوْسِ.

ترجمہ: مسائل کی تصحیح میں سات قواعد کی ضرورت پڑتی ہے: ان میں سے تین (قاعدے) سہام اور رؤوس کے درمیان (جاری ہوتے ہیں اور چار (قاعدے) رؤوس اور رؤوس کے درمیان (جاری ہوتے) ہیں۔

وہ قواعد جو سہام اور رؤوس کے درمیان جاری ہوتے ہیں

پہلا قاعدہ: اگر ہر فریق کے سہام ان کے رؤوس پر بلا کسر تقسیم ہو جائیں تو ضرب کی کوئی ضرورت نہیں۔

مثال: میت مسئلہ ۶ عبدالاول

بنت	بنت	ام	اب
ثلثان		سدس	سدس وعصبہ
۲	۲	۱	۱

اس مثال میں چھ سے مسئلہ بنا، باپ اور ماں کو ایک ایک ملا، اور دونوں لڑکیوں کو دو دو ملے، ہر وارث پر سہام بلاکسر تقسیم ہو گئے؛ اس لیے ضرب کی ضرورت نہیں پڑی۔

أَمَّا الثَّلَاثَةُ: فَأَحَدُهَا إِنْ كَانَتْ سِهَامُ كُلِّ فَرِيقٍ مُنْقَسِمَةً عَلَيْهِمْ بِلَا كَسْرٍ فَلَا حَاجَةَ إِلَى الضَّرْبِ، كَأَبَوَيْنِ وَبِنْتَيْنِ.

ترجمہ: رہے تین (قاعدے) تو ان میں سے ایک یہ ہے کہ ہر فریق کے حصے ان پر بلاکسر تقسیم ہو جائیں، تو ضرب دینے کی کوئی ضرورت نہیں، جیسے: والدین اور دو لڑکیاں۔

دوسرا قاعدہ: اگر ایک فریق پر کسر واقع ہو اور ان کے سہام ورؤوس کے درمیان توافق کی نسبت ہو تو عددِ رؤوس کے "وفق" کو اصل مسئلہ میں ضرب دینے سے اور اگر مسئلہ عائلہ ہو تو عول میں ضرب دینے سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی۔ تصحیح سے ہر فریق کے سہام نکالنے کے لیے اصل مسئلہ سے ملے ہوئے سہام کو مضروب میں ضرب دیا جائے گا۔

اصل مسئلہ میں ضرب دینے کی مثال

مثال: مسئلہ ۶×۵ تصـ ۳۰ زکریا

میت

اب	ام	۱۰ ابنات
سدس وعصبہ	سدس	ثلثان
۱/۵	۱/۵	۴/۲۰

وضاحت: اس مثال میں باپ کو اصل مسئلہ سے ایک اور ماں کو بھی ایک ملا ہے، اور دس لڑکیوں کو اس مسئلہ سے چار سہام ملے ہیں جو ان میں برابر تقسیم نہیں ہوتے۔ اور سہام (چار) اور عددِ رؤوس (دس) میں "توافق بالنصف" ہے؛[1] اس لیے دس کے وفق (پانچ) کو اصل مسئلہ (چھ) میں ضرب دیا، تو حاصلِ ضرب تیس سے مسئلہ کی تصحیح ہوئی۔

پھر تصحیح سے ہر فریق کے سہام نکالنے کے لیے ان کے اصل مسئلہ سے ملے ہوئے سہام کو مضروب (پانچ) میں ضرب دیا یعنی: باپ کو اصل مسئلہ سے ایک ملا تھا، اس کو پانچ میں ضرب دیا تو حاصلِ ضرب (پانچ) ہوا، یہی باپ کا تصحیح سے ملا ہوا حصہ ہے — اسی

[1] یعنی ایک تیسرا عدد (دو) چار کو دو بار میں اور دس کو پانچ بار میں کاٹتا ہے۔

طرح ماں کو بھی پانچ ملے — اور دس لڑکیوں کو اصل مسئلہ سے چار سہام ملے تھے، ان کو مضروب (پانچ) میں ضرب دیا، تو حاصلِ ضرب بیس ہوا جو تمام لڑکیوں کا تصحیح سے ملا ہوا حصہ ہے، پس ہر لڑکی کو دو، دو سہام ملیں گے۔

عول میں ضرب دینے کی مثال

مثال: مسئلہ ۱۲ عـ ۱۵ × ۳ تصـ ۴۵ ذکریٰ

میت

زوج	اب	ام	۶ بنات
ربع	سدس وعصبہ	سدس	ثلثان
۳ / ۹	۲ / ۶	۲ / ۶	۸ / ۲۴

وضاحت: یہ مسئلہ عائلہ ہے شوہر کو تین سہام، باپ کو دو سہام اور ماں کو دو سہام ملے ہیں، ان میں سے کسی پر کسر واقع نہیں ہوئی؛ مگر چھ لڑکیوں کو آٹھ سہام ملے ہیں جو ان پر برابر تقسیم نہیں ہو رہا ہے۔ اور عدد رؤس (چھ) اور سہام (آٹھ) میں توافق بالنصف ہے، چھ کا وفق تین اور آٹھ کا وفق چار ہے۔ پس چھ کے وفق (تین) کو عول (پندرہ) میں ضرب دیا، تو حاصلِ ضرب (پینتالیس) سے مسئلہ کی تصحیح ہوئی۔ پھر تصحیح سے مذکورہ بالا طریقہ پر ہر فریق کے سہام نکالے گئے۔

وَالثَّانِيْ: إِنِ انْكَسَرَ عَلٰى طَائِفَةٍ وَاحِدَةٍ، وَلٰكِنْ بَيْنَ سِهَامِهِمْ وَرُؤُوْسِهِمْ مُوَافَقَةٌ فَيُضْرَبُ وَفْقُ عَدَدِ رُؤُوْسِ مَنِ انْكَسَرَتْ عَلَيْهِمُ السِّهَامُ فِيْ أَصْلِ الْمَسْئَلَةِ وَعَوْلِهَا وَإِنْ كَانَتْ عَائِلَةً كَأَبَوَيْنِ، وَعَشْرِ بَنَاتٍ، أَوْ زَوْجٍ، وَأَبَوَيْنِ، وَسِتِّ بَنَاتٍ.

ترجمہ: اور دوسرا (قاعدہ یہ ہے کہ) اگر (ورثاء کی) ایک جماعت پر کسر واقع ہو؛ لیکن ان کے سہام اور رؤس کے درمیان توافق کی نسبت ہو تو جن لوگوں پر حصے ٹوٹے ہیں، ان کے عدد رؤس کے وفق کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا جائے گا۔ اور اگر (مسئلہ) عائلہ ہو تو اس کے عول میں (ضرب دیا جائے گا)، جیسے: والدین اور دس لڑکیاں، یا (مسئلہ عائلہ کی مثال): شوہر، والدین اور چھ لڑکیاں۔

تیسرا قاعدہ: اگر ایک فریق پر کسر واقع ہو اور ان کے سہام اور رؤوس کے درمیان تباین کی نسبت ہو تو پورے عدد رؤوس کو اصل مسئلہ میں ضرب دینے سے؛ اور اگر مسئلہ عائلہ ہو تو عول میں ضرب دینے سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی۔ اصل مسئلہ میں ضرب دینے کی مثال:

مثال: مسئلہ ۶ × ۵ تصـ ۳۰ محمود
میت

اب	ام	۵ بنات
سدس وعصبہ	سدس	ثلثان
۱	۱	۴
۵	۵	۲۰

وضاحت: اس مثال میں اصل مسئلہ (چھ) سے بنا ہے، باپ اور ماں دونوں کو ایک ایک سہام ملے ہیں اور پانچ لڑکیوں کو اصل مسئلہ (چھ) سے چار سہام ملے ہیں جو پانچ پر برابر تقسیم نہیں ہو رہے ہیں اور عدد رؤوس پانچ اور سہام چار میں تباین کی نسبت ہے؛ اس لیے عدد رؤوس (پانچ) کو اصل مسئلہ چھ میں ضرب دیا، تو حاصلِ ضرب تیس سے مسئلہ کی تصحیح ہوئی۔ پھر تصحیح سے ہر فریق کے سہام مذکورہ بالا قاعدے سے نکالے گئے تو ماں باپ کو پانچ پانچ اور بیٹیوں کو بیس ملے جن کو پانچ پر تقسیم کیا تو ہر لڑکی کو چار سہام ملے۔

عول میں ضرب دینے کی مثال

مثال: مسئلہ ۶ عـ ۷ × ۵ تصـ ۳۵ محمودہ
میت

زوج	۵/اخت لاب وام
نصف	ثلثان
۳	۴
۱۵	۲۰

وضاحت: مسئلہ عائلہ (سات) سے شوہر کو تین سہام ملے، ان پر کسر واقع نہیں ہوئی، اور پانچ بہنوں کو چار سہام ملے جو برابر تقسیم نہیں ہو رہے ہیں، اور ان کے عدد رؤوس (پانچ) اور سہام (چار) میں "تباین" کی نسبت ہے۔ پس عدد رؤوس (پانچ) کو مسئلہ عائلہ (سات) میں ضرب دیا تو حاصلِ ضرب (پینتیس) سے مسئلہ کی تصحیح ہوئی۔ پھر شوہر کے

سہام (تین) کو مضروب (پانچ) میں ضرب دیا تو حاصلِ ضرب (پندرہ) شوہر کا تصحیح سے حصہ نکلا اور پانچ بہنوں کو مسئلہ عائلہ سے چار سہام ملے ہیں، ان کو مضروب (پانچ) میں ضرب دیا تو حاصلِ ضرب بیس ان کے مجموعی سہام ہوئے۔ پھر بیس کو پانچ پر تقسیم کیا تو خارج قسمت چار نکلا۔ پس چار چار سہام ہر بہن کو ملیں گے۔

وَالثَّالِثُ: أَنْ لَا تَكُوْنَ بَيْنَ سِهَامِهِمْ وَرُؤُوْسِهِمْ مُوَافَقَةٌ فَيُضْرَبُ كُلُّ عَدَدِ رُؤُوْسِ مَنِ انْكَسَرَ عَلَيْهِمُ السِّهَامُ فِي أَصْلِ الْمَسْئَلَةِ، وَعَوْلِهَا إِنْ كَانَتْ عَائِلَةً كَأَبٍ، وَأُمٍّ وَخَمْسِ بَنَاتٍ، أَوْ زَوْجٍ وَخَمْسِ أَخَوَاتٍ لِأَبٍ وَأُمٍّ.

ترجمہ: اور تیسرا (قاعدہ) یہ ہے کہ: ان ورثاء کے سہام اور رؤوس کے درمیان توافق کی نسبت نہ ہو (بلکہ تباین کی نسبت ہو) تو جن لوگوں پر حصے ٹوٹے ہیں (یعنی جن پر کسر واقع ہوئی ہے) ان کے کل عدد رؤوس کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا جائے گا، اور اگر مسئلہ عائلہ ہو تو اس کے عول میں (ضرب دیا جائے گا) جیسے: باپ، ماں اور پانچ لڑکیاں، یا شوہر اور پانچ حقیقی بہنیں۔

سوال: سہام اور رؤوس کے درمیان ''تداخل'' کی نسبت بھی تو ہوتی ہے پھر مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے تداخل کا قاعدہ کیوں نہیں بیان فرمایا؟

جواب: عدد رؤوس اور سہام میں اگر تداخل کی نسبت ہوگی تو دو حال سے خالی نہیں؟ یا تو عدد رؤوس سہام سے چھوٹا ہوگا، یا بڑا ہوگا؟ — پہلی صورت میں ضرب کی ضرورت نہیں، سہام، رؤوس پر بلا کسر تقسیم ہو جائیں گے — اس کو ''تداخل بحکم تماثل'' کہتے ہیں۔ اور دوسری صورت میں یعنی جب عدد رؤوس سہام سے بڑا ہو تو توافق والا قاعدہ جاری ہوگا، یعنی عدد رؤوس کے ''دخل''[1] کو اصلِ مسئلہ یا عول میں ضرب دیا جائے گا۔ اس کو ''تداخل بحکمِ توافق'' کہتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ تداخل کی ایک صورت تماثل کی طرح ہے اور دوسری توافق کی طرح؛ اس لیے الگ سے تداخل کا قاعدہ بیان نہیں کیا۔

[1] تداخل کی نسبت میں چھوٹا عدد بڑے عدد کو جتنی بار میں کاٹتا ہے اس کو بڑے عدد کا ''دخل'' کہتے ہیں۔

تداخل بحکم تماثل کی مثال:

مثال: مسئلہ ۶ میت ذاکر

اب	ام	۲ بنت
سدس و عصبہ	سدس	ثلثان
۱	۱	۴

وضاحت: دولڑکیوں کو چار سہام ملے، چار کو دو پر تقسیم کیا تو دو، دو سہام دونوں لڑکیوں کو ملے۔ کسر واقع نہیں ہوئی؛ اس لیے ضرب کی ضرورت نہیں۔

مثال: مسئلہ ۴×۲ تصـ ۸ میت مذکر

زوجہ	۶/اعمام
ربع	عصبہ
۱/۲	۳/۶

وضاحت: چچا کے عددِ رؤوس (چھ) اور سہام (تین) میں تداخل کی نسبت ہے، عددِ رؤوس کے "دخل" (دو) کو اصل مسئلہ (چار) میں ضرب دیا تو حاصلِ ضرب آٹھ سے مسئلہ کی تصحیح ہوئی — پھر بیوی کو اصل مسئلہ (چار) سے ملے ہوئے سہام (ایک) کو مضروب (دو) میں ضرب دیا تو حاصلِ ضرب (دو) بیوی کا حصہ نکلا، اور چچا کو اصل مسئلہ (چار) سے ملے ہوئے سہام (تین) کو مضروب (دو) میں ضرب دیا، تو حاصلِ ضرب (چھ) چچاؤں کا تصحیح سے حصہ نکلا۔

وہ قواعد جو رؤوس و رؤوس کے درمیان جاری ہوتے ہیں

اُن قواعد کا بیان پورا ہوا، جو سہام اور رؤوس کے درمیان جاری ہوتے ہیں۔ اب مصنف رحمۃ اللہ علیہ ان قواعد کو بیان فرما رہے ہیں جو رؤوس اور رؤوس کے درمیان جاری ہوتے ہیں۔

ان قواعد کے اجراء سے پہلے جن طائفوں پر کسر واقع ہو رہی ہے، ان کے عددِ رؤوس اور سہام کے درمیان نسبت دیکھیں گے۔ اور تداخل کی صورت میں "دخلِ رؤوس" توافق کی

صورت میں ''وفقِ رؤوس'' اور تباین کی صورت میں ''کلِ رؤوس'' کو ایک طرف محفوظ کرلیں گے — پھر ان محفوظ کردہ اعداد میں نسبت دیکھ کر آنے والے چار قواعد جاری کریں گے۔

پہلا قاعدہ: اگر ورثاء کی کئی جماعتوں پر کسر واقع ہو، اور ہر جماعت کے محفوظ کردہ اعداد کے درمیان تماثل کی نسبت ہو، تو ان میں سے کسی بھی جماعت کے عددِ رؤوس کو اصل مسئلہ میں ضرب دینے سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی اور حاصل ضرب سے تمام ورثاء کے سہام بلا کسر نکلیں گے۔

مثال: مسئلہ ۶×۳ تص ۱۸ واصل

میت

۶/بنات	۳/جدات	۳/اعمام
ثلثان	سدس	عصبہ
۴/۱۲	۱/۳	۱/۳

محفوظ کردہ اعداد: ۳ ۳ ۳

وضاحت: اس مسئلہ میں ہر جماعت پر کسر واقع ہو رہی ہے؛ اصل مسئلہ (چھ) سے چھ لڑکیوں کو چار سہام ملے ہیں اور عدد رؤوس (چھ) اور سہام (چار) میں توافق بالنصف کی نسبت ہے؛ اس لیے عدد رؤوس (چھ) کا وفق (تین) ایک طرف محفوظ کرلیا۔ تینوں دادیوں کو اصل مسئلہ (چھ) سے ایک سہام ملا ہے، ان کے عدد رؤوس (تین) اور سہام (ایک) میں تباین کی نسبت ہے؛ اس لیے کل عددِ رؤوس (تین) کو ایک طرف محفوظ کرلیا، اسی طرح چچا کے رؤوس و سہام میں بھی تباین کی نسبت ہے؛ اس لیے کلِ عدد رؤوس (تین) کو ایک طرف محفوظ کرلیا۔

پھر محفوظ کردہ اعداد میں باہم چوں کہ تماثل کی نسبت ہے؛ اس لیے کسی بھی ایک طائفہ کے محفوظ کردہ عددِ رؤوس (تین) کو اصل مسئلہ میں ضرب دینے سے حاصلِ ضرب اٹھارہ سے مسئلہ کی تصحیح ہوئی۔

پھر ہر فریق کے سہام کو مضروب (تین) میں ضرب دیا تو ہر طائفہ کا حصہ تصحیح سے نکل آیا۔

وَأَمَّا الْأَرْبَعَةُ: فَأَحَدُهَا أَنْ يَكُونَ الْكَسْرُ عَلٰى طَائِفَتَيْنِ أَوْ أَكْثَرَ وَلٰكِنْ بَيْنَ أَعْدَادِ رُؤُوْسِهِمْ مُمَاثَلَةٌ، فَالْحُكْمُ فِيهَا أَنْ يُضْرَبَ أَحَدُ الْأَعْدَادِ فِي أَصْلِ الْمَسْئَلَةِ مِثْلَ: سِتُّ بَنَاتٍ ثَلَاثُ جَدَّاتٍ وَثَلَاثَةُ أَعْمَامٍ.

ترجمہ: اور رہے چار (قاعدے) تو ان میں سے ایک یہ ہے کہ کسر دو یا زیادہ جماعتوں پر ہو؛ لیکن ان کے رؤوس کے عددوں کے درمیان تماثل کی نسبت ہو، تو اس میں حکم یہ ہے کہ کسی ایک عدد کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا جائے گا، جیسے: چھ لڑکیاں، تین دادیاں اور تین چچا۔

دوسرا قاعدہ: اگر کئی جماعتوں پر کسر واقع ہو، اور ان کے عدد رؤوس کے درمیان ''تداخل'' کی نسبت ہو تو ان میں سے بڑے عدد کو اصل مسئلہ میں ضرب دینے سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی اور حاصلِ ضرب سے ہر وارث کے سہام بلا کسر نکل آئیں گے۔

مثال: مسئلہ ۱۲ × ۱۲ تص ۱۴۴ میت حمدان

۴ زوجہ	۳ جدات	۱۲/عم
ربع	سدس	عصبہ
۳	۲	۷
۳۶	۲۴	۸۴

محفوظ کردہ اعداد: ۴ ۳ ۱۲

وضاحت: اس مثال میں اصل مسئلہ (بارہ) سے چار بیویوں کو تین سہام ملے اور عدد رؤوس (چار) اور سہام (تین) میں تباین کی نسبت ہے؛ اس لیے عدد رؤوس (چار) کو محفوظ کرلیا۔ تین دادیوں کو دو سہام ملے۔ ان کے عدد رؤوس (تین) اور سہام (دو) میں بھی تباین کی نسبت ہے؛ اس لیے عدد رؤوس (تین) کو ایک طرف محفوظ کرلیا، بارہ چچاؤں کو سات سہام ملے، ان کے عدد رؤوس (بارہ) اور سہام (سات) میں بھی تباین کی نسبت ہے؛ اس لیے عدد رؤوس (بارہ) کو ایک طرف محفوظ کرلیا۔

پھر محفوظ کردہ اعداد میں نسبت دیکھی تو تین اور بارہ میں تداخل کی نسبت ہے؛ اس

لیے بڑے عدد (بارہ) اور اگلے عدد (چار) میں نسبت دیکھی گئی؛ ان دونوں میں بھی تداخل کی نسبت ہے؛ اس لیے بڑے عدد (بارہ) کو اصل مسئلہ (بارہ) میں ضرب دیا، تو حاصل ضرب ایک سو چوالیس سے مسئلہ کی تصحیح ہوئی۔

پھر ہر طائفہ کے حصے نکالنے کے لیے بیویوں کو اصل مسئلہ (بارہ) سے ملے ہوئے سہام (تین) کو مضروب (بارہ) میں ضرب دیا، تو حاصلِ ضرب (چھتیس) ان کو ملا، تینوں دادیوں کو اصل مسئلہ (بارہ) سے ملے ہوئے سہام (دو) کو بھی مضروب (بارہ) میں ضرب دیا تو، حاصلِ ضرب (چوبیس) دونوں دادیوں کو ملا۔ اسی طرح چچاؤں کو اصل مسئلہ (بارہ) سے ملے ہوئے سہام (سات) کو مضروب (بارہ) میں ضرب دیا تو حاصلِ ضرب (چوراسی) تصحیح سے ملے ہوئے چچاؤں کے حصے ہوئے۔

وَالثَّانِيْ: أَنْ يَّكُوْنَ بَعْضُ الْأَعْدَادِ مُتَدَاخِلًا فِي الْبَعْضِ فَالْحُكْمُ فِيْهَا أَنْ يُضْرَبَ أَكْثَرُ الْأَعْدَادِ فِي أَصْلِ الْمَسْئَلَةِ. مِثْلَ: أَرْبَعِ زَوْجَاتٍ وَثَلَاثِ جَدَّاتٍ وَاثْنَا عَشَرَ عَمًّا.

ترجمہ: اور دوسرا (قاعدہ) یہ ہے کہ بعض عددوں کو بعض سے تداخل کی نسبت ہو، تو اس میں حکم یہ ہے کہ سب سے بڑے عدد کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا جائے۔ جیسے: چار بیویاں، تین دادیاں اور بارہ چچا۔

تیسرا قاعدہ: اگر وارثوں کی کئی جماعتوں پر کسر واقع ہو، اور ان کے عدد رؤوس کے درمیان "توافق" کی نسبت ہو تو کسی بھی ایک جماعت کے عدد رؤوس کے وفق کو دوسری جماعت کے پورے عدد رؤوس میں ضرب دیں گے، پھر حاصلِ ضرب اور تیسری جماعت کے عدد رؤوس کے درمیان نسبت دیکھیں گے، اگر توافق کی نسبت ہو تو حاصلِ ضرب کو تیسری جماعت کے عدد رؤوس کے وفق میں[1] ضرب دیں گے، اور تباین ہو تو حاصلِ ضرب کو تیسری جماعت کے پورے عددِ رؤوس میں ضرب دیں گے پھر آخری حاصلِ ضرب کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے تو مسئلہ کی تصحیح ہو جائے گی۔

[1] یا حاصلِ ضرب کے وفق کو تیسری جماعت کے پورے عددِ رؤوس میں ضرب دیں گے۔

مثال: مسئلہ ۲۴ × ۱۸۰ تصـ ۴۳۲۰ میت

حمدان

۴/ زوجہ	۱۸/ بنات	۱۵/ جدات	۶/ اعمام
ثمن	ثلثان	سدس	عصبہ
۳	۱۶	۴	۱
۵۴۰	۲۸۸۰	۷۲۰	۱۸۰

وضاحت: چاروں بیویوں کو اصل مسئلہ (چوبیس) سے تین سہام ملے، ان کے عدد رؤوس (چار) اور سہام (تین) میں تباین کی نسبت ہے؛ اس لیے عدد رؤوس (چار) کو ایک طرف محفوظ کرلیا۔ اٹھارہ لڑکیوں کو اصل مسئلہ (چوبیس) سے سولہ سہام ملے، ان کے عدد رؤوس (اٹھارہ) اور سہام (سولہ) کے درمیان توافق بالنصف کی نسبت ہے؛ اس لیے عدد رؤوس (اٹھارہ) کے وفق (نو) کو ایک طرف محفوظ کرلیا۔ پندرہ دادیوں کو اصل مسئلہ (چوبیس) سے چار سہام ملے، ان کے عدد رؤوس (پندرہ) اور سہام (چار) میں تباین کی نسبت ہے؛ اس لیے پندرہ کو ایک طرف محفوظ کرلیا، چھ چچاؤں کو اصل مسئلہ (چوبیس) سے ایک ملا۔ ان کے عدد رؤوس (چھ) اور سہام (ایک) میں تباین کی نسبت ہے؛ اس لیے عددِ رؤوس (چھ) کو ایک طرف محفوظ کرلیا۔۔۔ محفوظ کردہ اعداد یہ ہیں: (۴، ۹، ۱۵، ۶)، ان کو بڑے چھوٹے عددوں کی ترتیب کے لحاظ سے اس طرح لکھا: (۴، ۶، ۹، ۱۵)۔

پھر محفوظ کردہ اعداد کے درمیان نسبت دیکھی؛ چار اور چھ میں توافق بالنصف کی نسبت ہے؛ لہٰذا چار کے وفق (دو) کو چھ میں (یا چھ کے وفق تین کو چار میں) ضرب دیا تو حاصلِ ضرب (بارہ) آیا، پھر حاصلِ ضرب (بارہ) اور تیسرے عدد (نو) میں نسبت دیکھی، ان دونوں میں ''توافق بالثلث'' کی نسبت ہے؛ لہٰذا نو کے وفق تین کو بارہ میں (یا بارہ کے وفق چار کو نو میں) ضرب دیا تو حاصلِ ضرب چھتیس ہوئے۔

پھر چھتیس اور چوتھے عدد (پندرہ) میں نسبت دیکھی، ان دونوں میں بھی ''توافق بالثلث'' کی نسبت ہے؛ پس چھتیس کے وفق بارہ کو پندرہ میں (یا پندرہ کے وفق پانچ کو چھتیس میں) ضرب دیا تو حاصلِ ضرب (ایک سو اسّی) آیا۔ اس کو اصل مسئلہ (چوبیس) میں ضرب دیا، تو حاصلِ ضرب (چار ہزار تین سو بیس) آیا۔ اس سے مسئلہ کی تصحیح ہوئی۔

پھر ہر طائفہ کے سہام کی تخریج کے لیے ہر فریق کو اصل مسئلہ (چوبیس) سے ملے ہوئے سہام کو مضروب (ایک سواسّی) میں ضرب دیا تو ہر طائفہ کا تصحیح سے حصہ نکل آیا۔ پھر اس کو ہر طائفہ کے رؤوس پر تقسیم کیا جائے تو ہر نفر کا حصہ نکل آئے گا۔

وَالثَّالِثُ: أَنْ يُوَافِقَ بَعْضُ الْأَعْدَادِ بَعْضًا، فَالْحُكْمُ فِيهَا أَنْ يُضْرَبَ وَفْقُ أَحَدِ الْأَعْدَادِ فِي جَمِيعِ الثَّانِيْ، ثُمَّ مَا بَلَغَ فِي وَفْقِ الثَّالِثِ إِنْ وَافَقَ الْمَبْلَغُ الثَّالِثَ، وَإِلَّا فَالْمَبْلَغُ فِيْ جَمِيْعِ الثَّالِثِ، ثُمَّ الْمَبْلَغُ فِي الرَّابِعِ كَذٰلِكَ، ثُمَّ الْمَبْلَغُ فِي أَصْلِ الْمَسْئَلَةِ كَأَرْبَعِ زَوْجَاتٍ وَثَمَانِيَ عَشَرَةَ بِنْتًا وَخَمْسَ عَشَرَةَ جَدَّةً وَسِتَّةِ أَعْمَامٍ.

ترجمہ: اور تیسرا (قاعدہ) یہ ہے کہ بعض عددوں کی بعض سے توافق کی نسبت ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ ایک عدد کے وفق کو دوسرے کے کل میں ضرب دیا جائے، پھر مبلغ (حاصلِ ضرب) کو تیسرے (عدد) کے وفق میں (ضرب دیا جائے گا) اگر مبلغ اور تیسرے عدد میں توافق کی نسبت ہو؛ ورنہ مبلغ کو تیسرے (عدد) کے کل میں (ضرب دیا جائے) پھر حاصلِ ضرب کو چوتھے عدد (کے وفق یا کل) میں اسی طرح ضرب دیا جائے، پھر حاصلِ ضرب کو اصل مسئلہ میں (ضرب دیا جائے)، جیسے: چار بیویاں، اٹھارہ لڑکیاں، پندرہ دادیاں اور چھ چچا۔

چوتھا قاعدہ: اگر کئی جماعتوں پر کسر واقع ہو اور ہر ایک کے عددِ رؤوس میں "تباین" کی نسبت ہو تو ایک عدد کو دوسرے میں ضرب دیا جائے، پھر حاصلِ ضرب کو تیسرے عدد میں ضرب دیا جائے، پھر حاصلِ ضرب کو چوتھے عدد میں ضرب دیا جائے؛ پھر جو حاصلِ ضرب ہو اس کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا جائے؛ اسی سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی۔

مثال: مسئلہ ۲۴ × ۲۱۰ تصـ ۵۰۴۰
میت احمد

۴ زوجہ	۶/جدات	۱۰/بنات	۷/اعمام
ثمن	سدس	ثلثان	عصبہ
۳	۴	۱۶	۱
۶۳۰	۸۴۰	۳۳۶۰	۲۱۰

محفوظ کردہ اعداد: ۲ ۳ ۵ ۷

وضاحت: دونوں بیویوں کو اصل مسئلہ (چوبیس) سے تین سہام ملے، ان کے عدد رؤس (دو) اور سہام (تین) میں تباین کی نسبت ہے؛ اس لیے عدد رؤس (دو) کو ایک طرف محفوظ کرلیا، چھ دادیوں کو اصل مسئلہ (چوبیس) سے چار سہام ملے، ان کے عددِ رؤس (چھ) اور سہام (چار) میں توافق بالنصف کی نسبت ہے؛ اس لیے عدد رؤس (چھ) کے وفق (تین) کو ایک طرف محفوظ کرلیا۔ دس لڑکیوں کو اصل مسئلہ (چوبیس) سے سولہ سہام ملے ہیں، ان کے عددِ رؤس (دس) اور سہام (سولہ) میں توافق بالنصف کی نسبت ہے؛ اس لیے عدد رؤس (دس) کے وفق (پانچ) کو ایک طرف محفوظ کرلیا، سات چچاؤں کو اصل مسئلہ (چوبیس) سے ایک حصہ ملا، ان کے عدد رؤس (سات) اور سہام (ایک) میں تباین کی نسبت ہے، اس لیے عدد رؤس (سات) کو ایک طرف محفوظ کرلیا۔

پھر محفوظ کردہ اعداد میں مذکورہ بالا قاعدہ کے مطابق نسبت دیکھی گئی، پانچ اور سات میں تباین کی نسبت ہے؛ اس لیے پانچ کو سات میں ضرب دیا، حاصلِ ضرب (پینتیس) ہوا، پھر حاصل ضرب اور اگلے عدد (تین) میں نسبت دیکھی گئی، ان دونوں میں بھی تباین کی نسبت ہے؛ اس لیے پینتیس کو تین میں ضرب دیا تو ایک سو پانچ حاصل ضرب آیا (۳۵×۳=۱۰۵) پھر حاصلِ ضرب (ایک سو پانچ) اور اگلے عدد (دو) میں نسبت دیکھی تو ان میں بھی تباین کی نسبت ہے؛ اس لیے ایک سو پانچ کو دو میں ضرب دیا، حاصل ضرب دو سو دس آیا (۱۰۵×۲=۲۱۰) پھر حاصلِ ضرب (دو سو دس) کو اصل مسئلہ (چوبیس) میں ضرب دیا تو حاصلِ ضرب (پانچ ہزار چالیس) آیا، اسی سے مسئلہ کی تصحیح ہوئی۔

پھر ورثاء کے سہام کی تخریج کے لیے اصل مسئلہ (چوبیس) سے ملے ہوئے سہام کو مضروب (دو سو دس) میں ضرب دیا تو ہر فریق کا حصہ نکل آیا۔ پھر حاصلِ ضرب کو عدد رؤس پر تقسیم کیا تو ہر فرد کا حصہ نکل آیا۔

وَالرَّابِعُ: أَنْ تَكُوْنَ الْأَعْدَادُ مُتَبَايِنَةً — لَا يُوَافِقُ بَعْضُهَا بَعْضًا — فَالْحُكْمُ فِيْهَا أَنْ يُضْرَبَ أَحَدُ الْأَعْدَادِ فِيْ جَمِيْعِ الثَّانِيْ ثُمَّ مَا بَلَغَ فِيْ جَمِيْعِ الثَّالِثِ ثُمَّ مَا بَلَغَ فِيْ جَمِيْعِ الرَّابِعِ، ثُمَّ مَا اجْتَمَعَ فِيْ أَصْلِ الْمَسْئَلَةِ، كَامْرَأَتَيْنِ، وَسِتِّ جَدَّاتٍ، وَعَشْرِ بَنَاتٍ، وَسَبْعَةِ أَعْمَامٍ.

ترجمہ: اور چوتھا (قاعدہ) یہ ہے کہ اعداد (آپس میں) متباین ہوں — ان (عددوں) کے بعض میں بعض سے توافق کی نسبت نہ ہو — تو اس میں حکم یہ ہے کہ ایک عدد کو دوسرے کے کل میں ضرب دیا جائے، پھر مبلغ (حاصلِ ضرب) کو تیسرے (عدد) کے کل میں، پھر حاصلِ ضرب کو چوتھے کے کل میں (ضرب دیا جائے) پھر جو حاصلِ ضرب ہو اس کو اصل مسئلہ میں (ضرب دیا جائے) جیسے: دو بیویاں، چھ دادیاں، دس لڑکیاں اور سات چچا۔

فائدہ: (۱) جن جماعتوں پر کسر واقع ہو رہی ہے، ان کے عددِ رؤوس کے درمیان کہیں تماثل؛ کہیں تداخل؛ کہیں توافق اور کہیں تباین ہوتا ہے؛ اس لیے جن دو عددوں کے درمیان تماثل ہے وہاں تماثل کا قاعدہ، جہاں تداخل ہے وہاں تداخل کا قاعدہ؛ جہاں توافق ہے وہاں توافق کا قاعدہ اور جہاں تباین ہے وہاں تباین کا قاعدہ جاری ہوگا - ایک ساتھ تماثل، تداخل اور توافق کی مثال:

مثال: مسئلہ ۲۴ × ۲۴ تصح ۵۷۶ رضوان

میت

۴ زوجہ	۱۶/ جدات	۱۲۸/ بنات	۱۲/ اعمام
ثمن	سدس	ثلثان	عصبہ
۳	۴	۱۶	۱
۷۲	۹۶	۳۸۴	۲۴

محفوظ کردہ اعداد: ۴ ۴ ۸ ۱۲

وضاحت: اس مثال میں بیک وقت تماثل، تداخل اور توافق تینوں نسبتیں جمع ہیں؛ چار بیویوں کو اصل مسئلہ (چوبیس) سے تین سہام ملے ہیں، ان کے عدد رؤوس اور سہام میں تباین کی نسبت ہے؛ اس لیے عدد رؤوس (چار) کو ایک طرف محفوظ کر لیا۔

سولہ دادیوں کو اصل مسئلہ (چوبیس) سے چار سہام ملے ہیں، ان کے عدد رؤوس (سولہ) اور سہام (چار) میں تداخل کی نسبت ہے، عدد رؤوس کا ''دخل'' چار ایک طرف محفوظ کر لیا۔

ایک سو اٹھائیس لڑکیوں کو اصل مسئلہ (چوبیس) سے سولہ سہام ملے ہیں، ان کے عدد رؤوس (ایک سو اٹھائیس) اور سہام (سولہ) میں تداخل کی نسبت ہے؛ اس لیے عدد رؤوس کے دخل (آٹھ) کو ایک طرف محفوظ کرلیا — چچاؤں کے عدد رؤوس (بارہ) اور سہام (ایک) میں تباین کی نسبت ہے؛ اس لیے عددِ رؤوس (بارہ) کو ایک طرف محفوظ کرلیا۔

پھر محفوظ کردہ اعداد میں نسبتیں دیکھی گئیں، چار اور چار میں تماثل کی نسبت ہے؛ اس لیے ایک چار کو لے کر اگلے عدد آٹھ میں نسبت دیکھی گئی، ان میں تداخل کی نسبت ہے؛ اس لیے بڑے عدد آٹھ میں اور اگلے عدد بارہ میں نسبت دیکھی گئی، دونوں میں ''توافق بالربع'' کی نسبت ہے؛ اس لیے کسی ایک کے وفق کو دوسرے کے کل میں ضرب دیا؛ حاصلِ ضرب (چوبیس) آیا۔ اس کو اصل مسئلہ (چوبیس) میں ضرب دیا تو حاصلِ ضرب پانچ سو چھہتر آیا، اسی سے مسئلہ کی تصحیح ہوئی۔

ایک ساتھ تداخل اور تباین کی مثال:

مثال: مسئلہ ۱۲ × ۲۴ تصـ ۲۸۸ میت　　حمدان

۴/زوجہ	۱۶/جدات	۳/اعمام
ربع	سدس	عصبہ
۳	۲	۷
۷۲	۴۸	۱۶۸

محفوظ کردہ اعداد: ۴　۸　۳

وضاحت: اس مثال میں محفوظ کردہ اعداد میں سے چار اور آٹھ میں تداخل کی نسبت ہے؛ اس لیے آٹھ اور اگلے عدد (تین) میں نسبت دیکھی تو دونوں میں تباین کی نسبت ہے؛ اس لیے آٹھ کو تین میں ضرب دیا تو حاصلِ ضرب (چوبیس) ہوا، پھر چوبیس کو اصل مسئلہ (بارہ) میں ضرب دیا تو حاصلِ ضرب دو سو اٹھاسی ہوا، اسی سے مسئلہ کی تصحیح ہوئی۔

فصل

تصحیح سے ہر فریق کا حصہ معلوم کرنے کا طریقہ

تصحیح سے ہر فریق کا حصہ معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہر فریق کو اصل مسئلہ سے جو سہام ملے ہیں ان کو مضروب میں (یعنی اس عدد میں جس کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا گیا ہے) ضرب دیں گے تو حاصلِ ضرب اس فریق کا تصحیح سے ملا ہوا حصہ ہوگا۔

فَصْلٌ

وَإِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَعْرِفَ نَصِيْبَ كُلِّ فَرِيْقٍ مِنَ التَّصْحِيْحِ، فَاضْرِبْ مَا كَانَ لِكُلِّ فَرِيْقٍ مِنْ أَصْلِ الْمَسْئَلَةِ فِيْمَا ضَرَبْتَهُ فِيْ أَصْلِ الْمَسْئَلَةِ فَمَا حَصَلَ كَانَ نَصِيْبُ ذٰلِكَ الْفَرِيْقِ.

ترجمہ: فصل: اور جب آپ تصحیح سے ہر فریق کا حصہ جاننا چاہیں، تو اس (عدد) کو ضرب دیجیے جو ہر فریق کو اصل مسئلہ سے (حاصل ہوا) ہے اس (عدد) میں جس کو آپ نے اصلِ مسئلہ میں ضرب دیا ہے تو جو عدد حاصل ہوگا وہ اس فریق کا حصہ ہوگا، جیسے:

مثال: مسئلہ ۶ × ۳۰ تصــ ۱۸۰
میت

۲/ اعمام	۳/ جدات	۵/ بنت
عصبہ	سدس	ثلثان
۱ / ۳۰	۱ / ۳۰	۴ / ۱۲۰

محفوظ کردہ اعداد: ۵ ۳ ۲

وضاحت: پانچ لڑکیوں کو اصل مسئلہ سے ملے ہوئے سہام (چار) کو مضروب (تیس) میں ضرب دیا تو حاصلِ ضرب (ایک سو بیس) پانچوں لڑکیوں کا حصہ تصحیح سے نکل آیا، تین دادیوں کو اصل مسئلہ سے ملے ہوئے سہام (ایک) کو مضروب (تیس) میں ضرب دیا تو حاصل ضرب (تیس) دادیوں کا حصہ تصحیح سے نکل آیا۔ اسی طرح دونوں چچاؤں کو بھی تیس سہام ملے۔

تصحیح سے ہر فرد کا حصہ معلوم کرنے کا طریقہ

تصحیح سے ہر فرد کا حصہ معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہر فریق کو تصحیح سے جو سہام ملے ہیں، ان کو اس فریق کے عدد رؤوس پر تقسیم کیجیے تو خارج قسمت اس فریق کے ہر فرد کا تصحیح سے ملا ہوا حصہ ہوگا، جیسے گذشتہ مثال میں پانچ لڑکیوں کو تصحیح سے ایک سو بیس سہام ملے ہیں، ایک سو بیس کو پانچ پر تقسیم کیا تو خارج قسمت چوبیس یہی ہر لڑکی کا تصحیح سے ملا ہوا حصہ ہے (۱۲۰÷۵=۲۴)، اسی طرح تین دادیوں کو تصحیح سے تیس سہام ملے ہیں، ان کو تین پر تقسیم کیا تو خارج قسمت دس نکلا، یہی ہر دادی کا تصحیح سے ملا ہوا حصہ ہے (۳۰÷۳=۱۰) اسی طرح دو چچاؤں کو تصحیح سے تیس سہام ملے ہیں۔ ان کو دو پر تقسیم کیا تو خارج قسمت پندرہ نکلا، یہی ہر چچا کا تصحیح سے ملا ہوا حصہ ہے۔ (۳۰÷۲=۱۵)۔

نوٹ: مذکورہ بالا طریقہ آسان ہے، اس کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیے! مصنف علیہ الرحمہ نے اس قاعدہ کو بیان نہیں کیا، اس کے علاوہ تین قاعدے بیان کیے ہیں جو قدرے مشکل ہیں۔

پہلا قاعدہ: تصحیح سے ہر فرد کا حصہ معلوم کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ ہر فریق کو اصل مسئلہ سے جو سہام ملے ہیں ان کو اس فریق کے عدد رؤوس پر تقسیم کیجیے، پھر خارج قسمت کو مضروب میں ضرب دیجیے تو حاصلِ ضرب اس فریق کے ہر فرد کا تصحیح سے ملا ہوا حصہ ہوگا۔

وَإِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَعْرِفَ نَصِيْبَ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْ آحَادِ ذٰلِكَ الْفَرِيْقِ فَاقْسِمْ مَا كَانَ لِكُلِّ فَرِيْقٍ مِنْ أَصْلِ الْمَسْئَلَةِ عَلٰى عَدَدِ رُؤُوْسِهِمْ، ثُمَّ اضْرِبِ الْخَارِجَ فِي الْمَضْرُوْبِ، فَالْحَاصِلُ نَصِيْبُ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْ آحَادِ ذٰلِكَ الْفَرِيْقِ.

ترجمہ: اور جب آپ اُس فریق کے ہر فرد کا حصہ معلوم کرنا چاہیں تو ہر فریق کے اس حصہ کو جو اصل مسئلہ سے (ملا) ہے، ان کے عدد رؤوس پر تقسیم کر دیجیے! پھر خارج قسمت کو مضروب میں ضرب دیجیے! تو حاصلِ ضرب اس فریق کے افراد میں سے ہر فرد کا حصہ

ہوگا۔ جیسے:

مثال: مسئلہ ۲۴×۷ تصـ۱۶۸ اختر

	میت			
	۳/زوجات	۲/جدات	۴/بنات	۷/اعمام
	ثمن	سدس	ثلثان	عصبہ
	۳/۲۱	۴/۲۸	۱۶/۱۱۲	۱/۷
فی نفر	۷	۱۴	۲۸	۱

وضاحت: تین بیویوں کو اصل مسئلہ سے ملے ہوئے سہام (تین) کو ان کے عدد رؤس (تین) پر تقسیم کیا تو خارج قسمت ایک آیا، پھر ایک کو مضروب (سات) میں ضرب دیا تو حاصلِ ضرب سات آیا، یہ ایک بیوی کا تصحیح سے ملا ہوا حصہ ہے۔

دو دادیوں کو اصل مسئلہ سے ملے ہوئے سہام (چار) کو ان کے عدد رؤس (دو) پر تقسیم کیا۔ پھر خارج قسمت دو کو مضروب (سات) میں ضرب دیا، تو حاصلِ ضرب چودہ ہوا یہ ایک دادی کا تصحیح سے ملا ہوا حصہ ہے۔

چار لڑکیوں کو اصل مسئلہ سے ملے ہوئے سہام (سولہ) کو ان کے عدد رؤس چار پر تقسیم کیا، پھر خارج قسمت چار کو مضروب (سات) میں ضرب دیا، تو حاصلِ ضرب اٹھائیس ہوا، یہ ایک لڑکی کا تصحیح سے ملا ہوا حصہ ہے۔

سات چچاؤں کو اصل مسئلہ سے ایک ملا تھا، اس کو ان کے عدد رؤس (سات) پر تقسیم کیا تو خارج قسمت $\frac{1}{7}$ آیا پھر $\frac{1}{7}$ کو مضروب (سات) میں ضرب دیا تو حاصلِ ضرب ایک آیا، یہ ایک چچا کا تصحیح سے ملا ہوا حصہ ہے۔

دوسرا قاعدہ: تصحیح سے ہر فرد کا حصہ معلوم کرنے کا دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ مضروب کو کسی فریق کے عدد رؤس پر تقسیم کیجیے پھر خارج قسمت کو اسی فریق کے اصلِ مسئلہ سے ملے ہوئے سہام میں ضرب دیجیے، تو حاصلِ ضرب اس فریق کے ہر فرد کا تصحیح سے ملا ہوا حصہ ہوگا۔

وَوَجْهٌ آخَرُ: وَهُوَ أَنْ تَقْسِمَ الْمَضْرُوْبَ عَلٰى أَيِّ فَرِيْقٍ شِئْتَ، ثُمَّ

اضْرِبِ الخَارِجَ فِيْ نَصِيْبِ الْفَرِيْقِ الَّذِيْ قَسَمْتَ عَلَيْهِمِ الْمَضْرُوْبَ، فَالْحَاصِلُ نَصِيْبُ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْ آحَادِ ذٰلِكَ الْفَرِيْقِ.

ترجمہ: اور دوسرا طریقہ: اور وہ یہ ہے کہ آپ مضروب کو جس فریق پر چاہیں تقسیم کر دیجیے پھر خارج قسمت کو اُس فریق کے حصے میں ضرب دیجیے جس پر آپ نے مضروب کو تقسیم کیا ہے؛ اس طرح حاصل ضرب اس فریق کے افراد میں سے ہر فرد کا حصہ ہوگا۔ جیسے:

مثال: مسئلہ۲۴ × ۲۱۰ تصح ۵۰۴۰ ذاکر

میت

	۲/ زوجات	۶/ جدات	۱۰/ بنات	۷/ اعمام
	ثمن	سدس	ثلثان	عصبہ
	۳ / ۶۳۰	۴ / ۸۴۰	۱۶ / ۳۳۶۰	۱ / ۲۱۰
فی نفر	۳۱۵	۱۴۰	۳۳۶	۳۰

اعداد محفوظہ: ۲ ۳ ۵ ۷ ضرب ۲×۳=۶×۵=۳۰×۷=۲۱۰

وضاحت: مضروب دوسو دس کو بیویوں کے عدد رؤس (دو) پر تقسیم کیا، تو خارج قسمت ایک سو پانچ نکلا پھر ایک سو پانچ کو بیویوں کو اصل مسئلہ سے ملا ہوئے سہام (تین) سے ضرب دیا تو حاصل ضرب تین سو پندرہ ہوا۔ یہ ایک بیوی کا تصحیح سے ملا ہوا حصہ ہے۔

دادیوں کے عدد رؤس (چھ) پر مضروب (دوسو دس) کو تقسیم کیا، اور خارج قسمت (پینتیس) میں اصل مسئلہ سے ملے ہوئے سہام (چار) کو ضرب دیا تو حاصل ضرب ایک سو چالیس ہوا، یہ ہر دادی کا تصحیح سے ملا ہوا حصہ ہے۔

لڑکیوں کے عدد رؤس (دس) پر مضروب (دوسو دس) کو تقسیم کیا، اور خارج قسمت (اکیس) کو سہام (سولہ) میں ضرب دیا، تو حاصلِ ضرب تین سو چھتیس ہوا، یہ ہر لڑکی کا تصحیح سے ملا ہوا حصہ ہے۔

چچا کے عدد رؤس (سات) پر مضروب (دوسو دس) کو تقسیم کیا، اور خارج قسمت تیس کو سہام (ایک) میں ضرب دیا تو حاصلِ ضرب تیس ہوا، یہ ہر چچا کا تصحیح سے ملا ہوا حصہ ہے۔

تیسرا قاعدہ: تصحیح سے ہر فرد کا حصہ معلوم کرنے کا تیسرا قاعدہ یہ ہے کہ جس فریق

کے ہر فرد کا حصہ معلوم کرنا چاہیں اس کو اصل مسئلہ سے جو سہام ملے ہیں ان کی ان کے عدد رؤوس سے نسبت دیکھیں پھر اسی نسبت سے مضروب میں سے ہر فرد کو دیں۔

وَوَجْهٌ آخَرُ: وَهُوَ طَرِيقُ النِّسْبَةِ، وَهُوَ الْأَوْضَحُ، وَهُوَ أَنْ تَنْسِبَ سِهَامَ كُلِّ فَرِيقٍ مِنْ أَصْلِ الْمَسْئَلَةِ إِلٰى عَدَدِ رُؤُوسِهِمْ مُفْرَدًا، ثُمَّ تُعْطِيَ بِمِثْلِ تِلْكَ النِّسْبَةِ مِنَ الْمَضْرُوبِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْ آحَادِ ذٰلِكَ الْفَرِيقِ.

ترجمہ: اور ایک دوسرا طریقہ (یہ بھی) ہے: اور وہ نسبت کا طریقہ ہے اور یہ زیادہ واضح ہے، اور وہ یہ ہے کہ آپ اصل مسئلہ سے (ملے ہوئے) ہر فریق کے سہام کی ان کے عدد رؤوس سے نسبت دیکھیں! پھر اسی نسبت کے بقدر مضروب سے اس فریق کے افراد میں سے ہر فرد کو دیں۔ جیسے:

مثال: مسئلہ ۲۴ × ۷ تصـ ۱۶۸   اختر
میت

	۳/ زوجہ	۲/ جدہ	۴/ بنت	۷/ عم
	ثمن	سدس	ثلثان	عصبہ
	۳	۴	۱۶	۱
	۲۱	۲۸	۱۱۲	۷
فی نفر	۷	۱۴	۲۸	۱

وضاحت: بیویوں کے عدد رؤوس (تین) اور اصل مسئلہ سے ملے ہوئے سہام (تین) میں کاملیت (برابری) کی نسبت ہے: اس لیے مکمل مضروب (سات) ایک بیوی کا تصحیح سے ملا ہوا حصہ ہے۔

دادیوں کے عدد رؤوس (دو) اور سہام (چار) میں دو گنے کی نسبت ہے: اس لیے مضروب (سات) کا دوگنا (چودہ) ایک دادی کا تصحیح سے ملا ہوا حصہ ہے۔

لڑکیوں کے عدد رؤوس چار اور اصل مسئلہ سے ملے ہوئے سہام (سولہ) میں چار گنے کی نسبت ہے: اس لیے مضروب (سات) کا چار گنا (اٹھائیس) ایک لڑکی کا حصہ ہوگا۔

چچاؤں کے عدد رؤوس (سات) اور اصل مسئلہ سے ملے ہوئے سہام (ایک) میں

ساتویں کی نسبت ہے؛ اس لیے مضروب (سات) کا ساتواں (یعنی ایک) ایک چچا کا تصحیح سے ملا ہوا حصہ ہوگا۔

سوال: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس قاعدہ کو زیادہ واضح فرمایا ہے؛ حالاں کہ یہ قاعدہ دوسرے قاعدوں کی بنسبت غیر واضح ہے۔

جواب: یہ سوال علم حساب میں عدم مہارت کی وجہ سے پیدا ہوا ہے، جب حساب میں مہارت حاصل ہو جاتی ہے تو بلا ضرب و تقسیم نسبت دیکھنا بالکل آسان ہو جاتا ہے نسبت پر قابو یافتہ ہونا ماہر حساب داں ہونے کی دلیل ہے، عرب کہتے ہیں: مَنْ مَلَکَ النِّسْبَةَ مَلَکَ الْحِسَابَ (جس نے نسبت پر قابو پالیا اس نے حساب پر قابو پالیا) ایسے ہی لوگوں کے لیے یہ قاعدہ واضح اور زیادہ آسان ہے۔ (رد المحتار: ۵/۵۷۲)۔

فصل: ورثاء اور قرض خواہوں کے درمیان تقسیم ترکہ

ترکہ میں سے ہر وارث کا حصہ معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ تصحیح اور ترکہ کے درمیان نسبت دیکھی جائے: اگر ''تباین'' کی نسبت ہو تو ہر وارث کو تصحیح سے جو سہام ملے ہیں، ان کو پورے ترکہ میں ضرب دیا جائے، پھر حاصل ضرب کو تصحیح پر تقسیم کیا جائے تو ''خارج قسمت'' ترکہ میں سے اس وارث کا حصہ ہوگا۔

اور اگر تصحیح اور ترکہ کے درمیان ''توافق'' کی نسبت ہو تو ہر وارث کو تصحیح سے جو سہام ملے ہیں ان کو ترکہ کے وفق میں ضرب دیا جائے؛ پھر حاصل ضرب کو تصحیح کے وفق پر تقسیم کیا جائے تو ''خارج قسمت'' اس وارث کا ترکہ میں سے حصہ ہوگا۔

فَصْلٌ فِي قِسْمَةِ التَّرِكَاتِ بَيْنَ الْوَرَثَةِ وَالْغُرَمَاءِ[1]

إِذَا كَانَ بَيْنَ التَّصْحِيحِ وَالتَّرِكَةِ مُبَايَنَةٌ فَاضْرِبْ سِهَامَ كُلِّ

---

[1] ورثاء اور قرض خواہوں کے درمیان بیک وقت ترکہ کی تقسیم کی کوئی صورت نہیں؛ اس لیے سراجی کے جن نسخوں میں — بين الورثة والغرماء — ہے، یعنی حرف عطف ''واؤ'' ہے وہ نسخہ صحیح نہیں ہے، جن نسخوں میں حرف عطف ''أو'' ہے وہی صحیح نسخہ ہے؛ البتہ اگر ''واؤ'' کو ''أو'' کے معنی میں لیا جائے تو بات بن سکتی ہے۔ (رد المحتار: ۵/۵۷۳) حاشیہ شریفیہ (ص: ۸۱)

وَارِثٍ مِنَ التَّصْحِيْحِ فِي جَمِيْعِ التَّرِكَةِ، ثُمَّ اقْسِمِ الْمَبْلَغَ عَلَى التَّصْحِيْحِ؛ مِثَالُهُ بِنْتَانِ وَأَبَوَانِ؛ وَالتَّرِكَةُ سَبْعَةُ دَنَانِيْرَ.

وَإِذَا كَانَ بَيْنَ التَّصْحِيْحِ وَالتَّرِكَةِ مُوَافِقَةٌ فَاضْرِبْ سِهَامَ كُلِّ وَارِثٍ مِنَ التَّصْحِيْحِ فِي وَفْقِ التَّرِكَةِ؛ ثُمَّ اقْسِمِ الْمَبْلَغَ عَلٰى وَفْقِ التَّصْحِيْحِ، فَالْخَارِجُ نَصِيْبُ ذٰلِكَ الْوَارِثِ فِي الْوَجْهَيْنِ -هٰذَا لِمَعْرِفَةِ نَصِيْبِ كُلِّ فَرْدٍ.

ترجمہ: (یہ) فصل ورثاء اور قرض خواہوں کے درمیان ترکہ کی تقسیم (کے بیان) میں ہے:

جب تصحیح اور ترکہ کے درمیان تباین کی نسبت ہو تو ہر وارث کے تصحیح سے ملے ہوئے سہام کو پورے ترکہ میں ضرب دیجیے؛ پھر حاصل ضرب کو تصحیح پر تقسیم کیجیے! اس کی مثال: دو لڑکیاں اور والدین، اور ترکہ سات دینار ہے۔

اور جب تصحیح اور ترکہ کے درمیان توافق کی نسبت ہو تو ہر وارث کو تصحیح سے ملے ہوئے سہام کو ترکہ کے وفق میں ضرب دیجیے! پھر حاصلِ ضرب کو تصحیح کے وفق پر تقسیم کردیجیے! تو ''خارج قسمت'' دونوں صورتوں (تباین اور توافق) میں اس وارث کا حصہ ہوگا یہ طریقہ (ترکہ میں سے) ہر فرد کا حصہ جاننے کے لیے ہے۔

ترکہ اور تصحیح کے درمیان تباین کی مثال:

مثال: مسئلہ ٦ میت   تباین   ترکہ ۷ دینار   اختر

بنت	بنت	ام	اب
ثلثان		سدس	سدس
۲	۲	۱	۱
۲ ۲/٦	۲ ۲/٦	۱ ۱/٦	۱ ۱/٦

وضاحت: ترکہ میں سے لڑکی کا حصہ معلوم کرنے کے لیے تصحیح سے ملے ہوئے اس کے سہام (دو) کو ترکہ (سات) میں ضرب دیا، پھر حاصل ضرب (چودہ) کو تصحیح (چھ) پر

تقسیم کیا، تو خارج قسمت ۲$\frac{۲}{۶}$ (دو صحیح دو بٹا چھ) ایک لڑکی کا ترکہ میں سے حصہ ہوا۔ دوسری لڑکی کو بھی اتنا ہی ملے گا۔

ماں کو تصحیح سے ملے ہوئے سہام (ایک) کو کل ترکہ سات میں ضرب دیا، پھر حاصلِ ضرب (سات) کو تصحیح (چھ) پر تقسیم کیا تو خارج قسمت ۱$\frac{۱}{۶}$ (ایک صحیح ایک بٹا چھ) ماں کا ترکہ میں سے حصہ ہوا۔ باپ کا حصہ بھی اسی طرح نکلے گا۔

اب تمام اعداد جوڑ کر دیکھ لیں کہ ترکہ (۷ دینار) پورا تقسیم ہوا یا نہیں؟ سالم عددوں کو جوڑنے کا طریقہ تو واضح ہے اور کسور کو جوڑنے کا طریقہ یہ ہے کہ لکیر کے اوپر اوپر کے اعداد کو جمع کریں اگر ان کا مجموعہ چھ ہو جائے تو وہ ایک کامل ہو گیا، اس کو سالم اعداد میں جمع کر دیں۔

ترکہ اور تصحیح کے درمیان توافق کی مثال:

مثال: مسئلہ ۶ عـ ۸ توافق بالربع ترکہ ۱۲/دینار (خالدہ)

میت

	زوج	جدہ	اخت	اخت
	نصف	سدس	ثلثان	
	۳	۱	۲	۲
ترکہ:	۴$\frac{۱}{۲}$	۱$\frac{۱}{۲}$	۳	۳

وضاحت: اس مثال میں تصحیح اور ترکہ کے درمیان توافق بالربع کی نسبت ہے؛ اس لیے ترکہ کا وفق تین اور تصحیح کا وفق دو ہو گا پس:

شوہر کے سہام (تین) کو ترکہ کے وفق (تین) میں ضرب دیا، پھر حاصل ضرب (نو) کو تصحیح کے وفق (دو) پر تقسیم کیا گیا، تو خارج قسمت ۴$\frac{۱}{۲}$ (چار صحیح ایک بٹا دو) نکلا، یہی ساڑھے چار شوہر کا ترکہ میں سے حصہ ہے۔

اور دادی کے سہام (ایک) کو ترکہ کے وفق (تین) میں ضرب دیا، پھر حاصل ضرب (تین) کو تصحیح کے وفق (دو) پر تقسیم کیا، تو خارج قسمت ۱$\frac{۱}{۲}$ (ایک صحیح ایک بٹا دو) نکلا یہی ڈیڑھ دادی کا ترکہ میں سے حصہ ہے۔

بہن کے سہام (دو) کو ترکہ کے وفق (تین) میں ضرب دیا، پھر حاصلِ ضرب (چھ) کو تصحیح کے وفق (دو) پر تقسیم کیا تو خارج قسمت (تین) نکلا یہی ایک بہن کا ترکہ میں سے

حصہ ہے۔ دوسری بہن کو بھی اتنا ہی ملا۔ اخیر میں تمام حصوں کو جوڑ لیا، تو مجموعہ بارہ ہوا۔

سوال: ترکہ اور تصحیح کے درمیان تماثل اور تداخل کی نسبتوں کو مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کیوں نہیں بیان کیا؟

جواب: اگر ترکہ اور تصحیح کے درمیان تماثل کی نسبت ہوگی تو ضرب و تقسیم کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ اور تداخل، توافق کے حکم میں ہے؛ اس لیے ان دونوں نسبتوں کا ذکر نہیں کیا۔

تداخل دو حال سے خالی نہیں: یا تو تصحیح کا عدد زیادہ اور ترکہ کا عدد کم ہوگا، یا اس کے برعکس ہوگا۔ پہلی صورت میں تصحیح سے ملے ہوئے سہام کو تصحیح کے "دخل"[1] پر تقسیم کیا جائے گا — اور دوسری صورت میں تصحیح سے ملے ہوئے حصوں کو ترکہ کے "دخل" میں ضرب دیا جائے گا۔

تداخل میں تصحیح کے عدد کے زیادہ ہونے کی مثال:

مثال: مسئلہ ٦ عـ ٨ ترکہ ۴/دینار راغبہ

میت

زوج	جدہ	اخت	اخت
نصف	سدس	ثلثان	
۳	۱	۲	۲
ترکہ: ۱ $\frac{1}{2}$	$\frac{1}{2}$	۱	۱

وضاحت: اس مثال میں تصحیح آٹھ اور ترکہ چار میں تداخل ہے۔ اور تصحیح کا عدد ترکہ کے عدد سے زیادہ ہے۔ اور چار دو مرتبہ میں آٹھ کو کاٹتا ہے؛ اس لیے آٹھ کا دخل دو ہے۔ پس شوہر کو تصحیح سے ملے ہوئے تین کو اس کے دخل دو پر تقسیم کیا جائے گا۔ حاصل قسمت (ڈیڑھ) آئے گا۔ اور دادی کو ملا ہوا ایک دخل پر تقسیم کیا جائے گا تو حاصل (آدھا) آئے گا۔ اور بہنوں کو ملے ہوئے دو، دو کو دو پر تقسیم کیا جائے گا تو حاصل ایک ایک آئے گا۔ یہی ترکہ سے ان کا حصہ ہے۔

---

[1] چھوٹا عدد بڑے عدد کو جتنی بار میں کاٹتا ہے، اس کو بڑے عدد کا "دخل" کہتے ہیں۔

تداخل میں ترکہ کے عدد کے زیادہ ہونے کی مثال:

مثال: مسئلہ ۶ عـ ۸ ترکہ ۱۶/ دینار راغبہ
میت

زوج	جدہ	اخت	اخت
نصف	سدس	ثلثان	
۳	۱	۲	۲
ترکہ: ۶	۲	۴	۴

وضاحت: اس مثال میں تصحیح (آٹھ) اور ترکہ (سولہ) میں تداخل کی نسبت ہے اور ترکہ کا عدد زیادہ ہے اور آٹھ دو مرتبہ میں سولہ کو کاٹتا ہے؛ اس لیے ترکہ کا دخل دو ہے۔ پس ہر وارث کو تصحیح سے ملے ہوئے سہام کو ترکہ کے دخل (دو) میں ضرب دیا تو سارے ورثاء کے سہام دوگنے ہوگئے، شوہر کو تین کے بجائے چھ، دادی کو ایک کے بجائے دو، اور بہنوں کو چار چار ترکہ میں سے ملا۔

بغیر نسبت دیکھے ترکہ کی تقسیم

اگر تصحیح اور ترکہ کے درمیان نسبتیں نہ دیکھی جائیں، اور تصحیح سے ملے ہوئے سہام کو کل ترکہ میں ضرب دے کر کل عدد تصحیح سے تقسیم کردیا جائے تو بھی ترکہ ٹھیک تقسیم ہوجائے گا؛ البتہ اعداد زیادہ ہوں گے، اور حساب لمبا ہوگا (شامی: ۵/۵۷۳) کلکیولیٹر (Calculator) اور موبائل سے تقسیمِ ترکہ میں ایسا ہی کیا جاتا ہے، جیسے مذکورہ بالا مثال میں شوہر کے تین سہام کو ترکہ کے سولہ میں ضرب دیا جائے۔ حاصل ضرب ۴۸ آئے گا، پھر اس کو مسئلہ عائلہ کے آٹھ سے تقسیم کیا جائے تو خارج قسمت چھ آئے گا۔ وہی شوہر کا ترکہ میں سے حصہ ہے، اسے اچھی طرح سمجھ لیں، بہت آسانی سے موبائل سے تقسیم ہوجاتی ہے۔

ہر فریق کا ترکہ معلوم کرنے کا طریقہ

اب تک ہر وارث کا ترکہ میں سے حصہ معلوم کرنے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔ اب ہر فریق کا ترکہ میں سے حصہ معلوم کرنے کا طریقہ بیان کرتے ہیں کہ ترکہ اور مسئلہ کے درمیان نسبت دیکھیں؛ اگر ترکہ اور مسئلہ کے درمیان ''توافق'' کی نسبت ہو تو ہر فریق کو

مسئلہ سے جو سہام ملے ہیں، ان کو ترکہ کے وفق میں ضرب دیں، پھر حاصل ضرب کو مسئلہ کے وفق پر تقسیم کریں، تو ''خارج قسمت'' ہر فریق کا ترکہ میں سے حصہ ہوگا — اور اگر ترکہ اور مسئلہ کے درمیان ''تباین'' کی نسبت ہو تو ہر فریق کو مسئلہ سے جو سہام ملے ہیں ان کو پورے ترکہ میں ضرب دیں، پھر ''حاصل ضرب'' کو پورے مسئلہ پر تقسیم کریں تو ''خارج قسمت'' ہر فریق کا ترکہ میں سے حصہ ہوگا۔

وَأَمَّا لِمَعْرِفَةِ نَصِيْبِ كُلِّ فَرِيْقٍ مِنْهُمْ، فَاضْرِبْ مَا كَانَ لِكُلِّ فَرِيْقٍ مِنْ أَصْلِ الْمَسْئَلَةِ فِيْ وَفْقِ التَّرِكَةِ ثُمَّ اقْسِمِ الْمَبْلَغَ عَلٰى وَفْقِ الْمَسْئَلَةِ إِنْ كَانَ بَيْنَ التَّرِكَةِ وَالْمَسْئَلَةِ مُوَافَقَةٌ؛ وَإِنْ كَانَ[1] بَيْنَهُمَا مُبَايَنَةٌ، فَاضْرِبْ فِي كُلِّ التَّرِكَةِ، ثُمَّ اقْسِمِ الْحَاصِلَ عَلٰى جَمِيْعِ الْمَسْئَلَةِ، فَالْخَارِجُ نَصِيْبُ ذٰلِكَ الْفَرِيْقِ فِي الْوَجْهَيْنِ.

ترجمہ: رہا ان ورثاء میں سے ہر فریق کا حصہ جاننے کے لیے: تو ہر فریق کے ان سہام کو جو اصل مسئلہ سے ملے ہیں ترکہ کے وفق میں ضرب دیجیے؛ پھر حاصلِ ضرب کو مسئلہ کے وفق پر تقسیم کیجیے اگر ترکہ اور مسئلہ میں ''توافق'' کی نسبت ہو؛ — اور اگر ان دونوں (یعنی ترکہ اور مسئلہ) کے درمیان ''تباین'' کی نسبت ہو تو (ہر فریق کے سہام کو) پورے ترکہ میں ضرب دیجیے؛ پھر حاصل ضرب کو پورے مسئلہ پر تقسیم کیجیے! تو جو خارج قسمت ہوگا وہ ان دونوں صورتوں (توافق اور تباین) میں اس فریق کا (ترکہ میں سے) حصہ ہوگا۔

مسئلہ اور ترکہ کے درمیان توافق کی مثال

مثال: مسئلہ ٦ عـ ٨ میت — توافق بالربع — راغبہ: ترکہ ۱۲/ دینار

	زوج	جدہ	۲/اخت
	نصف	سدس	ثلثان
	۳	۱	۴
ترکہ:	$4\frac{1}{2}$	$1\frac{1}{2}$	٦

[1] ایک نسخہ میں ''کانت'' ہے (سراجی مع شریفیہ)۔

وضاحت: اس مثال میں ترکہ اور مسئلہ کے درمیان ''توافق بالربع'' ہے، یہاں ایک فریق یعنی دونوں لڑکیوں کے سہام چار کو ترکہ کے وفق (تین) میں ضرب دے کر حاصلِ ضرب (بارہ) کو تصحیح کے وفق (دو) سے تقسیم کیا گیا ہے، اس طرح دونوں لڑکیوں کا مجموعہ ترکہ (چھ دینار) نکل آیا۔ بقیہ تشریح گذر چکی ہے۔

اجرائے قاعدہ: دو بہنیں: ۴ × ۳ = ۱۲ ÷ ۲ = ۶

مسئلہ اور ترکہ میں تباین کی مثال

اگر مذکورہ بالا مسئلہ میں ترکہ ۹ دینار ہو تو وہی: مسئلہ اور ترکہ کے درمیان تباین کی مثال ہو جائے گی۔ اس صورت میں ہر فریق کو مسئلہ عائلہ (آٹھ) سے جو سہام ملے ہیں، ان کو کل ترکہ (نو) میں ضرب دیں گے، پھر حاصلِ ضرب کو مسئلہ عائلہ (آٹھ) پر تقسیم کریں گے تو ترکہ سے اس فریق کا حصہ نکل آئے گا، جیسے: ۳×۹=۲۷÷۸=۳ $\frac{۳}{۸}$ یعنی زوج کو تین دینار اور ایک دینار کا تین آٹھواں حصہ ملے گا۔ باقی ورثاء کا ترکہ بھی اسی طرح نکال لیں۔

فائدہ: اگر مسئلہ اور ترکہ کے درمیان ''تداخل'' کی نسبت ہو تو ہر فریق کو مسئلہ سے ملے ہوئے سہام کو عدد مسئلہ کے زیادہ اور ترکہ کے کم ہونے کی صورت میں عدد مسئلہ کے دخل پر تقسیم کیا جائے گا — اور ترکہ کے زیادہ اور مسئلہ کے کم ہونے کی صورت میں ترکہ کے ''دخل'' میں ضرب دیا جائے گا حاصلِ ضرب ہر فریق کا ترکہ سے ملا ہوا حصہ ہوگا۔

قرض خواہوں کے درمیان تقسیم ترکہ کا طریقہ

اگر قرضہ ترکہ سے زیادہ ہو تو قرض خواہوں کے درمیان قرضوں کے تناسب سے ترکہ تقسیم ہوگا؛ اس کے لیے ہر قرض خواہ کو وارث اور ان کے قرضوں کو سہام کی جگہ لکھا جائے گا، اور سارے قرضوں کو جوڑ کر ''مجموع الدیون'' کو تصحیح کی جگہ میں لکھا جائے گا، پھر ترکہ اور ''مجموع الدیون'' میں نسبت دیکھیں گے۔

اگر ترکہ اور مجموع الدیون کے درمیان ''تباین'' کی نسبت ہے تو ہر قرض خواہ کے قرضہ کو پورے ترکہ میں ضرب دیں گے پھر حاصلِ ضرب کو پورے ''مجموع الدیون'' پر

تقسیم کریں گے۔ ''خارج قسمت'' ہر قرض خواہ کا ترکہ میں سے حصہ ہوگا—اور اگر ترکہ اور مجموع الدیون کے درمیان ''توافق'' کی نسبت ہو تو ہر قرض خواہ کے قرضہ کو ترکہ کے وفق میں ضرب دیں گے، پھر حاصلِ ضرب کو مجموع الدیون کے وفق پر تقسیم کریں گے۔ ''خارج قسمت'' ہر قرض خواہ کا ترکہ میں سے حصہ ہوگا۔

اور اگر ترکہ اور مجموع الدیون میں تداخل کی نسبت ہو تو ہر قرض خواہ کے قرضوں کو مجموع الدیون کے ''دخل'' پر تقسیم کریں گے۔ خارج قسمت ہر قرض خواہ کا ترکہ میں سے حصہ ہوگا۔

أَمَّا فِي قَضَاءِ الدُّيُوْنِ فَدَيْنُ كُلِّ غَرِيْمٍ بِمَنْزِلَةِ سِهَامِ كُلِّ وَارِثٍ فِيْ العَمَلِ، وَمَجْمُوْعُ الدُّيُوْنِ بِمَنْزِلَةِ التَّصْحِيْحِ.

ترجمہ: رہا قرضوں کی ادائیگی میں: تو ہر قرض خواہ کا قرضہ عمل میں ہر وارث کے سہام کی جگہ میں ہوتا ہے، اور سارے قرضے بمنزلہ تصحیح ہوتے ہیں۔

ترکہ اور مجموع الدیون کے درمیان تباین کی مثال

مثال: مسئلہ۱۵ تباین ترکہ۱۳/روپے اجمل

میت

قرض خواہ: جمیل (۱۰ روپے)	جمال (۵ روپے)
۸ $\frac{۱۰}{۱۵}$	۴ $\frac{۵}{۱۵}$

وضاحت: ہر قرض خواہ کے قرضہ کو ترکہ (تیرہ) سے ضرب دے کر مجموع الدیون (پندرہ) پر تقسیم کر دیا گیا۔ تو ترکہ سے ہر قرض خواہ کا حصہ نکل آیا۔

ترکہ اور مجموع الدیون کے درمیان توافق کی مثال

مثال: مسئلہ۱۵ (توافق بالثلث) ترکہ۹ روپے جمال

میت

قرض خواہ: خالد (۱۰ روپے)	خویلد (۵ روپے)
۶ روپے	۳ روپے

وضاحت: خالد کے قرضے (دس روپے) کو ترکہ کے وفق (تین) میں ضرب دیا، پھر حاصلِ ضرب (تیس) کو مجموع الدین کے وفق (پانچ) پر تقسیم کیا تو خارج قسمت

(چھ) خالد کو ترکہ میں سے ملا۔ اور خویلد کے قرضے (پانچ) کو ترکہ کے وفق (تین) میں ضرب دیا، پھر حاصلِ ضرب (پندرہ) کو مجموع الدین کے وفق (پانچ) پر تقسیم کیا تو خارج قسمت (تین) خویلد کو ملے۔

ترکہ اور مجموع الدیون کے درمیان تداخل کی مثال

مثال: مسئلہ ۱۵ (تداخل) ترکہ ۵ روپے مکرم
میت

قرض خواہ: کریم (۱۰ روپے) اکرم (۵ روپے)

$3\frac{1}{3}$ $1\frac{2}{3}$

وضاحت: پندرہ اور پانچ میں تداخل ہے۔ پانچ تین مرتبہ میں پندرہ کو کاٹ دیتا ہے۔ پس ۱۵ کا دخل ۳ ہے۔ اب کریم کے قرضے دس کو کل قرضہ کے دخل ۳ پر تقسیم کیا تو تین صحیح ایک بٹا تین $3\frac{1}{3}$ یعنی تہائی حاصل ہوا یہ ترکہ میں سے کریم کا حصہ ہے اور اکرم کے ۵ کو ۳ سے تقسیم کیا تو ایک صحیح دو بٹا تین $1\frac{2}{3}$ یعنی دو تہائی حاصل ہوا۔ یہ اکرم کا ترکہ سے حصہ ہے۔

نوٹ: تداخل کی ایک ہی مثال (مجموع الدیون کے زیادہ ہونے کی) اس لیے دی گئی ہے کہ تداخل میں مجموع الدیون کے زیادہ ہونے کی صورت میں ہی قرض خواہوں کو اُن کے قرضوں کے تناسب سے قرضوں سے کم ملیں گے۔ اگر تداخل کی صورت میں ترکہ زیادہ ہو اور قرض خواہوں کے قرضے کم ہوں تو ان کو پورے قرضے ترکہ سے مل جائیں گے، اور باقی ماندہ ترکہ ورثاء کے درمیان تقسیم ہوگا، قرض خواہوں کے درمیان تقسیم کی نوبت ہی نہ آئے گی۔

اگر ترکہ میں کسر ہو؟

اگر ترکہ میں کسر ہو یعنی نصف ($\frac{1}{2}$) یا چوتھائی ($\frac{1}{4}$) یا تہائی ($\frac{1}{3}$) وغیرہ ہو تو ترکہ اور تصحیح دونوں کو پھیلا دیں گے —— اور پھیلانے کا طریقہ یہ ہے کہ سالم ترکہ کو کسر کے مخرج میں ضرب دیں گے پھر حاصلِ ضرب میں مقدار کسر کا اضافہ کردیں گے تو سارا ترکہ پھیل جائے گا [1] اسی طرح تصحیح کو کسر کے مخرج میں ضرب دیں گے تو تصحیح پھیل جائے گی —— پھر دونوں مبلغوں میں نسبت دیکھ کر گذشتہ قاعدے جاری کریں گے یعنی توافق کی صورت میں

[1] کسر کی صورت میں لکیر (-) کے اوپر مقدار کسر، نیچے مخرج کسر اور برابر میں داہنی طرف سالم عدد لکھا جاتا ہے۔

ہر وارث کے سہام کو ترکہ کے وفق میں ضرب دیں گے، پھر حاصلِ ضرب کو تصحیح کے وفق پر تقسیم کر دیں گے! اور تباین کی صورت میں ہر وارث کے سہام کو کل ترکہ میں ضرب دیں گے! پھر حاصل ضرب کو کل تصحیح پر تقسیم کر دیں گے، تو ''خارج قسمت'' دونوں صورتوں میں ہر وارث کا ترکہ میں سے حصہ ہوگا۔

نوٹ: یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ کسر کو جب بٹوں میں لکھا جاتا ہے، تو اوپر کسر کی مقدار ہوتی ہے اور نیچے مخرج ہوتا ہے، مثلاً: نصف کو $\frac{١}{٢}$ (ایک بٹا دو) لکھتے ہیں تو اس میں ایک کسر یا مقدار کسر ہے، اور دو نصف کا مخرج ہے۔ اسی طرح چوتھائی کو $\frac{١}{٤}$ (ایک بٹا چار) لکھتے ہیں، اس میں ایک کسر ہے اور چار ربع کا مخرج ہے، اسی طرح پون کو $\frac{٣}{٤}$ (تین بٹا چار) لکھتے ہیں تو اس میں تین کسر یا مقدار کسر ہے اور چار مخرج ہے۔

وَإِنْ كَانَ فِي التَّرِكَةِ كُسُوْرٌ فَابْسُطِ التَّرِكَةَ وَالْمَسْئَلَةَ كِلْتَيْهِمَا: أَيْ اِجْعَلْهُمَا مِنْ جِنْسِ الْكَسْرِ، ثُمَّ قَدِّمْ فِيهِ مَا رَسَمْنَاهُ.[1]

ترجمہ: اگر ترکہ میں کسر ہو تو ترکہ اور مسئلہ (تصحیح) دونوں کو پھیلا لیجیے! یعنی دونوں کو کسر کی جنس سے بنا لیجیے، پھر اس میں وہ (قواعد) جاری کیجیے جو ہم نے لکھے ہیں۔

توافق کی مثال

مسئلہ ٦ مسئلہ مبسوطہ ١٢ ترکہ: ساڑھے سات ($٧\frac{١}{٢}$) ترکہ مبسوطہ: ١٥ عاقلہ

میت				
	زوج	ام	اب	
	نصف	ثلث الباقی	عصبہ	
	٣	١	٢	
ترکہ سے حصے	$٣\frac{٣}{٤}$	$١\frac{١}{٤}$	$٢\frac{٢}{٤}$	مجموعہ $٧\frac{١}{٢}$

وضاحت: ترکہ ساڑھے سات ($٧\frac{١}{٢}$) ہے، نصف کا کسر ختم کرنے کے لیے سات کو دو (کسر کے مخرج) میں ضرب دیا، اور حاصلِ ضرب (چودہ) میں مقدارِ کسر (ایک) کو جوڑ دیا تو کل ترکہ پھیل کر پندرہ ہو گیا۔

[1] یہ پوری عبارت سراجی کے بعض نسخوں میں نہیں ہے؛ اس لیے شریفیہ وغیرہ میں شارحین نے اسے ذکر نہیں کیا ہے۔

پھر تصحیح (چھ) کو کسر کے مخرج (دو) میں ضرب دیا تو حاصلِ ضرب (بارہ) ہوا یعنی تصحیح (چھ) پھیل کر بارہ ہوگئی۔

پھر بارہ اور پندرہ میں چوں کہ "توافق بالثلث" کی نسبت ہے؛ اس لیے پندرہ کا وفق (پانچ) اور بارہ کا وفق (چار) نکلا۔

پھر ہر وارث کو تصحیح (چھ) سے ملے ہوئے سہام کو پندرہ کے وفق (پانچ) میں ضرب دے کر حاصلِ ضرب کو بارہ کے وفق (چار) سے تقسیم کیا تو خارج قسمت ہر وارث کو ترکہ (ساڑھے سات) سے ملا ہوا حصہ نکل آیا۔

پھر سارے حصوں کو جوڑ کر تقسیم کی صحت جانچ لی۔ میزان ۷ ۱/۲ ہوئی۔

تباین کی مثال: مذکورہ بالا مثال میں اگر ترکہ سوا چھ (۶ ۱/۴) ہو تو یہ تباین کی مثال ہوگی۔ اس صورت میں چوتھائی کی کسر کو دور کرنے کے لیے چھ کو چار میں ضرب دیں گے۔ پھر حاصلِ ضرب ۲۴ میں مقدار کسر ایک کو جوڑیں گے تو ۲۵ ہوگا۔ یہ ترکۂ مبسوطہ ہے۔ پھر مسئلہ چھ کو بھی چار میں ضرب دیں گے تو ۲۴ حاصل ہوگا۔ یہ مسئلۂ مبسوطہ ہے۔ اور پچیس اور چوبیس میں تباین کی نسبت ہے؛ اس لیے ہر وارث کے سہام کو ۲۵ میں ضرب دے کر ۲۴ پر تقسیم کریں گے تو خارج قسمت ہر وارث کا ترکہ سے ملا ہوا حصہ ہوگا۔ پھر صحت کو جانچنے کے لیے سارے حصوں کو جوڑ لیں گے۔ تخریج یہ ہے:

اصل مسئلہ ۶ مسئلہ مبسوطہ ۲۴ ترکہ: سوا چھ (۶ ۱/۴) ترکہ مبسوطہ: ۲۵ عاقبہ

میت

	زوج	ام	اب	
	نصف	ثلث الباقی	عصبہ	
	۳	۱	۲	
ترکہ سے حصے	۳ ۳/۲۴	۱ ۱/۲۴	۲ ۲/۲۴	مجموعہ ۶ ۶/۲۴ یعنی سوا چھ

فصل

تخارج کا بیان

تخارج کسے کہتے ہیں؟ ترکہ میں کبھی کوئی چیز کسی وارث کے لیے زیادہ مناسب اور مرغوب ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں اگر کوئی وارث ترکہ میں سے کوئی مناسب متعین چیز لے کر اپنے حصہ وراثت سے دست بردار ہونا چاہے اور دوسرے ورثہ بھی بطیبِ خاطر ایسا کرنے پر راضی ہوں تو ایسا کرنا جائز ہے، خواہ وہ کوئی بھی چیز لے: دوکان، مکان، باغ اور اراضی کے قبیل سے لے یا نقد روپے پیسے لے۔ کسی چیز کی تخصیص نہیں۔ ایسا کرنے کو اصطلاحِ فرائض میں ''تخارج یا مصالحت'' کہا جاتا ہے۔

تخارُج: خروج (نکلنا) سے باب تفاعل ہے: تخارَجَ الشُرَکاء: آپس میں تقسیم کرنا۔

اصطلاحی تعریف: ایک یا چند وارثوں کا ترکہ میں سے باہمی رضامندی سے کوئی معین چیز لے کر باقی ترکہ سے دست بردار ہو جانا۔

تَصَالُحُ الوَرَثَةِ علی إخراجِ بعضِهم عَنِ المِيْرَاثِ بشيءٍ معلومٍ من التَرِکة.[1]

تخارج کے لیے شرط: صلح کے لیے وارث کا ''عاقل'' ہونا شرط ہے، بالغ اور آزاد وغیرہ ہونا شرط نہیں۔[2]

قاعدہ: اگر کوئی وارث مصالحت کرلے تو پہلے تمام ورثہ کو لکھ کر مسئلہ کی تصحیح کی جائے گی پھر صُلح کرنے والے کا حصہ تصحیح سے گھٹا دیا جائے گا، گھٹانے کے بعد باقی ماندہ سہام پر ترکہ تقسیم کیا جائے گا۔ پہلی مثال:

مسئلہ ۶-۳=۳ ذکی

میت

زوج (مصالح)	ام	عم
نصف	ثلث	عصبہ
۳	۲	۱

[1] شریفیہ (ص ۵۸) علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے ''عينٍ أو دينٍ'' کا اضافہ فرمایا ہے۔ (ردالمحتار: ۵/۵۷۳)۔

[2] الدر المختار مع ردالمحتار: (۳/۵۲۶) کتاب الصلح۔

وضاحت: اس مثال میں شوہر مصالح ہے وہ تمام ورثہ کی رضامندی سے اپنے ذمہ (مثلاً) مہر کے باقی رہنے کی وجہ سے بیوی کے حصے سے دست بردار ہوگیا ہے، لہٰذا شوہر سمیت تمام ورثہ کو لکھ کر تصحیح کی گئی، پھر تصحیح چھ سے، شوہر کے حصے تین کو گھٹا دیا، اس کے بعد باقی ماندہ تین میں سے دو ماں کو اور ایک چچا کو ملا۔

نوٹ: شوہر کے بجائے اگر ماں صلح کر لیتی تو اس کا حصہ دو، تصحیح چھ سے گھٹا دیا جاتا، اور چچا کے صلح کرنے کی صورت میں تصحیح چھ سے اس کا حصہ ایک گھٹایا جاتا۔ پہلی صورت میں تصحیح چھ کے بجائے چار سے اور دوسری صورت میں چھ کے بجائے پانچ سے ہوتی۔

دوسری مثال: مسئلہ ۸×۴ تصحیح ۳۲ -۷=۲۵ ذکی

میت

زوجہ	ابن (مصالح)	ابن ۷/۲۸	ابن	ابن
ثمن	عصبہ			
۱/۴	۷	۷	۷	۷

وضاحت: اس مثال میں مسئلہ کی تصحیح ۳۲ سے ہوئی ہے۔ پھر جس لڑکے نے مصالحت کر لی ہے اس کا حصہ تصحیح سے گھٹا دیا تو باقی ماندہ ۲۵ سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی۔

فَصْلٌ فِي التَّخَارُجِ

مَنْ صَالَحَ عَلٰى شَيْءٍ مِنَ التَّرِكَةِ فَاطْرَحْ سِهَامَهُ مِنَ التَّصْحِيْحِ، ثُمَّ اقْسِمْ مَا بَقِيَ مِنَ التَّرِكَةِ عَلٰى سِهَامِ الْبَاقِيْنَ، كَزَوْجٍ وَأُمٍّ وَعَمٍّ؛ فَصَالَحَ الزَّوْجُ عَلٰى مَا فِي ذِمَّتِهِ مِنَ الْمَهْرِ، وَخَرَجَ مِنَ الْبَيْنِ، فَيُقْسَمُ بَاقِي التَّرِكَةِ بَيْنَ الْأُمِّ وَالْعَمِّ أَثْلَاثًا بِقَدْرِ سِهَامِهِمَا: سَهْمَانِ لِلْأُمِّ، وَسَهْمٌ لِلْعَمِّ.

أَوْ زَوْجَةٍ وَأَرْبَعَةِ بَنِيْنَ فَصَالَحَ أَحَدُ الْبَنِيْنَ عَلٰى شَيْءٍ، وَخَرَجَ مِنَ الْبَيْنِ، فَيُقْسَمُ بَاقِي التَّرِكَةِ عَلٰى خَمْسَةٍ وَّعِشْرِيْنَ سَهْمًا: لِلْمَرْأَةِ أَرْبَعَةُ أَسْهُمٍ، وَلِكُلِّ ابْنٍ سَبْعَةٌ.

ترجمہ: (یہ) فصل مصالحت (کے بیان) میں ہے: جو وارث ترکہ میں سے کسی

(معین) چیز پر (تمام ورثہ سے) صلح کرلے، تو اس کے حصے کو تصحیح سے گھٹادیں پھر جو (مصالحت کرنے والے کے لینے کے بعد) بچ جائے، اُسے بقیہ (ورثہ پر ان) کے حصوں کے مطابق تقسیم کردیں، جیسے: شوہر، ماں اور چچا؛ تو شوہر نے جو کچھ اس کے ذمہ ہے یعنی مہر پر صلح کرلی، اور درمیان سے نکل گیا؛ تو باقی ترکہ ماں اور چچا کے درمیان ان دونوں کے حصوں کے مطابق تہائیوں کے لحاظ سے تقسیم ہوگا؛ دو حصے ماں کو اور ایک حصہ چچا کو ملے گا۔

یا ایک بیوی اور چار لڑکے؛ پس ایک لڑکے نے (تمام ورثہ سے) کسی چیز پر صلح کرلی، اور درمیان سے نکل گیا تو (اس چیز کے علاوہ) باقی ترکہ پچیس حصوں پر تقسیم ہوگا؛ بیوی کو چار حصے اور (تینوں لڑکوں میں سے) ہر لڑکے کو سات (سات) حصے ملیں گے۔

اشکال: اگر مصالح کو کالعدم مان کر مسئلہ کی تصحیح میں شامل ہی نہ کیا جائے تو کیا حرج ہے؟ تاکہ اس کا حصہ گھٹانے کی نوبت نہ آئے۔

جواب: ایسا کیا جائے گا تو تقسیم ترکہ میں بڑی خرابی لازم آئے گی۔ مثلاً: پہلی مثال میں زوج (مصالح) کو شامل کرنے کی صورت میں ماں کو دو مل رہے ہیں؛ لیکن اگر زوج کو کالعدم مان کر ترکہ تقسیم کیا جائے گا تو ماں کو ایک ملے گا، اور ایسا کرنا درست نہیں، اجماع کے خلاف ہے۔

زوج مصالح کو کالعدم ماننے کی صورت میں مسئلہ کی تصحیح اس طرح ہوگی:

مسئلہ ۳ میت	ذکیہ
ام	عم
ثلث	عصبہ
۱	۲

فائدہ: اگر بعض وارث بعض سے کوئی چیز لے کر ترکہ نہ لینے پر مصالحت کرلے تو اس کا قاعدہ یہ ہے کہ مصالحت کرنے والے کا ترکہ جس سے مصالحت ہوئی ہے اس کو دیا جائے گا، مثلاً: اگر شوہر، ماں اور چچا کسی کے وارث ہوں، اور چچا، شوہر سے کوئی چیز لے کر اپنا حصہ اُسے دینے پر راضی ہوجائے، تو تقسیم ترکہ کے بعد چچا کا حصہ شوہر کو دیا جائے گا

جیسے:

مسئلہ ۶ میت		ذکیہ
زوج	ام	عم
نصف	ثلث	(مصالح از شوہر)
چچا کا حصہ ۳+۱=۴	۲	عصبہ ۱

باب ــــــ ۷
ردّ کا بیان

رَدَّ، یَرُدُّ، رَدًّا: کے لغوی معنی ہیں: لوٹانا، واپس کرنا۔

اصطلاحی تعریف: ذوی الفروض کو حصے دینے کے بعد اگر کچھ بچ جائے اور کوئی عصبہ نہ ہو تو دوبارہ نسبی اصحابِ فرائض کو ان کے حصوں کے مطابق دینا۔

ردّ: صرف نسبی اصحابِ فرائض پر ہوتا ہے، ان کو "مَنْ یُرَدُّ علیہ" کہتے ہیں، اور زوجین؛ چوں کہ نسبی رشتہ دار نہیں ہیں؛ اس لیے ان پر رد نہیں ہوتا، ان کو "مَنْ لَا یُرَدُّ علیہ" کہتے ہیں۔

ردّ: عول کی ضد ہے، عول میں اصل مسئلہ سے حصے بڑھ جاتے ہیں اور رد میں اصل مسئلہ سے حصے کم رہ جاتے ہیں، یعنی ذوی الفروض کو دینے کے بعد کچھ بچ جاتا ہے۔

مسالک: جمہور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ائمۂ احناف کا مسلک یہ ہے کہ زوجین کے علاوہ تمام اصحابِ فرائض پر رد ہوگا؛ لیکن صحابیِ رسول حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ رد کے قائل نہیں ہیں، ان کے نزدیک ذوی الفروض کو دینے کے بعد باقی ماندہ مال، "بیت المال" میں رکھ دیا جائے گا، حضرت امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کا یہی مسلک ہے۔[1]

---

[1] لیکن متاخرین شوافع نے بیت المال کے غیر منظم ہونے کی صورت میں حنفیہ کے قول کے مطابق فتوی دیا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی بھی ایک روایت احناف کے مسلک کے مطابق ہے۔ المشهور من مذهب مالكؒ: أنهٗ لبيتِ المال وإن لم يكن منتظماً، وهو مذهب الشافعيّ وروي عن مالك كقولنا، وبه أفتى متأخروا الشافعية إذا لم ينتظم أمر بيت المال، أفاده في غرر الأفكار. (رد المحتار: ۵/۵۵۶) مکتبہ رشیدیہ پاکستان)

بَابُ الرَّدِّ

الرَّدُّ: ضِدُّ العَوْلِ، مَا فَضَلَ عَنْ فَرْضِ ذَوِی الفُرُوْضِ، وَلَا مُسْتَحِقَّ لَهُ يُرَدُّ عَلٰى ذَوِی الفُرُوْضِ بِقَدْرِ حُقُوْقِهِمْ إِلَّا عَلَى الزَّوْجَيْنِ؛ وَهُوَ قَوْلُ عَامَّةِ الصَّحَابَةِ — رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ — وَبِهٖ أَخَذَ أَصْحَابُنَا — رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى — وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ — رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ — الفَاضِلُ لِبَيْتِ المَالِ وَبِهٖ أَخَذَ مَالِکٌ وَالشَّافِعِيُّ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى.

ترجمہ: رد: عول کی ضد ہے۔ اصحابِ فرائض کے مقررہ حصے سے جو کچھ بچ جائے، اور اس کا کوئی مستحق نہ ہو تو زوجین کے علاوہ تمام اصحابِ فرائض پر ان کے حصوں کے بقدر لوٹایا جائے گا اور یہ اکثر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قول ہے۔ اور اسی کو ہمارے اصحابِ (احناف) رحمہم اللہ تعالیٰ نے اختیار فرمایا ہے۔ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: (اصحابِ فرائض سے) بچا ہوا مال بیت المال کے لیے ہے؛ اور اسی کو امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ نے اختیار فرمایا ہے۔

فائدہ: اگر میاں بیوی کے علاوہ میت کا کوئی دوسرا وارث نہ ہو، مثلاً: ذوی الارحام، مولی الموالات، مقرلہٗ بالنسب علی الغیر، اور موصیٰ لہٗ بجمیع المال نہ ہوں، نیز بیت المال بھی نہ ہو؛ یا بیت المال ہو تو؛ لیکن شرعی نقطۂ نظر سے غیر منظم ہو، یعنی اس میں جمع کیا ہوا مال صحیح مصرف میں خرچ نہ کیا جاتا ہو، تو ان صورتوں میں متاخریں احناف نے زوجین پر "رد" کرنے کا فتویٰ دیا ہے۔[1]

رد کے مسائل کی چار قسمیں ہیں:

۱— "من يُرَدُّ عليه" کی صرف ایک جنس ہو۔

۲— "من يُرَدُّ عليه" کی متعدد اجناس ہوں۔

---

[1] قال في القنية: ويُفتىٰ بالرد على الزوجين في زماننا لفساد بيت المال ...... وفي المستصفى: الفتوىٰ اليوم على الرد على الزوجين عند عدم المستحق لعدم بيت المال، إذ الظَلَمَةُ لا يصرفونه إلى مصرفه. (رد المحتار: ۵/۵۵۶) (۵/۵۳۹) کتاب الفرائض (۵/۸۴ کتاب الولاء)۔

۳۔۔۔"من یُرَدُّ علیه" کی ایک جنس کے ساتھ "من لا یُرَدُّ علیه" بھی ہو۔

۴۔۔۔"من یرد علیه" کی متعدد اجناس کے ساتھ "من لا یُرَدُّ علیه" بھی ہو۔

پہلا قاعدہ: اگر مسئلہ میں "من یرد علیه" کی صرف ایک جنس ہو تو مسئلہ ان کی تعداد سے بنایا جائے گا۔ مثلاً: مسئلہ دو سے بنے گا اگر صرف دو لڑکیاں ہوں، یا صرف دو بہنیں یا صرف دو دادیاں ہوں۔

ثُمَّ مَسَائِلُ البَابِ عَلٰی أَقْسَامٍ أَرْبَعَةٍ؛ أَحَدُهَا: أَنْ یَکُوْنَ فِی الْمَسْئَلَةِ جِنْسٌ وَاحِدٌ مِمَّنْ یُرَدُّ عَلَیْهِ، عِنْدَ عَدَمِ مَنْ لَا یُرَدُّ عَلَیْهِ، فَاجْعَلِ الْمَسْئَلَةَ مِنْ رُؤُوْسِهِمْ. کَمَا لَوْ تَرَکَ بِنْتَیْنِ؛ أَوْأُخْتَیْنِ؛ أَوْ جَدَّتَیْنِ فَاجْعَلِ الْمَسْئَلَةَ مِنِ اثْنَیْنِ.

ترجمہ: پھر "باب الرد" کے مسائل چار قسموں پر ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ مسئلے میں "من یُرَدُّ علیه" کی ایک جنس ہو "من لا یُرَدُّ علیه" کی عدم موجودگی میں، تو مسئلہ ان کی تعداد سے بنایئے! جیسے: اگر میت صرف دو لڑکیاں، یا صرف دو بہنیں، یا صرف دو دادیاں چھوڑے تو مسئلہ دو سے بنایئے جیسے:

میت مسئلہ ۲ رفیق

بنت	بنت
۱	۱

دوسرا قاعدہ: اگر "من یرد علیه" کی دو یا تین جنسیں ہوں اور "من لا یُرَدُّ علیه" نہ ہو تو مسئلہ ان کے مجموعۂ سہام سے بنایا جائے گا۔۔۔ مثلاً: مسئلہ دو سے بنے گا اگر مسئلے میں دو سدس ہوں، اور تین سے بنے گا اگر ثلث اور سدس ہوں، اور چار سے بنے گا اگر نصف اور سدس ہوں، اور پانچ سے بنے گا اگر ثلثان اور سدس یا نصف اور دو سدس یا نصف اور ثلث ہوں۔

وَالثَّانِیْ: إِذَا اجْتَمَعَ فِی الْمَسْئَلَةِ جِنْسَانِ، أَوْ ثَلَاثَةُ أَجْنَاسٍ مِمَّنْ یُرَدُّ عَلَیْهِ، عِنْدَ عَدَمِ مَنْ لَا یُرَدُّ عَلَیْهِ، فَاجْعَلِ الْمَسْئَلَةَ مِنْ سِهَامِهِمْ: أَعْنِی مِنِ اثْنَیْنِ إِذَا کَانَ فِی الْمَسْئَلَةِ سُدُسَانِ؛ أَوْ مِنْ ثَلَاثَةٍ إِذَا کَانَ

فِيهَا ثُلُثٌ وَسُدُسٌ؛ أَوْ مِنْ أَرْبَعَةٍ إِذَا كَانَ فِيهَا نِصْفٌ وَسُدُسٌ؛ أَوْ مِنْ خَمْسَةٍ إِذَا كَانَ فِيهَا ثُلُثَانِ وَسُدُسٌ؛ أَوْ نِصْفٌ وَسُدُسَانِ؛ أَوْنِصْفٌ وَثُلُثٌ.

ترجمہ: اور دوسرا (قاعدہ): جب مسئلے میں ''من یرد علیہ'' کی دو یا تین صنفیں جمع ہو جائیں —''من لا یرد علیہ'' کی عدم موجودگی میں — تو مسئلہ ان کے حصوں سے بنا لیجیے! یعنی دو سے جب کہ مسئلے میں دو سدس ہوں؛ یا تین سے جب کہ مسئلے میں ثلث اور سدس ہوں؛ یا چار سے جب کہ مسئلے میں نصف اور سدس ہوں؛ یا پانچ سے جب کہ مسئلے میں ثلثان اور سدس ہوں؛ یا نصف اور دو سدس ہوں؛ یا نصف اور ثلث ہوں۔

فائدہ: مسئلہ رد یہ میں ''من یرد علیہ'' کی صرف تین جنسیں ہوسکتی ہیں چار نہیں ہوسکتیں؛ اس لیے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے جنسانِ أو ثلاثةُ أجناسٍ کہا جنسان أو أكثر نہیں کہا۔

امثلہ

دو سدس کی مثال: مسئلہ ٦ رد یہ مسئلہ ٢ راشد

میت

جدہ	اخت لام
سدس	سدس
١	١

ثلث اور سدس کی مثال: مسئلہ ٦ رد یہ مسئلہ ٣ رشید

میت

۱۲/اخ لام	ام
ثلث	سدس
٢	١

نصف اور سدس کی مثال: مسئلہ ٦ رد یہ مسئلہ ٤ رُشدیٰ

میت

بنت	بنت الابن
نصف	سدس
٣	١

ثلثان اور سدس کی مثال: مسئلہ ٦ رد یہ مسئلہ ٥ ارشاد

میت

٢/بنت	ام
ثلثان	سدس
٤	١

نصف اور دو سدس کی مثال: مسئلہ ۶ ردیہ مسئلہ ۵ مرشد

میت

بنت	بنت الابن	ام
نصف	سدس	سدس
۳	۱	۱

نصف اور ثلث کی مثال: مسئلہ ۶ ردیہ مسئلہ ۵ راشدہ

میت

اخت	ام
نصف	ثلث
۳	۲

ان تمام مثالوں میں پہلے ''مخارج الفروض'' کے قاعدے سے مسئلہ بنایا گیا، پھر سہام بچ جانے کی وجہ سے رد کے مذکورہ بالا قاعدے سے تمام سہام کو جوڑ کر مسئلہ کے اوپر رد کا نشان بنا کر سہام کا مجموعہ لکھ دیا گیا۔ اب مخارج الفروض کے قاعدے سے بنا ہوا مسئلہ کالعدم ہو گیا۔ اور مسئلہ ردّیہ ہو گیا۔

تیسرا قاعدہ: اگر ''من یُرَدُّ علیه'' کی ایک جنس کے ساتھ ''من لا یُرَدُّ علیه'' بھی ہو تو ''من لا یرد علیه'' کے حصے سے مسئلہ بنا کر اُسے دے دیا جائے گا، پھر اگر اس کا باقی ماندہ ''مَنْ یُرَدُّ علیه'' کی تعداد کے برابر ہو تو ''من یرد علیہ'' کو ہی باقی ماندہ دے دیا جائے گا — جیسے: شوہر اور تین لڑکیاں۔

اور اگر ''من لا یرد علیہ'' کے مخرج سے بچا ہوا ''من یرد علیہ'' کی تعداد کے برابر نہ ہو تو مابقیہ اور ''من یرد علیہ'' کی تعداد میں نسبت دیکھی جائے گی، اگر توافق (یا تداخل) کی نسبت ہو تو ''من یرد علیہ'' کے وفق (یا دخل) کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے — جیسے: شوہر اور چھ لڑکیاں۔

اور اگر دونوں میں تباین کی نسبت ہو تو ''من یرد علیہ'' کے کل رؤس کو اصلِ مسئلہ میں ضرب دیں گے حاصلِ ضرب سے مسئلہ کی تصحیح ہو گی — جیسے: شوہر اور پانچ لڑکیاں۔

وَالثَّالِثُ: أَنْ يَكُوْنَ مَعَ الْأَوَّلِ مَنْ لَا يُرَدُّ عَلَيْهِ فَاعْطِ فَرْضَ مَنْ لَا

يُرَدُّ عَلَيْهِ مِنْ أَقَلِّ مَخَارِجِهِ، فَإِنِ اسْتَقَامَ الْبَاقِي عَلٰى رُؤُوْسِ مَنْ يُرَدُّ عَلَيْهِ، فَبِهَا، كَزَوْجٍ وَثَلَاثِ بَنَاتٍ.

وَإِنْ لَمْ يَسْتَقِمْ، فَاضْرِبْ وَفْقَ رُؤُوْسِهِمْ فِيْ مَخْرَجِ فَرْضِ مَنْ لَا يُرَدُّ عَلَيْهِ، إِنْ وَافَقَ رُؤُوْسُهُمُ الْبَاقِي؛ كَزَوْجٍ وَسِتِّ بَنَاتٍ؛ وَإِلَّا فَاضْرِبْ كُلَّ رُؤُوْسِهِمْ فِيْ مَخْرَجِ فَرْضِ مَنْ لَا يُرَدُّ عَلَيْهِ، فَالْمَبْلَغُ تَصْحِيْحُ الْمَسْئَلَةِ كَزَوْجٍ، وَخَمْسِ بَنَاتٍ.

ترجمہ: اور تیسرا (قاعدہ) یہ ہے کہ: پہلے (یعنی مَنْ يُرَدُّ عَلَيْهِ کی ایک جنس) کے ساتھ "من لا یرد علیہ" ہو تو "مَنْ لَا يُرَدُّ عَلَيه" کا حصہ اس کے اقل مخرج سے دیجیے۔ اب اگر باقی "مَنْ يُرَدُّ عَلَيْهِ" کے رؤوس کے برابر ہو تو بہت اچھا! جیسے: شوہر اور تین لڑکیاں۔

اور اگر برابر نہ ہو تو ان (من یرد علیہ) کے رؤوس کے وفق کو "مَنْ لَا يُرَدُّ عَلَيْهِ" کے حصے کے مخرج میں ضرب دیجیے۔ اگر باقی اور ان کے رؤوس میں توافق کی نسبت ہو، جیسے: شوہر اور چھ لڑکیاں۔ ورنہ من یرد علیہ کے کل رؤوس کو من لا یرد علیہ کے حصے کے مخرج میں ضرب دیجیے، پس حاصلِ ضرب (سے) مسئلہ کی تصحیح ہوگی، جیسے: شوہر اور پانچ لڑکیاں۔

تخریجِ امثلہ

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ عبارت میں تین مثالیں دی ہیں: پہلی مثال: "من لا یرد علیہ" سے بچے ہوئے میں اور من یرد علیہ کی تعداد میں تماثل کی ہے۔ دوسری: توافق یا تداخل کی، اور تیسری: تباین کی ہے۔ اور مسئلہ ردّیہ ہونا اسی وقت معلوم ہوگا جب پہلے مخارج الفروض کے قاعدوں سے مسئلہ کی تخریج کی جائے گی۔ جب یہ معلوم ہو جائے تو پھر باب الرد کے قاعدے سے مسئلہ بنایا جائے گا۔

پہلی مثال: زوج اور تین بنت کی ہے۔ مخارج الفروض کے ضابطے سے مسئلہ بارہ سے بنے گا۔ ربع یعنی تین زوج کو اور ثلثان یعنی آٹھ لڑکیوں کو دیں گے تو ایک بچ جائے گا۔ معلوم ہوگا کہ مسئلہ ردّیہ ہے۔ پس اب مسئلہ اس طرح بنائیں گے۔

مثال: مسئلہ ۴ ب ۳
میت

سعدیہ	
۳/ بنت	زوج
ثلثان	ربع
۳	۱

وضاحت: شوہر کے حصہ ربع کے مخرج چار سے مسئلہ بنا کر شوہر کو ایک دیا تو باقی تین بچا۔ اور اتفاق سے لڑکیوں کی تعداد بھی تین ہے؛ اس لیے باقی تین لڑکیوں کو دے دیا۔

دوسری مثال: زوج اور چھ بنت کی ہے۔ مخارج الفروض کے قاعدوں سے مسئلہ بارہ سے بنے گا۔ ربع یعنی تین زوج کو اور ثلثان یعنی آٹھ لڑکیوں کو دیں گے تو ایک بچے گا اور معلوم ہوگا کہ مسئلہ ردّیہ ہے؛ اس لیے اب مسئلہ اس طرح بنائیں گے۔

مثال: مسئلہ ۴ ب ۳ ×۲ تص ۸
میت

سعیدہ	
۶/ بنت	زوج
ثلثان	ربع
۳/۶	۱/۲

وضاحت: شوہر کے حصہ ربع کے مخرج چار سے مسئلہ بنا کر شوہر کو ایک دیا تو باقی تین بچا۔ اور تین اور لڑکیوں کے عدد رؤوس چھ میں تداخل ہے[۱] تین دو مرتبہ میں چھ کو کاٹتا ہے۔ پس چھ کا دخل دو ہے؛ اس لیے لڑکیوں کے عدد رؤوس چھ کے دخل دو کو اصل مسئلہ چار میں ضرب دیا تو تصحیح آٹھ سے ہوئی۔ پھر دو کو شوہر کے حصہ ایک میں ضرب دیا تو اس کو دو ملے اور دو کو تین باقی میں ضرب دیا تو چھ حاصل ہوئے جو لڑکیوں کو دے دیے۔

تیسری مثال: زوج اور پانچ بنت کی ہے۔ مخارج الفروض سے مسئلہ بنا کر دیکھیں گے تو یہ مسئلہ بھی ردیہ ہوگا؛ اس لیے اب مسئلہ اس طرح بنائیں گے۔

مثال: مسئلہ ۴ ب ۳ ×۵ تص ۲۰
میت

سعاد	
۵/ بنت	زوج
ثلثان	ربع
۳/۱۵	۱/۵

[۱] یہاں تداخل اور توافق کا حکم ایک ہے۔

وضاحت: باقی تین اور لڑکیوں کے رؤوس پانچ میں تباین ہے؛ اس لیے کل عدد رؤوس (پانچ) کو اصل مسئلہ چار میں ضرب دیا تو بیس سے تصحیح ہوئی پھر پانچ کو شوہر کے حصہ ایک میں ضرب دیا تو اس کو پانچ ملے۔ اور باقی تین میں پانچ کو ضرب دیا تو لڑکیوں کو پندرہ ملے۔

چوتھا قاعدہ: اگر "من یرد علیہ" کی دو یا تین جنسوں کے ساتھ "من لا یرد علیہ" بھی ہو تو "من لا یرد علیہ اور من یرد علیہ" دونوں کے مسئلے الگ الگ بنائے جائیں گے پھر اگر "من لا یرد علیہ" کو دینے کے بعد اس کے مابقیہ اور "من یرد علیہ" کے مسئلے میں تماثل کی نسبت ہو تو مابقیہ "من یرد علیہ" کو دے دیا جائے گا، اور "من لا یرد علیہ" کا مخرج ہی "من یرد علیہ" کا مخرج ہوگا — یاد رکھنا چاہیے کہ تماثل کی صرف ایک مثال ہے اور وہ یہ ہے کہ بیوی کو ربع دیا جائے اور "من یرد علیہ" کا مسئلہ تین سے بنے، جیسے: بیوی، چار دادیاں اور چھ اخیافی بہنیں۔

اور اگر "من لا یرد علیہ" کو دینے کے بعد مابقیہ اور "من یرد علیہ" کے مسئلے میں تماثل نہ ہو تو "من یرد علیہ" کے مسئلے کو "من لا یرد علیہ" کے مسئلے میں ضرب دیں گے "حاصلِ ضرب" سے ہر ایک کا حصہ نکلے گا، جیسے: چار بیوی، نو لڑکی اور چھ دادی۔

حصہ نکالنے کا طریقہ: یہ ہے کہ "من لا یرد علیہ" کے حصے کو "من یرد علیہ" کے مسئلے میں ضرب دیں گے، اور "من یرد علیہ" کے حصوں کو "من لا یرد علیہ" کے مابقیہ میں ضرب دیں گے، اس کو خوب ذہن نشیں کرلیں۔

وَالرَّابِعُ: أَنْ يَكُوْنَ مَعَ الثَّانِيْ مَنْ لَا يُرَدُّ عَلَيْهِ، فَاقْسِمْ مَا بَقِيَ مِنْ مَخْرَجِ فَرْضِ مَنْ لَا يُرَدُّ عَلَيْهِ عَلٰى مَسْئَلَةِ مَنْ يُرَدُّ عَلَيْهِ؛ فَإِنِ اسْتَقَامَ فَبِهَا، وَهٰذَا فِيْ صُوْرَةٍ وَاحِدَةٍ وَهِيَ أَنْ يَكُوْنَ لِلزَّوْجَاتِ الرُّبُعُ وَالْبَاقِيْ بَيْنَ أَهْلِ الرَّدِّ أَثْلَاثًا؛ كَزَوْجَةٍ، وَأَرْبَعِ جَدَّاتٍ، وَسِتِّ أَخَوَاتٍ لِأُمٍّ.

وَإِنْ لَمْ يَسْتَقِمْ فَاضْرِبْ جَمِيْعَ مَسْئَلَةِ مَنْ يُرَدُّ عَلَيْهِ فِيْ مَخْرَجِ فَرْضِ مَنْ لَا يُرَدُّ عَلَيْهِ، فَالْمَبْلَغُ مَخْرَجُ فُرُوْضِ الْفَرِيْقَيْنِ؛ كَأَرْبَعِ

زَوْجَاتٍ، تِسْعِ بَنَاتٍ وَسِتِّ جَدَّاتٍ.

ثُمَّ اضْرِبْ سِهَامَ مَنْ لَا يُرَدُّ عَلَيْهِ فِيْ مَسْئَلَةِ مَنْ يُرَدُّ عَلَيْهِ وَسِهَامَ مَنْ يُرَدُّ عَلَيْهِ فِيْمَا بَقِيَ مِنْ مَخْرَجِ فَرْضِ مَنْ لَا يُرَدُّ عَلَيْهِ.

ترجمہ: اور چوتھا (قاعدہ) یہ ہے کہ دوسرے (یعنی من یرد علیہ کی دو یا تین جنسوں) کے ساتھ "من لا یرد علیہ" ہو، تو "من لا یرد علیہ" کے حصے کے مخرج سے جو بچے اُسے "من یرد علیہ" کے مسئلے پر تقسیم کر دیجیے! اب اگر برابر ہو جائے تو بہت اچھا! اور یہ صرف ایک صورت میں ہوگا، اور وہ یہ ہے کہ بیویوں کے لیے ربع ہو، اور باقی اہل رد (اصحاب فرض) کے درمیان تین حصے ہو کر تقسیم ہوتا ہو، جیسے بیوی، چار دادیاں اور چھ ماں شریک بہنیں۔

اور اگر برابر نہ ہو تو (خواہ کوئی بھی نسبت ہو) "من یرد علیہ" کے پورے مسئلے کو "من لا یرد علیہ" کے حصے کے مخرج میں ضرب دیں؛ اس طرح حاصلِ ضرب دونوں فریقوں کے حصوں کا مخرج ہوگا۔ جیسے: چار بیویاں، نو لڑکیاں اور چھ دادیاں۔

پھر (ہر ایک کا حصہ معلوم کرنے کے لیے) "من لا یرد علیہ" کے حصوں کو "من یرد علیہ" کے مسئلے میں ضرب دیں اور "من یرد علیہ" کے حصوں کو "من لا یرد علیہ" کے حصے کے مخرج کے باقی ماندہ میں ضرب دیں۔

تخریجِ امثلہ

مذکورہ بالا عبارت میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے دو مثالیں دی ہیں: ایک "من لا یرد علیہ" سے بچے ہوئے میں اور "من یرد علیہ" کے مسئلہ میں تماثل (برابری) کی۔ دوسری: عدم تماثل کی۔ دونوں مسئلوں کی تخریج درج ذیل ہے:

پہلی مثال: زوجہ، ۴ جدہ اور ۶ اخت لام کی ہے۔ جب "مخارج الفروض" کے ضابطے سے مسئلہ بنائیں گے تو اندازہ ہو جائے گا کہ یہ مسئلہ ردّیہ ہے؛ کیوں کہ مسئلہ بارہ سے بنے گا: تین زوجہ کو، ۲ جدات کو اور ۴ اخوات لام کو دیں گے تو سہام کا مجموعہ نو ہوگا اور تین بچ جائے گا؛ اس لیے اب مسئلہ اس طرح بنائیں گے:

مثال: مسئلہ ۴ ب ۳ × ۱۲ تص ۴۸   مسئلہ ۶ ردیہ مسئلہ ۳ تبیل

میت

زوجہ	۴/ جدہ	۶/ اخت لام
ربع	سدس	ثلث
۱/۱۲	۱/۱۲	۲/۲۴

اعداد محفوظہ: ۴ و ۳

وضاحت: مذکورہ مثال میں مسئلہ ردّیہ تین سے بنا۔ اور ''من لا یرد علیہ'' سے بچا ہوا بھی تین ہے؛ اس لیے کسی عمل کی ضرورت نہیں؛ وہی بچا ہوا ''من یرد علیہ'' کو دے دیا جائے گا۔ اور ''من لا یرد علیہ'' کے مسئلہ ہی کو اصل مسئلہ مان لیا جائے گا۔ پھر تصحیح کے قواعد کے مطابق تصحیح کی جائے گی۔

دوسری مثال: ۴/ زوجہ: ۹/ بنت اور ۶/ جدہ کی ہے۔ یہ مسئلہ بھی جب ''مخارج الفروض'' کے قاعدے کے مطابق بنائیں گے تو اندازہ ہو جائے گا کہ یہ مسئلہ بھی ردّیہ ہے؛ کیوں کہ مسئلہ ۲۴ سے بنے گا۔ ۳ زوجات کو، ۱۶ بنات کو اور ۴ جدات کو دیں گے تو ایک بچ جائے گا؛ اس لیے اب مسئلہ اس طرح لکھیں گے۔

مثال: مسئلہ ۸ ب ۷ × ۵ تص ۴۰ × ۳۶ تص ۱۴۴۰   مسئلہ ۶ رد ۵ تبیل

میت

۴/ زوجہ	۹/ بنت	۶/ جدہ
ثمن	ثلثان	سدس
۱/۵/۱۸۰	۴/۲۸/۱۰۰۸	۱/۷/۲۵۲

وضاحت: مذکورہ مثال میں مسئلہ ردّیہ پانچ سے بنا۔ اور ''من لا یرد علیہ'' سے بچے ہوئے سات ہیں اور پانچ اور سات میں تماثل کی نسبت نہیں؛ اس لیے مسئلہ ردّیہ (پانچ) کو من لا یرد علیہ کے مسئلہ (آٹھ) میں ضرب دیا تو حاصل ضرب چالیس آئے۔ یہی مسئلہ کی پہلی تصحیح ہے۔ پھر ہر فریق کا حصہ نکالنے کے لیے زوجات کے حصہ (ایک) کو ''من یرد علیہ'' کے مسئلہ (پانچ) میں ضرب دیں گے تو زوجات کو پانچ ملیں گے، اور بنات اور جدات کے سہام کو ''من لا یرد علیہ'' کے مسئلہ کے باقی ماندہ (سات) میں ضرب دیں گے تو لڑکیوں

کو اٹھائیس اور دادیوں کو سات ملیں گے۔ پھر چوں کہ ہر فریق پر سہام ٹوٹتے ہیں؛ اس لیے دوبارہ تصحیح کریں گے؛ چوں کہ تمام ورثاء کے رؤوس اور سہام میں تباین کی نسبت ہے؛ اس لیے عدد رؤوس کے درمیان نسبت دیکھیں گے۔ ان میں توافق کی نسبت ہے؛ اس لیے ایک کے وفق کو دوسرے کے کل میں ضرب دیں گے تو حاصل ضرب ۳۶ آئے گا۔ اس کو اصل مسئلہ (چالیس) میں ضرب دیں گے تو حاصل ضرب ایک ہزار چار سو چالیس آئے گا، اسی سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی۔ پھر ہر فریق کا حصہ نکالنے کے لیے یہی تصحیح سے ملے ہوئے سہام کو مضروب (چھتیس) میں ضرب دیں گے تو ہر فریق کا حصہ بلا کسر نکل آئے گا۔

وَإِنِ انْكَسَرَ عَلَى الْبَعْضِ فَتَصْحِيْحُ الْمَسَائِلِ بِالْأُصُوْلِ الْمَذْكُوْرَةِ.

ترجمہ: اور اگر بعض (فریق) پر کسر واقع ہو جائے تو مسائل کی تصحیح بیان کردہ قواعد سے ہوگی (جیسا کہ اوپر وضاحت کی گئی ہے)۔

باب ــــــ ۸

مُقَاسَمَةُ الجدّ

دادا اور بھائی بہنوں کے درمان تقسیم ترکہ

مقاسمہ (باب مفاعلہ): قسمت سے ہے جس کے لغوی معنی ہیں: آپس میں تقسیم کرنا، قاسمه المال: اپنا اپنا حصہ لینا۔

اصطلاحی تعریف: علم فرائض کی اصطلاح میں دادا اور بھائی بہنوں کے درمیان ترکہ تقسیم کرنے کا نام "مقاسمة الجد" ہے، یعنی: تقسیم ترکہ میں دادا کو ایک بھائی کی مانند سمجھنا۔

دادا کی موجودگی میں حقیقی اور علاتی بھائی بہنوں کے محروم ہونے نہ ہونے کے بارے میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی دو رائیں تھیں۔

پہلی رائے: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دادا کی موجودگی میں حقیقی اور علاتی بھائی بہن محروم ہوں گے، صحابۂ کرامؓ کی ایک بڑی جماعت اسی کی تائید کرتی

ہے،[1] امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو اختیار فرمایا ہے اور یہی مفتی بہ قول بھی ہے۔

دوسری رائے: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ[2] کی ہے فرماتے ہیں کہ حقیقی اور علاتی بھائی بہن کو دادا کے ساتھ وراثت ملے گی ائمہ ثلاثہ: مالک، شافعی اور احمد بن حنبل رحمہم اللہ اور احناف میں سے صاحبین اسی کے قائل ہیں۔

بَابُ مُقَاسَمَةِ الْجَدِّ

قَالَ أَبُوْبَكْرٍ الصِّدِّيْقُ –رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ– وَمَنْ تَابَعَهُ مِنَ الصَّحَابَةِ: بَنُوا الْأَعْيَانِ وَبَنُو الْعَلَاتِ لَا يَرِثُوْنَ مَعَ الْجَدِّ، وَهٰذَا قَوْلُ أَبِيْ حَنِيْفَةَ –رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى– وَبِهِ يُفْتٰى.

وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ –رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ– يَرِثُوْنَ مَعَ الْجَدِّ، وَهُوَ قَوْلُهُمَا وَقَوْلُ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ.[3]

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے متبعین صحابۂ کرامؓ نے ارشاد فرمایا کہ حقیقی اور علاتی بھائی بہن دادا کی موجودگی میں وارث نہیں ہوں گے۔ یہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے، اور اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے۔

اور زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ یہ (حقیقی اور علاتی بھائی بہن) دادا کی موجودگی میں وارث ہوں گے، اور یہ صاحبین (امام ابویوسف اور امام محمد) امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ کا قول ہے۔

فائدہ: اس باب میں ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کی رائے کے مطابق مسائل ذکر کیے گئے ہیں؛ مگر صاحبین کا قول مفتی بہ نہیں ہے۔

---

[1] مثلاً: حضرت عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن عمر، حذیفہ بن الیمان، ابوسعید خدری، ابی بن کعب، معاذ بن جبل، ابوموسیٰ اشعری، ابوہریرہ اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم اجمعین وغیرہ۔ مزید تفصیل کے لیے شریفیہ اور اس پر مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ کا حاشیہ (ص ۹۴) دیکھیں۔ [2] حضرت عبداللہ بن مسعود اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کی رائے بھی یہی ہے (شریفیہ ص:۹۵)۔ [3] امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ بھی امام مالک و شافعی رحمہما اللہ کے ساتھ ہیں: ''المواریث'' میں ہے: وهذا مذهب الأئمة الثلاثة: الشافعي والحنبلي والمالكي (ص ۹۸).

مقاسمۃ الجد کی پہلی صورت

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مسلک کے مطابق ”مقاسمۃ الجد“ کی دو صورتیں ہیں:

۱— دادا کے ساتھ صرف حقیقی اور علاتی بھائی بہن ہوں گے۔

۲— یا دادا اور بھائی بہنوں کے ساتھ کوئی ذوالفرض بھی ہوگا۔

پہلی صورت میں دادا کو ”مقاسمہ“ اور ”پورے ترکہ کی تہائی“ میں سے جو مفید ہوگا وہ ملے گا۔ یعنی دادا کو ایک بھائی فرض کرنے کی صورت میں زیادہ ترکہ ملتا ہے، تو دادا کو مقاسمہ کے طریقے پر ترکہ دیا جائے گا؛ اور اگر پورے ترکہ کی تہائی دینے میں دادا کو زیادہ ملتا ہے تو پورے ترکہ کی تہائی دی جائے گی۔

نوٹ: دوسری صورت کا حکم آگے آئے گا۔

وَعِنْدَ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: لِلْجَدِّ مَعَ بَنِي الْأَعْيَانِ وَبَنِي الْعَلَّاتِ أَفْضَلُ الْأَمْرَيْنِ مِنَ الْمُقَاسَمَةِ وَمِنْ ثُلُثِ جَمِيعِ الْمَالِ. وَتَفْسِيرُ الْمُقَاسَمَةِ: أَنْ يُجْعَلَ الجَدُّ فِي الْقِسْمَةِ كَأَحَدِ الْإِخْوَةِ.

ترجمہ: اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے نزدیک دادا کے لیے حقیقی اور علاتی بھائی بہنوں کے ساتھ دو چیزوں — یعنی مقاسمہ اور پورے مال کی تہائی — میں سے بہتر ہے۔ اور مقاسمہ کا مطلب یہ ہے کہ دادا کو تقسیم میں ایک بھائی کی طرح بنایا جائے۔

تشریح: اگر میت کے ورثاء میں صرف دادا اور ایک بھائی ہو تو دادا کے لیے مقاسمہ بہتر ہے؛ کیوں کہ اس صورت میں دادا کو آدھا ترکہ ملے گا اور ذوالفرض ہونے کی حیثیت سے تہائی ترکہ ملے گا۔ باقی بھائی عصبہ ہونے کی وجہ سے لے گا۔ اور اگر ورثاء میں دادا اور دو بہنیں ہوں تو بھی دادا کے لیے مقاسمہ بہتر ہے۔ مقاسمہ کی صورت میں ”للذکر مثل حظ الأنثیین“ کے قاعدہ سے مسئلہ چار سے بنے گا: دو دادا کو اور ایک ایک ہر بہن کو ملے گا۔ اور ذوالفرض ہوگا تو اس کو ثلث اور بہنوں کو ثلثان ملے گا اور مسئلہ تین سے ہوگا: ایک دادا کو اور دو بہنوں کو ملے گا۔ تخریج یہ ہے:

مقاسمہ بہتر ہونے کی مثال

مقاسمہ میت مسئلہ۲ ارشد

جد	اخ
۱	۱

ثلث میت مسئلہ۳ ارشد

جد	اخ
ثلث	عصبہ
۱	۲

مقاسمہ میت مسئلہ۴ ارشد

جد	۲/اخوات
۲	۲

ثلث: میت مسئلہ۳ ارشد

جد	۲/اخوات
ثلث	ثلثان
۱	۲

ثلث زیادہ ہونے کی مثال

مقاسمہ میت مسئلہ۴ رشید

جد	۳اخ
۱	۳

ثلث میت مسئلہ۳ ارشد

جد	۳اخ
ثلث	عصبہ
۱	۲

وضاحت: اس مثال میں دادا کو ثلث کی صورت میں زیادہ مل رہا ہے؛ اس لیے مسئلہ تین سے بنے گا اور ایک دادا کو ملے گا۔

مقاسمہ اور ثلث کے برابر ہونے کی مثالیں

مقاسمہ: میت مسئلہ۳ ارشاد

جد	۲اخ
۱	۲

ثلث: میت مسئلہ۳ ارشاد

جد	۲اخ
ثلث	عصبہ
۱	۲

مقاسمہ: میت مسئلہ۶ راشدہ

جد	۴اخت
۲	۴

ثلث: میت مسئلہ۳×۲ تصـ۶ راشدہ

جد	۴اخت
ثلث	ثلثان
$\frac{۱}{۲}$	$\frac{۲}{۴}$

وضاحت: ان دونوں مثالوں میں دادا کو دونوں صورتوں میں ترکہ برابر مل رہا ہے؛ اس لیے تقسیم ترکہ کے لیے کوئی بھی صورت اپنائی جا سکتی ہے۔

دادا کا حصہ کم کرنے کے لیے علاتی بھائی بہن کو تخریج میں شامل کیا جاتا ہے

عصبات کے بیان میں گزر چکا ہے کہ حقیقی بھائی بہن کی وجہ سے علاتی بھائی بہن محروم ہو جاتے ہیں؛ اس لیے کہ قوتِ قرابت میں حقیقی علاتی سے بڑھے ہوتے ہیں "مقاسمۃ الجد" میں بھی ایسا ہی ہے؛ فرق صرف اتنا ہے کہ اگر حقیقی اور علاتی بھائی بہنوں کے ساتھ دادا بھی ہو تو علاتی بھائی بہن کو صرف دادا کا حصہ کم کرنے کے لیے حقیقی درجہ دیا

جاتا ہے، اور دادا کا حصہ دینے کے بعد علاتی کالعدم سمجھے جاتے ہیں اور ان کا حصہ حقیقی بھائی بہن کو دیا جاتا ہے۔

وَبَنُو الْعَلَّاتِ يَدْخُلُوْنَ فِي الْقِسْمَةِ مَعَ بَنِي الْأَعْيَانِ؛ إِضْرَارًا لِلْجَدِّ؛ فَإِذَا أَخَذَ الجَدُّ نَصِيْبَهُ فَبَنُوْ العَلَّاتِ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْبَيْنِ خَائِبِيْنَ بِغَيْرِ شَيْءٍ، وَالْبَاقِيْ لِبَنِي الْأَعْيَانِ.

ترجمہ: اور علاتی بھائی بہن (ترکہ کی) تقسیم میں، حقیقی بھائی بہنوں کے ساتھ دادا کا حصہ کم کرنے کے لیے شریک ہوتے ہیں؛ چناں چہ جب دادا اپنا حصہ لے لیتا ہے تو علاتی بھائی بہن محروم ہو کر بغیر کچھ لیے درمیان سے نکل جاتے ہیں، اور باقی ماندہ ترکہ حقیقی بھائی بہنوں کا ہو جاتا ہے جیسے:

مسئلہ ۳ — میت: خالد

جد	اخ	اخ لاب
۱	۱	۱
	۱+۱=۲	محروم

مسئلہ ۵ — میت: خویلد

جد	اخ	اخت لاب
۲	۲	۱
	۲+۱=۳	محروم

وضاحت: دونوں مثالوں میں دادا کو ایک بھائی فرض کیا گیا؛ چناں چہ خالد کا ترکہ تین سے تقسیم ہو کر ہر ایک کو ایک ایک ملا، پھر علاتی بھائی کا فرضی حصہ (ایک) حقیقی بھائی کو دے دیا — اور خویلد کا ترکہ پانچ حصوں میں تقسیم ہوا، پھر علاتی بہن کا فرضی حصہ (ایک) حقیقی بھائی کو دے دیا، اب حقیقی بھائی کا حصہ دو کے بجائے تین ہو گیا۔

علاتی کو ترکہ ملنے کی ایک صورت

حقیقی بہن کو ایک ہونے کی صورت میں نصف ملتا ہے اور اس سے زیادہ یا کم نہیں

مل سکتا۔ دادا کا حصہ کم کرنے کے لیے علاتی کو حقیقی کے ساتھ وارث مان لیا جاتا ہے اور دادا کا حصہ دینے کے بعد علاتی کا حصہ حقیقی کو دے دیا جاتا ہے اور علاتی محروم رہ جاتے ہیں؛ البتہ اگر کسی صورت میں حقیقی بہن تنہا ہو تو دادا کو حصہ دینے کے بعد اس کو نصف دیا جائے گا اور اس کے بعد بھی کچھ بچ جائے تو علاتی کو ملے گا اور اگر کچھ نہ بچے تو علاتی کو کچھ نہیں ملے گا۔

علاتی کو ملنے کی مثال یہ ہے کہ ورثاء میں: دادا، ایک حقیقی بہن اور دو علاتی بہنیں ہوں تو اس صورت میں بیس سے تصحیح ہوگی اور علاتی بہنوں کو دو ملیں گے، اور اگر دو علاتی بہنوں کے بجائے ایک علاتی بہن ہو تو اسے کچھ نہیں ملے گا؛ اس لیے کہ حقیقی کو نصف دینے کے بعد کچھ نہیں بچے گا۔

إِلَّا إِذَا كَانَتْ مِنْ بَنِيْ الْأَعْيَانِ أُخْتٌ وَاحِدَةٌ؛ فَإِنَّهَا إِذَا أَخَذَتْ فَرْضَهَا: نِصْفَ الْكُلِّ بَعْدَ نَصِيْبِ الجَدِّ؛ فَإِنْ بَقِيَ شَيْءٌ فَلِبَنِيْ العَلَّاتِ، وَإِلَّا فَلا شَيْءَ لَهُمْ، كَجَدٍ وَأُخْتٍ لِأَبٍ وَأُمٍّ، وَأُخْتَيْنِ لِأَبٍ فَبَقِيَ لِأُخْتَيْنِ لِأَبٍ عُشْرُ الْمَالِ، وَتَصِحُّ مِنْ عِشْرِيْنَ. وَلَوْ كَانَتْ فِيْ هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ أُخْتٌ لِأَبٍ لَمْ يَبْقَ لَهَا شَيْءٌ.

ترجمہ: مگر جب حقیقی بھائی بہنوں میں سے ایک حقیقی بہن ہو؛ اس لیے کہ جب وہ اپنا حصہ: پورے مال کا نصف — دادا کا حصہ (دینے) کے بعد — لے لے گی، تو اگر کچھ بچ گیا تو علاتی بھائی بہنوں کا ہوگا، ورنہ علاتی کو کچھ نہیں ملے گا، جیسے: دادا، ایک حقیقی بہن اور دو علاتی بہن۔ پس اس صورت میں علاتی بہن کے لیے ''پورے مال کا دسواں'' باقی بچے گا، اور بیس سے (مسئلہ کی) تصحیح ہوگی۔ اور اگر اس مسئلے میں (دو کے بجائے) ایک علاتی بہن ہو تو اس کے لیے کچھ نہیں بچے گا (پس علاتی بہن محروم ہوگی)۔

تشریح: متن میں مذکور صورتِ مسئلہ میں دادا کے لیے مقاسمہ بہتر ہے؛ کیوں کہ ذو فرض ہونے کی صورت میں ثلث ملے گا یعنی چھ سے مسئلہ بن کر دادا کو دو ملے گا اور مقاسمہ کی صورت میں پانچ سے مسئلہ بن کر دادا کو دو ملے گا — اور مقاسمہ کی صورت میں مسئلہ کی تصحیح بیس سے ہوگی۔ اور تصحیح کی تقریر دو ہو سکتی ہے۔

پہلی تقریر: جد کو بھائی فرض کیا جائے اور ایک بھائی کو دو بہنوں کے برابر ملتا ہے، اس طرح گویا پانچ بہنیں ہوئیں؛ اس لیے پانچ سے مسئلہ بنا، دو دادا کو اور تمام بہنوں کو ایک ایک دیا، پھر حقیقی کے لیے نصف پورا کرنے کے لیے مزید ڈیڑھ علاتی بہن سے لیا، اب حقیقی بہن کا حصہ ڈھائی ہو گیا، ڈھائی ($2\frac{1}{2}$) میں آدھے کا کسر ہے، اس کو دور کرنے کے لیے مخرج کسر (یعنی دو) کو اصل مسئلہ پانچ میں ضرب دیا، حاصلِ ضرب دس میں سے دادا کو چار اور حقیقی بہن کو پانچ دیا، اور ایک حصہ دونوں علاتی بہنوں کو دیا، ایک ان دونوں پر بلا کسر تقسیم نہیں ہوتا؛ اس لیے ان کے عددِ روؤس دو کو پھر تصحیحِ مسئلہ دس میں ضرب دیا حاصلِ ضرب بیس میں سے آٹھ دادا کو، اور دس حقیقی بہن کو اور ایک ایک علاتی بہنوں کو دیا۔

دوسری تقریر: مسئلہ پانچ سے بنا کر دادا کو دو، اور ہر بہن کو ایک ایک دیا، پھر حقیقی بہن کا نصف مکمل کرنے کے لیے مزید ڈیڑھ دیا، اب دونوں علاتی بہنوں کے لیے آدھا باقی رہا، اس میں سے دونوں کو ربع، ربع ملے گا؛ اس لیے ربع کے مخرج چار کو اصل مسئلہ پانچ میں ضرب دیا، حاصلِ ضرب بیس سے سب کے حصے نکلے، یعنی سب کے سابق سہام کو مضروب چار میں ضرب دے کر چار گنا کر دیا تو، دادا کو آٹھ، حقیقی بہن کو دس (نصف) اور علاتی بہنوں کو ایک ایک ملا۔

وہ صورت جس میں علاتی بہن کے لیے کچھ نہیں بچتا

اگر مذکورہ صورت میں دو علاتی بہنوں کے بجائے ایک علاتی بہن ہو تو اس کے لیے کچھ نہیں بچے گا اور وہ محروم ہوگی؛ کیوں کہ اس صورت میں بھی دادا کے لیے ''مقاسمہ'' بہتر ہے۔ پس گویا مسئلہ میں چار بہنیں ہوں گی اور مسئلہ چار سے بنے گا، دو دادا کو ملے گا؛ اس لیے کہ وہ دو بہنوں کے قائم مقام ہے اور ایک ایک: حقیقی اور علاتی بہنوں کو۔ پھر حقیقی بہن کا نصف مکمل کرنے کے لیے علاتی بہن کا ایک حصہ: حقیقی بہن کو دیا جائے گا تو علاتی بہن کے لیے کچھ نہیں بچے گا اور وہ محروم ہوگی۔

مقاسمۃ الجد کی دوسری صورت

''مقاسمۃ الجد'' کی دوسری صورت یہ ہے کہ دادا کے ساتھ حقیقی اور علاتی بھائی بہن

ہوں اور ذوی الفروض میں سے بھی کوئی ہو۔

اس صورت میں دادا کو مقاسمہ اور ثلث باقی اور سدسِ کل میں سے جو زیادہ ہوگا وہ ملے گا۔ یعنی اگر مقاسمہ کے طریقہ پر دینے میں دادا کو زیادہ ملتا ہے تو مقاسمہ کے طریقے پر دادا کو دیا جائے گا۔ اور اگر اصحابِ فرائض کو دینے کے بعد جو مال بچا ہے اس کی تہائی (ثلث باقی) زیادہ ہے تو دادا کو مابقیہ کی تہائی دی جائے گی۔ اور اگر پورے ترکے کا سدس زیادہ ہے تو دادا کو پورے ترکہ کا سدس دیا جائے گا۔

وَإِنِ اخْتَلَطَ بِهِمْ ذُوْ سَهْمٍ فَلِلْجَدِّ هُنَا أَفْضَلُ الْأُمُوْرِ الثَّلَاثَةِ بَعْدَ فَرْضِ ذِى سَهْمٍ؛ إِمَّا الْمُقَاسَمَةُ كَزَوْجٍ وَجَدٍّ وَأَخٍ؛ وَإِمَّا ثُلُثُ مَابَقِيَ، كَجَدٍّ وَجَدَّةٍ، وَأَخَوَيْنِ، وَأُخْتٍ، وَإِمَّا سُدُسُ جَمِيْعِ الْمَالِ، كَجَدٍّ وَجَدَّةٍ وَبِنْتٍ وَأَخَوَيْنِ.

ترجمہ: اور اگر اِن (دادا، بھائی اور بہنوں) کے ساتھ ذوی الفروض بھی مل جائیں، تو دادا کے لیے یہاں ذوی الفروض کا حصہ دینے کے بعد تینوں چیزوں (مقاسمہ، ثلث الباقی اور سدس) میں سے زیادہ ہے۔ یا تو مقاسمہ جیسے: شوہر، دادا اور حقیقی بھائی؛ یا باقی ماندہ کی تہائی، جیسے: دادا، دادی، دو بھائی اور ایک بہن؛ یا پورے مال کا سدس، جیسے: دادا، دادی، لڑکی اور دو بھائی۔

مقاسمہ کے زیادہ ہونے کی مثال

مقاسمہ: میت مسئلہ ۲ × ۲ تصـ ۴ شاکرہ

زوج	جد		اخ
نصف	۱	$\frac{1}{2}$	۱
$\frac{1}{2}$			

ثلث الباقی: میت مسئلہ ۶ شاکرہ

زوج	جد	اخ
نصف	ثلث الباقی	عصبہ
۳	۱	۲

سدس: میت مسئلہ۶ شاکرہ

زوج	جد	اخ
نصف	سدس	عصبہ
۳	۱	۲

وضاحت: اس مثال میں "مقاسمہ" کے طریقے پر ترکہ تقسیم کیا جائے تو دادا کو پورے مال کا ربع ملے گا، اور ثلث باقی اور سدس دیا جائے گا تو پورے ترکہ کا چھٹا حصہ ملے گا؛ ظاہر ہے کہ چوتھا حصہ، چھٹے حصہ سے زیادہ ہے؛ اس لیے دادا کو مقاسمہ کے طریقے پر ترکہ دیا جائے گا یعنی دو سے مسئلہ بنا کر شوہر کو نصف (ایک) اور دوسرا نصف (ایک) دادا اور بھائی کو مشترکہ طور پر دیا جائے گا پھر ایک چوں کہ دو پر برابر تقسیم نہیں ہوسکتا؛ اس لیے دو کو دو میں ضرب دیں گے تو چار سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی۔

ثلث باقی کے زیادہ ہونے کی مثال

ثلث الباقی: میت مسئلہ۶ × ۳ تصـ۱۸ شاکر

جد	جدہ	۲اخ	اخت
ثلث الباقی	سدس	عصبہ بنفسہ	عصبہ بالغیر
۵	$\frac{۱}{۳}$	۸	۲

مقاسمہ میت مسئلہ۶ × ۷ تصـ۴۲ شاکر

جدہ	جد	۲/اخ	اخت
سدس		۵	
$\frac{۱}{۷}$	۱۰	۲۰	۵

سدس: میت مسئلہ۶ × ۵ تصـ۳۰ شاکر

جد	جدہ	۲/اخ	اخت
سدس	سدس	۴	
$\frac{۱}{۵}$	$\frac{۱}{۵}$	۱۲	۴

وضاحت: مقاسمہ کی صورت میں دادا کو بیالیس میں سے دس اور سدس کی صورت میں تیس میں سے پانچ اور "ثلث الباقی" کی صورت میں اٹھارہ میں سے پانچ سہام ملیں گے۔ ظاہر ہے کہ ثلث الباقی ہی دادا کے لیے بہتر ہے؛ اس لیے تقسیم ترکہ کے لیے یہی صورت اختیار کی جائے گی۔ اس صورت میں مسئلہ چھ سے بنا، دادی کو ایک دیا گیا، مابقیہ پانچ کا ثلث کوئی کامل عدد نہیں؛ اس لیے ثلث کے ہمنام عدد تین کو اصل مسئلہ چھ میں ضرب دیا۔ حاصلِ ضرب اٹھارہ ہوئے، اس میں سے دادی کو تین دیا اور باقی ماندہ پندرہ کی تہائی (پانچ) دادا کو اور چار چار حصے دونوں بھائیوں کو اور دو حصے بہن کو دیے۔

سدس کے زیادہ ہونے کی مثال

سدس: میت مسئلہ ۶ × ۲ تصـ ۱۲ رابع

جد	جدہ	بنت	۲/ اخ
سدس	سدس	نصف	عصبہ
$\frac{۱}{۲}$	$\frac{۱}{۲}$	$\frac{۳}{۶}$	$\frac{۱}{۲}$

مقاسمہ: میت مسئلہ ۶ × ۳ تصـ ۱۸ رابع

جدہ	بنت	جد	۲/ اخ
سدس	نصف	۲	
$\frac{۱}{۳}$	$\frac{۳}{۹}$	۲	۴

ثلث الباقی: میت مسئلہ ۶ × ۳ تصـ ۱۸ رابع

جدہ	بنت	جد	۲/ اخ
سدس	نصف	ثلث الباقی	عصبہ
$\frac{۱}{۳}$	$\frac{۳}{۹}$	۲	۴

وضاحت: مقاسمہ اور ثلث الباقی کی صورت میں اٹھارہ سے تصحیح ہوئی اور دو حصے دادا کو ملیں گے؛ جب کہ "سدس" کی صورت میں صرف بارہ سے تصحیح ہو رہی ہے اور دادا کو دو حصے مل رہے ہیں؛ یہی دادا کے لیے بہتر ہے؛ اس لیے تقسیم کے لیے یہی صورت اختیار کی

جائے گی، اس صورت میں مسئلہ چھ سے بنا اور دونوں بھائیوں کو مشترک طور پر ایک ملنے کی وجہ سے کسر واقع ہوگئی؛ اس لیے عددِ رؤوس دو کو چھ میں ضرب دیا گیا، حاصلِ ضرب بارہ سے تصحیح ہوئی۔

اگر ثلث الباقی کے عدد میں کسر واقع ہو

اگر کسی مسئلے میں ذوی الفروض کا حصہ دینے کے بعد مابقیہ کا ثلث کوئی کامل عدد نہ ہو تو ثلث کے ہمنام عدد یعنی تین کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا جائے گا۔ حاصلِ ضرب سے تمام ورثہ کے حصے نکلیں گے، جیسا کہ مذکورہ بالا مسئلوں کی تخریج میں کیا گیا ہے، آئندہ بھی ایسی مثال آرہی ہے۔

وَإِذَا كَانَ ثُلُثُ البَاقِيْ خَيْرًا لِلْجَدِّ وَلَيْسَ لِلْبَاقِيْ ثُلُثٌ صَحِيْحٌ فَاضْرِبْ مَخْرَجَ الثُّلُثِ فِيْ أَصْلِ المَسْئَلَةِ.

ترجمہ: اور جب (ذوی الفروض سے) بچے ہوئے کا ثلث دادا کے لیے بہتر (زیادہ) ہو، اور اس باقی ماندہ کا ثلث کوئی کامل عدد نہ ہو تو (تصحیح کے لیے) ثلث کے مخرج (یعنی تین) کو اصل مسئلہ میں ضرب دیجیے!

زید بن ثابتؓ کے مسلک کے مطابق بھی ایک صورت میں بہن کو ترکہ نہیں ملتا

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مسلک کے مطابق حقیقی اور علاتی بہنیں دادا کی وجہ سے ساقط نہیں ہوتیں؛ لیکن ایک صورت میں حقیقی اور علاتی بہنیں دادا کی وجہ سے ساقط نہ ہونے کے باوجود ترکہ نہیں پاتیں۔ مثلاً: کسی کے ورثہ میں دادا، شوہر، لڑکی، ماں اور ایک حقیقی یا علاتی بہن ہو تو اس صورت میں سدس دادا کے لیے بہتر ہوگا۔ اور مسئلہ تیرہ سے عائلہ ہو جائے گا؛ لیکن بہن ترکہ نہیں پائے گی۔

فَإِنْ تَرَكَتْ جَدًّا، وَزَوْجًا، وَبِنْتًا، وَأُمًّا، وَأُخْتًا لِأَبٍ وَأُمٍّ أَوْ لِأَبٍ فَالسُّدُسُ خَيْرٌ لِلْجَدِّ، وَتَعُوْلُ المَسْئَلَةُ إِلَى ثَلَاثَةَ عَشَرَ وَلَا شَيْءَ لِلْأُخْتِ.

ترجمہ: اگر (کوئی عورت اپنے ورثاء میں) دادا، شوہر، لڑکی، ماں اور حقیقی یا علاتی بہن کو چھوڑے تو دادا کے لیے سدس بہتر ہے۔ اور مسئلہ تیرہ سے عائلہ ہوگا، اور (حقیقی یا علاتی) بہن کے لیے کچھ نہ ہوگا۔

تشریح: متن میں مذکورہ صورت میں دادا کے لیے "سدس" بہتر ہے۔ مقاسمہ اور ثلث الباقی کی صورت میں کم ملے گا؛ اس لیے کہ دونوں صورتوں میں مسئلہ کی تصحیح ۳۶ سے ہوگی۔ اور مقاسمہ کی صورت میں دادا کو دو، اور ثلث الباقی کی صورت میں ایک ملے گا۔ اور سدس کی صورت میں مسئلہ کی تصحیح ۱۳ سے ہوگی۔ اور دادا کو دو ملے گا؛ ظاہر ہے کہ تقسیم ترکہ کی یہی صورت دادا کے لیے بہتر ہے۔ تخریجات اس طرح ہیں۔

سدس بہتر: میت مسئلہ ۱۲ عـ ۱۳ رابعہ

زوج	بنت	ام	جد	اخت (حقیقی یا علاتی)
ربع	نصف	سدس	سدس	عصبہ مع الغیر
۳	۶	۲	۲	ساقط

وضاحت: بہن: بیٹی کے ساتھ یا دادا کے ساتھ عصبہ ہے۔ اور عصبہ کو بچا ہوا ملتا ہے۔ یہاں کچھ نہیں بچا؛ اس لیے وہ ساقط ہوگئی۔

مقاسمہ: میت مسئلہ ۱۲ × ۳ تصـ ۳۶ رابعہ

زوج	بنت	ام	جد	اخت
ربع	نصف	سدس	عصبہ	
$\frac{۳}{۹}$	$\frac{۶}{۱۸}$	$\frac{۲}{۶}$	۲ ($\frac{۱}{۳}$)	۱

وضاحت: دادا اور بہن کو عصبہ ہونے کی وجہ سے ایک ملا، جو ان پر صحیح تقسیم نہیں ہورہا ہے؛ اس لیے عدد رؤس کو ۱۲ میں ضرب دیا تو ۳۶ سے تصحیح ہوئی۔

ثلث الباقی: میت مسئلہ ۱۲ × ۳ تصـ ۳۶ رابعہ

زوج	بنت	ام	جد	اخت
ربع	نصف	سدس	ثلث الباقی	عصبہ مع الغیر
$\frac{۳}{۹}$	$\frac{۶}{۱۸}$	$\frac{۲}{۶}$	۱	۲

وضاحت: ذوی الفروض کو دینے کے بعد ایک بچا، جس کا تہائی کوئی صحیح عدد نہیں؛ لہٰذا ثلث کے مخرج ثلاثہ (تین) کو ۱۲ میں ضرب دیا تو مسئلہ کی تصحیح ۳۶ سے ہوئی۔ اور تصحیح میں سے ذوی الفروض کو دینے کے بعد تین بچے جس کا تہائی (ایک) دادا کو دیا اور باقی دو بہن کو دیے۔

مسئلہ اکدریہ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ دادا کے ساتھ حقیقی اور علاتی بہنوں کو کوئی متعین حصہ نہیں دیتے وہ جو کچھ بھی دیتے ہیں، اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں:

۱— یا تو بہنوں کو دادا کے ساتھ بطورِ "مقاسمہ" دادا کے حصے کا آدھا دیتے ہیں۔

۲— یا ذوی الفروض اور دادا سے "بچا ہوا" دیتے ہیں۔

البتہ ایک مسئلہ میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اپنے ضابطہ سے ہٹ کر وراثت تقسیم کی ہے، اسی مسئلہ کو "اکدریہ" کہا جاتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ میت نے شوہر، ماں، دادا اور بہن (حقیقی یا علاتی) چھوڑی ہو، اس مسئلہ میں اگر بہن کو صاحبِ فرض نہیں بنایا جائے گا تو وہ محروم ہو جائے گی، اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے نزدیک بہن دادا کی وجہ سے ساقط نہیں ہوتی؛ اس لیے زید بن ثابتؓ نے بہن کو صاحبِ فرض بنا کر نصف ترکہ دیا؛ لیکن نصف ترکہ دینے میں بہن کا حصہ دادا سے زیادہ ہو جاتا ہے؛ اس لیے بالآخر دادا اور بہن کا حصہ ملا دیا، اور مجموعہ میں سے مذکر کو مؤنث کا دوگنا دیا؛ اس طرح دونوں کی رعایت ہوگئی، بہن بالکلیہ محروم بھی نہیں ہوئی اور مؤنث کو مذکر سے زیادہ بھی نہیں ملا۔ تخریج مسئلہ اس طرح ہوگی:

بہن ساقط: مسئلہ ۶ میت رقیہ

زوج	ام	جد	اخت
نصف	ثلث	سدس	عصبہ
۳	۲	۱	محروم

مسئلہ اکدریہ: میت مسئلہ ۶ ع ۹ × ۳ تصـ ۲۷ رقیہ

زوج	ام	جد	اخت
نصف	ثلث	سدس	نصف
۳ / ۹	۲ / ۶	۱	۳
		۱۲=۹+۳	
		۸	۴

وضاحت: مسئلہ چھ سے بنا اور نو سے عول ہوا۔ پھر دادا اور بہن کے حصے جمع کیے، مجموعہ چار ہوا۔ اور دادا ایک بھائی کے درجے میں ہے اور ایک بھائی دو بہنوں کے قائم مقام ہوتا ہے۔ پس عدد رؤوس تین اور ان کے سہام چار میں تباین کی نسبت ہے؛ اس لیے کل رؤوس (تین) کو مسئلہ عائلہ میں ضرب دیا تو ۲۷ حاصل ہوئے۔ اسی سے مسئلہ کی تصحیح ہوئی۔ تصحیح میں سے دادا کو تین اور بہن کو نو ملے۔ ان کو جمع کیا تو بارہ ہوئے۔ ان میں سے آٹھ دادا کو اور چار بہن کو دیا۔

نوٹ: واضح رہے کہ یہ صرف حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا مسلک ہے، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دادا کی وجہ سے بہنیں محروم ہو جائیں گی۔

وَاعْلَمْ أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَا يَجْعَلُ الْأُخْتَ لِأَبٍ وَأُمٍّ، أَوْ لِأَبٍ صَاحِبَةَ فَرْضٍ مَعَ الْجَدِّ إِلَّا فِي الْمَسْئَلَةِ الْأَكْدَرِيَّةِ وَهِيَ: زَوْجٌ، وَأُمٌّ، وَجَدٌّ، وَأُخْتٌ لِأَبٍ وَأُمٍّ، أَوْ لِأَبٍ، فَلِلزَّوْجِ النِّصْفُ، وَلِلْأُمِّ الثُّلُثُ، وَلِلْجَدِّ السُّدُسُ، وَلِلْأُخْتِ النِّصْفُ، ثُمَّ يَضُمُّ الْجَدُّ نَصِيبَهُ إِلٰى نَصِيبِ الْأُخْتِ فَيُقْسَمَانِ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ؛ لِأَنَّ الْمُقَاسَمَةَ خَيْرٌ لِلْجَدِّ، أَصْلُهَا مِنْ سِتَّةٍ وَتَعُوْلُ إِلٰى تِسْعَةٍ، وَتَصِحُّ مِنْ سَبْعَةٍ وَعِشْرِيْنَ.

ترجمہ: اور جان لیں کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ حقیقی یا علاتی بہن کو دادا کے ساتھ ''مسئلہ اکدریہ'' کے علاوہ میں ذوالفرض (متعین حصہ والی) نہیں گردانتے۔ اور مسئلہ اکدریہ یہ ہے: شوہر، ماں، دادا اور حقیقی یا علاتی بہن۔ پس شوہر کے لیے نصف، ماں کے

لیے ثلث، دادا کے لیے سدس اور بہن کے لیے نصف ہے، پھر دادا اپنا حصہ بہن کے حصے کے ساتھ ملائے گا پس دونوں (اس طرح) تقسیم کرتے ہیں (کہ) مذکر کے لیے دو مؤنث کے حصوں کے برابر ہو؛ اس لیے کہ "مقاسمہ" دادا کے لیے بہتر ہے۔ مسئلہ اکدریہ کی اصل چھ سے ہوتی ہے اور "عول" نو سے اور تصحیح ستائیس ہے۔

مسئلہ اکدریہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ مسئلہ قبیلہ "بنو اکدر" کی کسی عورت کا تھا، اس لیے اسی قبیلہ کی طرف منسوب کرکے اسے "اکدریہ" کہا جاتا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ كَدَّرَ (تفعیل) کے معنی ہیں: گدلا کرنا، مزہ کرکرا کرنا؛ چوں کہ اس مسئلہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ پر ان کے مسلک کو مشتبہ (خلط ملط) کردیا ہے یعنی ایک صورت میں بہن محروم رہتی ہے؛ اس لیے اس کو "اکدریہ" کہا جاتا ہے۔

وَسُمِّيَتِ الْأَكْدَرِيَّةُ؛ لِأَنَّهَا وَاقِعَةُ امْرَأَةٍ مِنْ "بَنِيْ أَكْدَرَ"، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: سُمِّيَتْ أَكْدَرِيَّةً؛ لِأَنَّهَا كَدَّرَتْ عَلٰى زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ مَذْهَبَهُ.

ترجمہ: اور (اس مسئلہ) کا نام "اکدریہ" اس لیے رکھا گیا ہے کہ یہ قبیلہ "بنی اکدر" کی ایک خاتون کا واقعہ ہے۔ اور بعض فقہاء نے فرمایا کہ (اس مسئلہ کا) نام "اکدریہ"؛ اس لیے رکھا گیا کہ اس نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ پر ان کے مسلک کو مشتبہ (گدلا) کردیا ہے۔

فائدہ: تیسری وجہ تسمیہ: قبیلہ "بنو اکدر" کا ایک شخص علم فرائض میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسلک کو پسند کرتا تھا، ایک دن عبد الملک بن مروان نے یہ مسئلہ اس سے پوچھا، تو اس سے غلطی ہوگئی، اس کی غلطی اتنی مشہور ہوئی کہ اس مسئلہ کو اسی آدمی کے قبیلہ کی طرف منسوب کرکے "اکدریہ" کہا جانے لگا۔

مسئلہ اکدریہ کا دوسرا نام: مسئلہ "غرّاء" بھی ہے یہ "الأغرّ" کا مؤنث ہے، "اغرّ" گھوڑے کی پیشانی کی سفیدی اور کسی بھی نمایاں چیز کو کہتے ہیں۔ مسئلہ اکدریہ چوں کہ "مقاسمۃ الجد" کے باب کا مشہور اور نمایاں مسئلہ ہے؛ اس لیے اس کو "مسئلہ غراء" بھی کہا جاتا ہے۔ (شریفیہ ص: ۱۰۳)

مسئلہ اکدریہ کے لیے ضروری شرط: جتنے ورثاء اس مسئلے میں ذکر کیے گئے ہیں، اس میں اگر کمی بیشی ہوگی، یا کسی وارث کی جگہ کوئی دوسرا وارث ہوگا تو مسئلہ میں نہ عول ہوگا نہ وہ مسئلہ اکدریہ ہوگا۔ مثلاً: اگر بہن کی جگہ بھائی یا دو بہنیں ہوں۔

وَلَوْ كَانَ مَكَانَ الْأُخْتِ أَخٌ أَوْ أُخْتَانِ فَلَا عَوْلَ وَلَا أَكْدَرِيَّةَ.

ترجمہ: اگر بہن کے بجائے بھائی یا دو بہنیں ہوں تو نہ عول ہوگا اور نہ "اکدریہ"۔

تشریح: مسئلہ میں اگر بہن کے بجائے بھائی ہوگا تو بھائی؛ چوں کہ صرف عصبہ ہے، ذوالفرض نہیں؛ اس لیے ذوی الفروض کو دینے کے بعد کچھ نہ بچنے کی وجہ سے بھائی ساقط ہو جائے گا۔ اور مسئلہ میں نہ عول ہوگا اور نہ مسئلہ اکدریہ بنے گا۔

اور اگر ایک بہن کے بجائے دو بہنیں ہوں گی تو وہ دادا کے ساتھ عصبہ مع الغیر ہوں گی اور مسئلہ چھ سے بنے گا اور ذوی الفروض کو دینے کے بعد ایک بچے گا جو بہنوں کو مل جائے گا اور مسئلہ کی تصحیح بارہ سے ہوگی۔ بہر حال اس صورت میں بھی نہ عول ہوگا نہ مسئلہ اکدریہ بنے گا۔ دونوں تخریجات یہ ہیں:

مسئلہ ۶ سعاد
میت

زوج	ام	جد	اخ
نصف	ثلث	سدس	عصبہ بنفسہ
۳	۲	۱	ساقط

مسئلہ ۶×۲ تصـ ۱۲ سعاد
میت

زوج	ام	جد	۲/اخت
نصف	سدس	سدس	عصبہ
۳/۶	۱/۲	۱/۲	۱/۲

فائدہ: فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ مقاسمہ کے قواعد صرف بھائی بہنوں میں جاری ہوتے ہیں، ان کے لڑکے لڑکیاں دادا کی وجہ سے ساقط ہوتے ہیں۔ ان میں مقاسمہ نہیں ہوتا (المواریث ص: ۱۱۰)۔

باب ——— ۹

مناسخہ کا بیان

النَسْخُ، والمناسَخَةُ: نقل کرنا۔اسی سے ہے:**نَسَخْتُ الکتابَ:** میں نے کتاب کے ایک نسخہ سے دوسرا نسخہ نقل کیا۔

اصطلاحی تعریف: تقسیم ترکہ سے پہلے کسی وارث کے مرجانے کی وجہ سے اس کا حصہ اس کے ورثاء کی طرف منتقل کرنا۔

چند اصطلاحات:

۱— **مورثِ اعلیٰ:** مناسخہ میں سب سے پہلے مرنے والا۔

۲— **مافی الید:** اس کا مختصر مف۔ ہے(یعنی میم اور بےنقطہ کی فا) میت کے حصے کو کہتے ہیں، جو اُسے اوپر کے ایک یا چند مورثوں سے ملا ہو، اسے میت کی لمبی لکیر کی بائیں جانب لکھا جاتا ہے۔

۳— **قبر کا نشان:** ہر میت کا مافی الید نقل کرنے کے بعد، نقل کیے ہوئے حصے کو فوراً گھیر دیا جاتا ہے، جس کی ہیأت یہ ہوتی ہے، اساتذہ اس کو علامتِ قبر کہتے ہیں۔

۴— **المَبْلَغ** مناسخہ کے آخری حاصلِ ضرب کو کہتے ہیں۔

۵— **الأحیاء:** تمام زندہ ورثہ کو کہتے ہیں، اخیر میں اسے خوب لمبائی میں لکھ کر اس کے نیچے تمام زندہ ورثہ کے نام اور ناموں کے نیچے ان کے حصے لکھے جاتے ہیں۔

چند ہدایات:

۱— مناسخہ میں آئے ہوئے تمام افراد (وارث ومورث) کے نام مع رشتہ لکھنا ضروری ہے۔

۲— ہر دوسری میت کے وارثوں کے نام اور رشتے لکھتے وقت اوپر کے ورثہ کو ایک نظر دیکھ لینا چاہیے؛ اس لیے کہ ایک وارث کو کئی رشتوں کی وجہ سے متعدد جگہوں سے وراثت مل سکتی ہے۔

۳ــــ ’’تصحیح ثانی‘‘ اور’’ مافی الید‘‘ میں جو بھی نسبت ہو میت کی لمبی لکیر کے درمیان واضح کردینی چاہیے!

۴ــــ اگر میت کو متعدد جگہوں سے حصے ملے ہیں تو ’’ مافی الید‘‘ لکھتے وقت متعدد حصوں کو، اور’’ الا حیاء‘‘ لکھتے وقت ہر وارث کے متعدد حصوں کو جوڑ لینا چاہیے!

نوٹ: ان میں سے ہر بات کا لحاظ ضروری ہے، ورنہ غلطی کا امکان رہے گا۔

اصول مناسخہ

پہلے میتِ اول کے مسئلہ کی تصحیح گذشتہ قواعد کی روشنی میں کر لی جائے، اور میت اول کے ورثہ کو سہام دے دیے جائیں، پھر میت ثانی کے مسئلہ کی تصحیح کی جائے، اور میتِ ثانی کا حصہ جو میتِ اول سے ملا ہے اسے میت کی لمبی لکیر کی بائیں جانب مافی الید کا نشان بنا کر لکھ لیا جائے، پھر میت ثانی کی تصحیح اور مافی الید میں نسبت دیکھی جائے:

۱ــــ اگر’’ تماثل‘‘ کی نسبت ہو تو کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔

۲ــــ اگر’’ توافق‘‘ کی نسبت ہو تو تصحیحِ ثانی کے وفق کو تصحیح اول میں ضرب دیا جائے۔

۳ــــ اور اگر’’ تباین‘‘ کی نسبت ہو تو کل تصحیح ثانی کو کل تصحیح اول میں ضرب دیا جائے۔ دونوں صورتوں میں حاصلِ ضرب سے دونوں میتوں کے ورثہ کے حصے نکلیں گے۔ حصے نکالنے کے لیے میتِ اول کے ورثہ کے (تصحیح اول سے ملے ہوئے) حصوں کو مضروب (وفقِ تصحیح ثانی یا کل تصحیح ثانی) میں ضرب دیا جائے، اور میت ثانی کے ورثہ کے (تصحیح ثانی سے ملے ہوئے) سہام کو توافق کی صورت میں مافی الید کے وفق میں اور تباین کی صورت میں کل مافی الید میں ضرب دیا جائے!

نوٹ: یہاں اوپر ذکر کی ہوئی یہ بات خاص طور پر یاد رکھیں کہ جس مسئلہ کی تصحیح یا تصحیح کے وفق کو اوپر کی تصحیح میں ضرب دیا ہے، اس مسئلہ کے ورثاء کے سہام کو’’ مافی الید‘‘ یا ’’ مافی الید‘‘ کے وفق میں ضرب دیں گے، اور سابقہ مسئلوں کے ورثاء کے سہام کو مضروب میں ضرب دیں گے۔

فائدہ: یہ اصول صرف دو بطنوں کے مناسخہ کے لیے ہیں، اگر تین بطنوں کا مناسخہ ہو تو تیسرے بطن کو میتِ ثانی کے قائم مقام بنایا جائے گا اور پہلے دونوں بطنوں کو میتِ اول کے درجے میں رکھ کر مذکورہ بالا قاعدہ جاری کیا جائے گا۔

اور اگر چار بطنوں کا مناسخہ ہو تو پہلے تینوں بطنوں کو میتِ اول اور چوتھے بطن کو میت ثانی اور پانچ بطنوں کا مناسخہ ہو تو پہلے چاروں بطنوں کو میتِ اول اور پانچویں بطن کو میتِ ثانی مان کر قواعد جاری کریں گے اور اسی طرح سلسلہ آگے بڑھے گا۔

نوٹ: اگر کئی بطنوں کا مناسخہ ہو تو پہلے تمام بطنوں کی تصحیح کر لینی چاہیے، اس سے مناسخہ بنانے میں سہولت ہوتی ہے۔

نوٹ: ذیل کی مثال بیک وقت تماثل، توافق اور تباین تینوں نسبتوں کی ہے۔

مناسخہ کی مثال

سوال: ذکیہ کی وفات ہوئی۔ ورثاء: شوہر عبد الرحمٰن، (دوسرے شوہر سے) لڑکی زبیدہ اور ماں خدیجہ ہیں۔ پھر شوہر عبد الرحمٰن کا انتقال ہوا۔ ورثاء: بیوی عائشہ، باپ عبید الرحمٰن اور ماں زاہدہ ہیں۔ پھر بیٹی زبیدہ کا انتقال ہوا۔ ورثاء: بیٹا عبد الوحید، دوسرا بیٹا عبد الکریم، بیٹی عابدہ اور جدہ (نانی) خدیجہ ہیں۔ پھر نانی خدیجہ کا انتقال ہوا۔ ورثاء: شوہر عبد الصمد، بھائی عبد الاحد اور دوسرا بھائی عبد القیوم ہیں۔ ذکیہ کا ترکہ اب تک تقسیم نہیں ہوا ہے تو اس کا ترکہ اس کے مذکورہ ورثاء میں کس طرح تقسیم ہوگا؟

جواب: ذکیہ کا ترکہ بعد تقدیم حقوق مقدمہ یعنی تجہیز و تکفین واداۓ قرض از جمیع ترکہ ونفاذِ وصیت از ثلث مابقیہ: ایک سو اٹھائیس سہام ہو کر: عائشہ کو آٹھ سہام، عبید الرحمٰن کو سولہ، زاہدہ کو آٹھ، عبد الوحید اور عبد الکریم کو چوبیس چوبیس، عابدہ کو بارہ، عبد الصمد کو اٹھارہ، اور عبد الاحد اور عبد القیوم کو نو، نو سہام ملیں گے۔ تخریج مسئلہ یہ ہے:

بطن اول: میت مسئلہ ۴ ب ۳ × ۴ تصـ ۱۶ × ۲ تصـ ۳۲ × ۴ تصـ ۱۲۸ مسئلہ ۶ ردیہ مسئلہ ۴ ذکیہ

زوج (عبدالرحمٰن) بنت (زبیدہ) ام (خدیجہ)

ربع ۱/۴ نصف ۳/۹ سدس ۱/۳

بطن ثانی: میت مسئلہ ۴ (تماثل) عبدالرحمٰن مفـ ۴

زوجہ (عائشہ) اب (عبیدالرحمٰن) ام (زاہدہ)

ربع ۱/۲/۸ عصبہ ۲/۴/۱۶ ثلثِ باقی ۱/۲/۸

بطن ثالث: میت مسئلہ ۶ (توافق بالثلث) زبیدہ مفـ ۹

جدہ (نانی خدیجہ) ابن (عبدالوحید) ابن (عبدالکریم) بنت (عابدہ)

سدس ۱/۳ عصبہ ۲/۹/۲۴ ۲/۹/۲۴ ۱/۳/۱۲

بطن رابع: میت مسئلہ ۲ × ۲ تصـ ۴ (تباین) خدیجہ مفـ ۹

زوج (عبدالصمد) اخ (عبدالاحد) اخ (عبدالقیوم)

نصف ۱/۲/۱۸ عصبہ ۱/۲ ۱/۹ ۱/۹

المبلغ ۱۲۸

الأحیاء

عائشہ	عبیدالرحمٰن	زاہدہ	عبدالوحید	عبدالکریم	عابدہ	عبدالصمد	عبدالاحد	عبدالقیوم
۸	۱۶	۸	۲۴	۲۴	۱۲	۱۸	۹	۹

وضاحت: پہلا مسئلہ ردّیہ ہے؛ اس لیے کہ جب مسئلہ بارہ سے بنایا جائے گا تو ایک بچ جائے گا؛ اس لیے زوج کا مسئلہ چار سے الگ بنایا اور اس کو ایک دیا باقی تین

بچے۔ اور لڑکی اور ماں کا مسئلہ چھ سے الگ بنایا اور وہ چار سے رد ہوا۔ اور چوں کہ ''من لا یرد علیہ'' (زوج) سے بچے ہوئے (تین) میں اور ''من یرد علیہ'' کے مسئلہ (چار) میں تماثل نہیں ہے؛ اس لیے مسئلہ رڈیہ کو مسئلہ غیر رڈیہ میں ضرب دیا۔ حاصل ضرب سولہ سے مسئلہ کی تصحیح ہوئی۔ اس میں سے چار شوہر کو، نو لڑکی کو اور تین ماں کو دیا۔

اور دوسرے مسئلے میں ثلثِ باقی، ربع کے قائم مقام ہے؛ اس لیے مسئلہ چار سے بنا اور اس میں اور عبدالرحمٰن کے ''مافی الید'' (جو اوپر سے ملا ہے) میں تماثل کی نسبت ہے؛ اس لیے مزید کسی عمل کی ضرورت نہیں۔ اور زبیدہ کا مسئلہ چھ سے بنا ہے اور اس کا ''مافی الید'' نو ہے اور دونوں میں توافق بالثلث ہے؛ اس لیے مسئلہ کے وفق دو کو تصحیح اول (سولہ) میں ضرب دیا۔ حاصل ضرب ۳۲ آیا۔ اور بطن اول وثانی کے زندہ ورثاء کے سہام کو بھی مضروب (دو) میں ضرب دیا۔ اور زبیدہ کے ورثاء کے سہام کو ''مافی الید'' کے وفق تین میں ضرب دیا۔

اور خدیجہ کا چوتھا مسئلہ ۲ سے بنا اور چار سے اس کی تصحیح ہوئی اور اس کا ''مافی الید'' نو ہے۔ اور دونوں میں تباین ہے؛ اس لیے کل تصحیح یعنی چار کو پہلی تصحیح (۳۲) میں ضرب دیا۔ حاصل ضرب ۱۲۸ آیا۔ اور مضروب چار سے سابقہ بطنوں کے ورثاء کے سہام کو ضرب دیا۔ اور ''مافی الید'' نو سے آخری بطن کے ورثاء کے سہام کو ضرب دیا تو سب کا حصہ نکل آیا۔ پھر "الأحیاء" لکھ کر اس کے اوپر "المبلغ" لکھ کر آخری تصحیح لکھ دی؛ تاکہ احیاء کے سہام جمع کرنے میں سہولت ہو۔ اور "الأحیاء" کے نیچے تمام زندہ ورثاء کو لکھ کر ان کو جو سہام ملے ہیں وہ لکھ دیے۔

بَابُ الْمُنَاسَخَةِ

وَلَوْ صَارَ بَعْضُ الْأَنْصِبَاءِ مِيْرَاثًا قَبْلَ الْقِسْمَةِ، كَزَوْجٍ وَبِنْتٍ[1] وَأُمٍّ؛ فَمَاتَ الزَّوْجُ قَبْلَ الْقِسْمَةِ عَنِ امْرَأَةٍ وَأَبَوَيْنِ. ثُمَّ مَاتَتِ الْبِنْتُ عَنِ ابْنَيْنِ وَبِنْتٍ وَجَدَّةٍ، ثُمَّ مَاتَتِ الْجَدَّةُ عَنْ زَوْجٍ وَأَخَوَيْنِ.

فَالْأَصْلُ فِيْهِ: أَنْ تُصَحِّحَ مَسْئَلَةَ الْمَيِّتِ الْأَوَّلِ وَتُعْطِيَ سِهَامَ

---

[1] هذا البنت من غير هذا الزوج (ردالمحتار)۔

كُلَّ وَارِثٍ مِنَ التَّصْحِيحِ، ثُمَّ تُصَحِّحَ مَسْئَلَةَ الْمَيِّتِ الثَّانِيْ، وَتَنْظُرَ بَيْنَ مَا فِي يَدِهِ مِنَ التَّصْحِيحِ الْأَوَّلِ وَبَيْنَ التَّصْحِيحِ الثَّانِيْ ثَلَاثَةَ أَحْوَالٍ:

فَإِنِ اسْتَقَامَ مَا فِيْ يَدِهِ مِنَ التَّصْحِيحِ الْأَوَّلِ عَلَى الثَّانِي، فَلَا حَاجَةَ إِلَى الضَّرْبِ وَإِنْ لَمْ يَسْتَقِمْ، فَانْظُرْ: إِنْ كَانَ بَيْنَهُمَا مُوَافَقَةٌ، فَاضْرِبْ وَفْقَ التَّصْحِيحِ الثَّانِيْ فِي التَّصْحِيحِ الْأَوَّلِ.

وَإِنْ كَانَ بَيْنَهُمَا مُبَايَنَةٌ فَاضْرِبْ كُلَّ التَّصْحِيحِ الثَّانِي فِي كُلِّ التَّصْحِيحِ الْأَوَّلِ، فَالْمَبْلَغُ مَخْرَجُ الْمَسْأَلَتَيْنِ.

فَسِهَامُ وَرَثَةِ الْمَيِّتِ الْأَوَّلِ تُضْرَبُ فِي الْمَضْرُوْبِ — أَعْنِيْ فِي التَّصْحِيحِ الثَّانِيْ؛ أَوْ فِيْ وَفْقِهِ — وَسِهَامُ وَرَثَةِ الْمَيِّتِ الثَّانِي تُضْرَبُ فِي كُلِّ مَا فِيْ يَدِهِ أَوْ فِيْ وَفْقِهِ.

وَإِنْ مَاتَ ثَالِثٌ أَوْ رَابِعٌ أَوْ خَامِسٌ، فَاجْعَلِ الْمَبْلَغَ مَقَامَ الْأُوْلٰى، وَالثَّالِثَةَ مَقَامَ الثَّانِيَةِ فِي الْعَمَلِ. ثُمَّ فِي الرَّابِعَةِ وَالْخَامِسَةِ كَذٰلِكَ، إِلٰى غَيْرِ النِّهَايَةِ.

ترجمہ: مناسخہ کا بیان: اور اگر بعض حصے تقسیم سے پہلے میراث بن جائیں، جیسے: شوہر، لڑکی (دوسرے شوہر سے) اور ماں۔ پھر شوہر تقسیم سے پہلے مر گیا (اپنی دوسری) بیوی اور والدین کو چھوڑ کر، پھر لڑکی (اپنے) دولڑکے، ایک لڑکی اور نانی کو چھوڑ کر وفات پا گئی۔ پھر نانی (اپنے) شوہر اور دو بھائیوں کو چھوڑ کر وفات پا گئی۔

تو (مناسخہ کے) اس (باب) میں اصل یہ ہے کہ پہلے میت اول کے مسئلے کی تصحیح کی جائے اور ہر وارث کے حصے تصحیح سے دیے جائیں؛ پھر دوسری میت کے مسئلے کی تصحیح کی جائے، اور تصحیح اول سے اس کے "مافی الید" اور "تصحیح ثانی" میں تین نسبتیں دیکھی جائیں:

پس اگر تصحیح اول سے (حاصل شدہ) "مافی الید" (تصحیح) ثانی پر برابر ہو جائے (یعنی دونوں میں "تماثل کی نسبت ہو) تو ضرب دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔

اور اگر تماثل کی نسبت نہ ہو تو دیکھیے! اگر ان دونوں کے درمیان "توافق" کی

نسبت ہو، تو تصحیح ثانی کے ''وفق'' کو تصحیح اول میں ضرب دیجیے!

اور اگر ان دونوں کے درمیان ''تباین'' کی نسبت ہے تو کل ''تصحیح ثانی'' کو تصحیح اول میں ضرب دیجیے! اس طرح حاصلِ ضرب دونوں مسئلوں کا مخرج ہوگا۔

اور میتِ اول کے ورثہ کے حصے مضروب — یعنی: تصحیح ثانی یا اس کے وفق — میں ضرب دیے جائیں گے؛ اور میت ثانی کے ورثہ کے حصے ''مافی الید'' کے کل، یا ''مافی الید'' کے وفق میں ضرب دیے جائیں گے۔

اور اگر تیسرا یا چوتھا یا پانچواں مرجائے تو (مناسخہ کے) قواعد جاری کرنے میں مبلغ کو پہلے مسئلے کے قائم مقام، اور تیسرے مسئلے کو دوسرے مسئلہ کے قائم مقام مان لیجیے! پھر چوتھے اور پانچویں مسئلے میں — اخیر تک اسی طرح (قواعد جاری ہوں گے)۔

فائدہ: اگر تصحیح ثانی اور مافی الید میں تداخل کی نسبت ہو تو یا تو تصحیح ثانی کا عدد زیادہ ہوگا یا مافی الید کا، پہلی صورت میں تصحیح ثانی کے دخل کو تصحیح اول میں ضرب دیا جائے گا، حاصل ضرب دونوں مسئلوں کی تصحیح ہوگا، اس کو ''تداخل بحکم توافق'' کہتے ہیں، اس صورت میں صرف میتِ اول کے ورثہ کے سہام کو مضروب (یعنی تصحیح ثانی کے دخل) میں ضرب دیا جائے گا اور میتِ ثانی کے ورثہ کو مزید کچھ نہیں ملے گا۔

اور دوسری صورت میں جب کہ مافی الید کا عدد بڑا ہو تو میت ثانی کے ورثہ کے سہام کو ''مافی الید'' کے دخل میں ضرب دیا جائے گا اور بس۔ اس صورت کو ''تداخل بحکم تماثل'' کہتے ہیں؛ کیوں کہ تماثل کی طرح تصحیح اول میں ضرب دینے کی ضرورت نہیں پڑی۔ جیسے:

تداخل بحکم توافق کی مثال

بطن اول: میت حسن — مسئلہ ۶×۴ تص ۲۴

ابن	ابن	بنت	بنت
حسان	احسان	حسینہ	محسنہ
۲/۸	۲	۱/۴	۱/۴

بطن ثانی: میت مسئلہ ۸ (تداخل بحکم توافق) احسان مف ۲

زوجہ	بنت	ابن	ابن	ابن
حسنٰی	احسانہ	حسین	حسنین	محسن
ثمن	عصبہ			
۱	۱	۲	۲	۲

المبلغ ۲۴

الأحیاء

حسان	حسینہ	محسنہ	حسنٰی	احسانہ	حسین	حسنین	محسن
۸	۴	۴	۱	۱	۲	۲	۲

وضاحت: پہلے دونوں مسئلوں کی تصحیح کر لی پھر دیکھا تو تصحیحِ ثانی آٹھ اور مافی الیدِ دو میں تداخل کی نسبت ہے، آٹھ کا "دخل" چار ہے۔

چار کو تصحیحِ اول چھ میں ضرب دیا، حاصلِ ضرب چوبیس ہوا، اس کے بعد میتِ اول کے ورثہ (حسان، حسینہ، محسنہ) کے حصوں کو مضروب چار میں ضرب دیا؛ لہٰذا حسان کو آٹھ، حسینہ اور محسنہ کو چار چار حصے ملے۔ میتِ ثانی کے ورثہ کو اس صورت میں مزید کچھ نہیں ملے گا۔

بطن اول: میت مسئلہ ۲۴ × ۳ تصحیح ۷۲ سعد

زوجہ	بنت	بنت	بنت	عم
سعدیہ	سعدیٰ	سعدانہ	سعاد	مسعود
ثمن	ثلثان			عصبہ
	۱۶			
$\frac{۳}{۹}$	۱۶	۱۶	۱۶	$\frac{۵}{۱۵}$

بطن ثانی: میت مسئلہ ۵ (تداخل بحکم تماثل) مسعود مف ۱۵

ابن	ابن	بنت
سعید	سعدان	سعیدہ
$\frac{۲}{۶}$	$\frac{۲}{۶}$	$\frac{۱}{۳}$

المبلغ ۲[illegible]

الأحیاء						
سعدیہ	سعدیٰ	سعدانہ	سعاد	سعید	سعدان	سعیدہ
۹	۱۲	۱۲	۱۲	۶	۶	۳

وضاحت: میت ثانی کے مافی الید اور تصحیح ثانی میں تداخل کی نسبت ہے اور مافی الید زیادہ ہے؛ اس لیے میتِ ثانی کے ورثہ کے سہام کو مافی الید کے دخل تین میں ضرب دیا۔ مزید کچھ نہیں کیا۔

ہر نسبت کی الگ الگ مثالیں

کتاب میں ایک ہی مثال میں تداخل، توافق اور تباین تینوں نسبتوں کو جمع کیا ہے۔ مشق کے لیے ذیل میں ہر نسبت کی الگ الگ مثالیں لکھی جاتی ہیں:

تماثل کی مثال

بطن اول: میت — مسئلہ ۳ — جمیل

ابن (جمال)	بنت (جمیلہ)
۲	۱

تماثل

بطن ثانی: میت — مسئلہ ۲ — جمال مف ۲

ابن (کمال)	ابن (اکمل)
۱	۱

المبلغ ۳

الأحیاء		
جمیلہ	کمال	اکمل
۱	۱	۱

وضاحت: تصحیح ثانی اور مافی الید میں تماثل کی نسبت ہے، اس لیے مزید کچھ نہیں کیا گیا، جمیل کا ترکہ تین حصوں میں تقسیم ہوا اور ہر زندہ وارث کو ایک ایک ملا۔

توافق کی مثال

بطن اول: میت مسئلہ۴ ب۳ ×۴ تصہ ۱۶ ×۲ تصہ ۳۲ مسئلہ ۶ رد ۴ ریحانہ

زوج (ریحان)	بنت (عمرانہ)	ام (غفرانہ)
۱/۴	۳/۹	۱/۳
۸		۶

بطن ثانی: میت مسئلہ ۶ (توافق بالثلث) عمرانہ مف ۹

اب (ریحان)	ابن (عمران)	جدہ (غفرانہ)
سدس	عصبہ	سدس
۱/۳	۴/۱۲	۱/۳

المبلغ ۳۲

الأحیــــــــــــــــــاء

ریحان	عمران	غفرانہ
۱۱	۱۲	۹

وضاحت: پہلا مسئلہ ردیہ ہے اس کی تصحیح سولہ سے ہوئی ہے۔ اور میت ثانی عمرانہ کے مافی الید (نو) اور تصحیح ثانی (چھ) میں توافق بالثلث کی نسبت ہے (تصحیح ثانی کا وفق دو اور مافی الید کا وفق تین ہے)۔۔۔ اس لیے تصحیح ثانی کے وفق دو کو تصحیح اول سولہ میں ضرب دیا، حاصل ضرب بتیس ہوا۔

پھر میت اول کے ورثہ کے سہام کو مضروب دو میں ضرب دیا تو شوہر ریحان کو آٹھ، اور ماں غفرانہ کو چھ ملے۔ اور میت ثانی کے ورثہ کے سہام کو مافی الید کے وفق تین میں ضرب دیا تو ریحان کو تین، عمران کو بارہ اور غفرانہ کو تین حصے ملے۔ ریحان اور غفرانہ کو دونوں مورِثوں سے وراثت ملی ہے، ریحان کے کل حصے گیارہ، عمران کے بارہ اور غفرانہ کے نو ہوئے۔

تباین کی مثال

مسئلہ ۱۲ عـ ۱۳ × ۷ تصـ ۹۱ حامد

بطن اول: میت

زوجہ	اخت	اخت لاب	اخت لام
حامدہ	محمودہ	حمیدہ	محمدی
ربع	نصف	سدس	سدس
۳ / ۲۱	۶	۲ / ۱۴	۲ / ۱۴

مسئلہ ۶ عـ ۷ (تباین) محمودہ مف ۶

بطن ثانی: میت

زوج	اخت لاب	اخت لام
حماد	حمیدہ	محمدی
نصف	نصف	سدس
۳ / ۱۸	۳ / ۱۸	۱ / ۶

المبلغ ۹۱

الأحیاء

حامدہ	حمیدہ	محمدی	حماد
۲۱	۳۲	۲۰	۱۸

وضاحت: پہلا مسئلہ بارہ سے بنا اور تیرہ سے عائلہ ہو گیا، اور دوسرا مسئلہ چھ سے بنا اور سات سے عائلہ ہو گیا، تصحیح ثانی (سات) اور مافی الید (چھ) میں تباین ہے؛ اس لیے کل تصحیح ثانی (سات) کو تصحیح اول (تیرہ) میں ضرب دیا، حاصل ضرب (مَبلَغ) اکانوے دونوں مسئلوں کا مخرج ہے۔

میت اول کے ورثاء (حامدہ، حمیدہ اور محمدی) کے سہام کو سات میں ضرب دیا تو، حامدہ کو اکیس، حمیدہ اور محمدی کو چودہ چودہ ملے۔

اور میتِ ثانی کے ورثاء (حماد، حمیدہ اور محمدی) کے سہام کو مافی الید چھ میں ضرب دیا تو حماد اور حمیدہ کو اٹھارہ اٹھارہ اور محمدی کو چھ سہام ملے، حمیدہ اور محمدی کو دونوں مورثوں سے حصے ملے ہیں۔

باب ——— ۱۰

ذوی الارحام کا بیان

رَحِمٌ، رِحْمٌ کی جمع: أرحامٌ: بچہ دانی، مطلقاً رشتہ داری۔ ذو الرحم: قربت والا، رشتہ دار، خواہ رشتہ باپ کی جانب سے ہو یا ماں کی جانب سے۔

اصطلاحی تعریف: میت کے وہ رشتہ دار جن کا حصہ قرآن وحدیث میں مقرر نہیں ہے، نہ اجماع سے طے پایا ہے اور نہ وہ عصبات ہیں۔ جیسے: پھوپی، خالہ، ماموں، بھانجہ اور نواسہ۔

بَابُ ذَوِي الْأَرْحَامِ

ذُوْ الرَّحِمِ: هُوَ كُلُّ قَرِيْبٍ لَيْسَ بِذِيْ سَهْمٍ، وَلَا عَصَبَةٍ.

ترجمہ: ذی رحم: ہر وہ رشتہ دار ہے جو نہ تو حصہ دار (ذوالفرض) ہے اور نہ عصبہ۔

ذوی الارحام کی توریث میں اختلاف

اکثر صحابہ وتابعین[1] کی رائے یہ ہے کہ ذوی الفروض اور عصبات کی عدم موجودگی میں ذوی الارحام کو ترکہ ملے گا، احناف اور حنابلہ[2] کا یہی مسلک ہے؛ لیکن صحابہ میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ[3] کا مسلک یہ ہے کہ ایسی صورت میں ترکہ بیت المال (اسلامی سرکاری خزانہ) میں رکھ دیا جائے گا، ذوی الارحام کو نہیں دیا جائے گا، امام مالک وشافعی رحمہما اللہ کا یہی مسلک ہے۔

وَكَانَتْ عَامَّةُ الصَّحَابَةِ — رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ — يَرَوْنَ تَوْرِيْثَ ذَوِي الْأَرْحَامِ، وَبِهٖ قَالَ أَصْحَابُنَا رَحِمَهُمُ اللّٰهُ.

وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ — رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ — لَا مِيْرَاثَ لِذَوِي

---

[1] صحابۂ کرامؓ میں اس کے قائل: حضرت عمر فاروق، علی، ابن مسعود، ابوعبیدہ بن الجراح، ابو درداء رضی اللہ عنہم ہیں اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی ایک مشہور روایت بھی یہی ہے۔ اور تابعین میں اس کے قائل: حضرت علقمہ، ابراہیم نخعی، شریح، حسن بصری، ابن سیرین، عطاء، مجاہد، شعبی، طاؤس، عمر بن عبد العزیز رحمہم اللہ ہیں۔ [2] الموارث (ص ۱۷۸) وتعلیق ردالمحتار (۱۰:۵۴۵) مکتبہ زکریا دیوبند۔ [3] حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک شاذ روایت بھی ہے، اور تابعین میں اس کے قائل: حضرت سعید بن المسیب اور سعید بن جبیر رحمہما اللہ ہیں۔

الْأَرْحَامِ، وَيُوْضَعُ الْمَالُ فِي بَيْتِ الْمَالِ، وَبِهٖ قَالَ مَالِكٌ وَالشَّافِعِيُّ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ.

ترجمہ: اور اکثر صحابۂ کرامؓ کی رائے، ذوی الارحام کے وارث بنانے کی تھی، اسی کے قائل ہمارے علمائے احناف ہیں۔

اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ وراثت ذوی الارحام کے لیے نہیں ہے (ذوی الفروض اور عصبات کی عدم موجودگی میں) سارا ترکہ ''بیت المال'' میں رکھا جائے گا، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ بھی اسی کے قائل ہیں۔

فائدہ: جو فقہاء نادار، لاچار اور کمانے سے عاجز مسلمانوں کی امداد کی غرض سے ''بیت المال'' میں ترکہ رکھنے کی رائے رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک شرط یہ ہے کہ بیت المال شرعی نظم وضبط کے مطابق چلتا ہو، مال صحیح مصرف میں خرچ ہوتا ہو؛ اب چوں کہ اس طرح کا کوئی بیت المال موجود نہیں؛ اس لیے متاخرین مالکیہ نے تیسری صدی ہجری کے بعد ذوی الارحام کو ترکہ دینے کا فتوی دیا ہے، اور فقہائے شافعیہ کی بھی یہی رائے ہے؛ لہٰذا اب کوئی اختلاف باقی نہیں (المواریث ص: ۱۸۳)۔

ذوی الارحام کی چار قسمیں

استحقاقِ ارث کے اعتبار سے عصبات کی طرح ذوی الارحام کی بھی چار قسمیں ہیں:

پہلی قسم: وہ ذوی الارحام ہیں جو میت کی طرف منسوب ہوتے ہیں یعنی:

۱— بیٹی کی مذکر ومؤنث اولاد (نواسہ، نواسی، پرنواسہ، پرنواسی نیچے تک)

۲— پوتی کی مذکر ومؤنث اولاد نیچے تک

دوسری قسم: وہ ذوی الارحام ہیں جن کی طرف میت منسوب ہوتی ہے یعنی:

۱— جدِ فاسد (نانا، اور نانا کا باپ اوپر تک)

۲— جدۂ فاسدہ: (نانا کی ماں، نانا کی ماں کی ماں)

تیسری قسم: وہ ذوی الارحام ہیں جو میت کے والدین کی طرف منسوب ہوتے ہیں یعنی:

۱— حقیقی، علاتی اور اخیافی بہن کی مذکر ومؤنث اولاد۔

۲ــــ حقیقی، علاتی اور اخیافی بھائی کی لڑکیاں (اور ان بھائیوں کے لڑکوں اور پوتوں کی لڑکیاں)

۳ــــ اخیافی بھائیوں کے لڑکے (اور ان لڑکوں کی مذکر و مؤنث اولاد)

چوتھی قسم: وہ ذوی الارحام ہیں جو میت کے دادا اور دادی کی طرف منسوب ہوتے ہیں[1] جیسے:

۱ــــ باپ کی حقیقی، علاتی اور اخیافی بہنیں (پھوپیاں) اور ان سب پھوپیوں کے لڑکے لڑکیاں نیچے تک۔

۲ــــ باپ کے اخیافی بھائی (اخیافی چچا)[2] اور ان کے لڑکے لڑکیاں نیچے تک۔

۳ــــ ماں کے حقیقی، علاتی اور اخیافی بھائی (ماموں) اور ان کے لڑکے لڑکیاں نیچے تک۔

۴ــــ ماں کی حقیقی، علاتی اور اخیافی بہنیں (خالہ) اور ان خالاؤں کی مذکر و مؤنث اولاد نیچے تک۔

نوٹ: چند اور ذوی الارحام کا بیان فائدہ میں ہے۔

وَذَوُو الْأَرْحَامِ أَصْنَافٌ أَرْبَعَةٌ:

الصِّنْفُ الْأَوَّلُ: يَنْتَمِيْ إِلَى الْمَيِّتِ، وَهُمْ: أَوْلَادُ الْبَنَاتِ وَأَوْلَادُ بَنَاتِ الابْنِ. وَالصِّنْفُ الثَّانِيْ: يَنْتَمِيْ إِلَيْهِمُ الْمَيِّتُ، وَهُمْ: الْأَجْدَادُ السَّاقِطُوْنَ وَالْجَدَّاتُ السَّاقِطَاتُ.

وَالصِّنْفُ الثَّالِثُ: يَنْتَمِيْ إِلَى أَبَوَيِ الْمَيِّتِ، وَهُمْ: أَوْلَادُ الْأَخَوَاتِ وَبَنَاتُ الْإِخْوَةِ وَبَنُو الْإِخْوَةِ لِأُمٍّ.

وَالصِّنْفُ الرَّابِعُ: يَنْتَمِيْ إِلَى جَدَّيِ الْمَيِّتِ، أَوْ جَدَّتَيْهِ، وَهُمُ الْعَمَّاتُ، وَالْأَعْمَامُ لِأُمٍّ، وَالْأَخْوَالُ، وَالْخَالَاتُ.

فَهٰؤُلَاءِ وَكُلُّ مَنْ يُدْلِيْ بِهِمْ مِنْ ذَوِي الْأَرْحَامِ.

ترجمہ: اور ذوی الارحام چار قسم کے ہیں: پہلی قسم میت کی جانب منسوب ہوتی

---

[1] خواہ جد صحیح اور جدۂ صحیحہ ہوں یا جد فاسد اور جدۂ فاسدہ۔ [2] حقیقی اور علاتی چچا عصبہ ہوتے ہیں؛ اس لیے ذوی الارحام میں اخیافی کی قید لگائی گئی ہے۔ (شریفیہ ص: ۱۱۱)۔

ہے، اور وہ لڑکیوں کی اولاد (نواسے، نواسیاں) اور پوتیوں کی اولاد ہیں۔

اور دوسری قسم: وہ ہیں جن کی طرف میت منسوب ہوتی ہے، اور وہ تمام جد فاسد اور جدۂ فاسدہ ہیں اور تیسری قسم میت کے والدین کی طرف منسوب ہوتی ہے، اور وہ: بہنوں[1] کی اولاد (بھانجے، بھانجیاں) اور بھائی[2] کی لڑکیاں (بھتیجیاں) اور اخیافی بھائیوں کے لڑکے ہیں۔ اور چوتھی قسم میت کے دونوں قسم کے دادا (جد صحیح اور جد فاسد) اور دونوں قسم کی دادیوں (جدۂ صحیحہ اور جدۂ فاسدہ) کی طرف منسوب ہوتی ہے، اور وہ: پھوپیاں، اخیافی چچا، ماموں اور خالائیں ہیں۔

پس یہ سب (چاروں قسمیں) اور وہ تمام لوگ جو اِن سب کے واسطے سے (میت سے) جڑتے ہیں ذوی الارحام میں سے ہیں۔

فائدہ: علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے چوتھی قسم کے ذوی الارحام کو اور تفصیل سے لکھا ہے، وہ درج ذیل ہیں:

۱— حقیقی اور علاتی چچا کی لڑکیاں، اور ان سب کی اولاد نیچے تک۔

۲— میت کے باپ کے اخیافی چچا، اور حقیقی علاتی اور اخیافی پھوپیاں، خالائیں اور ماموں۔

۳— میت کی ماں کے حقیقی، علاتی اور اخیافی چچا، پھوپیاں، خالائیں اور ماموں۔

۴— پھر جتنی قسمیں گزری ہیں ان سب کی اولاد در اولاد —— اخیر تک۔ (رد المحتار: ۵/۵۶۲)۔

فائدہ: مصنف علیہ الرحمہ نے ذوی الارحام کی چاروں قسموں کے بیان میں کسی جگہ کوئی ایسا جملہ نہیں بڑھایا جس سے معلوم ہو کہ میت کی اولاد در اولاد، دادا پردادا، اور چچا وغیرہ کی ساری قسمیں ذوی الارحام میں شامل ہیں؛ اس لیے آخر میں فرمایا کہ یہ چاروں قسمیں اور وہ لوگ جو اِن چاروں قسموں کے ذریعہ رشتہ رکھتے ہیں وہ سب ذوی الارحام میں داخل ہیں۔ تفصیل کے لیے شریفیہ اور اس کا حاشیہ دیکھیے، اس میں ذوی الارحام کی چودہ قسمیں بیان کی گئی ہیں (ص: ۱۱۱)۔

---

[1] و [2] یعنی حقیقی علاتی اور اخیافی بھائی بہن۔

ذوی الارحام کی اقسام میں ترجیح

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے دو روایتیں ہیں:

۱— وراثت کے لیے سب سے مقدم دوسری قسم ہے، پہلی قسم، پھر تیسری قسم، پھر چوتھی قسم۔

۲— وراثت کے لیے سب سے مقدم پہلی قسم ہے، پھر دوسری، پھر تیسری، پھر چوتھی جیسا کہ عصبات میں ترجیح کی یہی ترتیب ہے، اسی دوسری روایت پر فتویٰ ہے۔

نوٹ: امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ ذوی الارحام کی تیسری قسم (یعنی بھائی بہنوں کی اولاد) کو جد فاسد (یعنی دوسری قسم) پر ترجیح دیتے ہیں۔

رَوَى أَبُوْ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ —رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى—: أَنَّ أَقْرَبَ الْأَصْنَافِ الصِّنْفُ الثَّانِيْ وَإِنْ عَلَوْا، ثُمَّ الْأَوَّلُ وَإِنْ سَفَلُوْا، ثُمَّ الثَّالِثُ وَإِنْ نَزَلُوْا، ثُمَّ الرَّابِعُ وَإِنْ بَعُدُوْا.

وَرَوَى أَبُوْ يُوْسُفَ وَالْحَسَنُ بْنُ زِيَادٍ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ، وَابْنُ سِمَاعَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ — رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى — أَنَّ أَقْرَبَ الْأَصْنَافِ: الصِّنْفُ الْأَوَّلُ، ثُمَّ الثَّانِيْ ثُمَّ الثَّالِثُ، ثُمَّ الرَّابِعُ كَتَرْتِيْبِ الْعَصَبَاتِ وَهُوَ الْمَأْخُوْذُ بِهِ.

وَعِنْدَهُمَا الصِّنْفُ الثَّالِثُ مُقَدَّمٌ عَلَى الْجَدِّ: أَبِ الْأُمِّ، لِأَنَّ عِنْدَهُمَا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ[1] أَوْلٰى مِنْ فَرْعِهِ، وَفَرْعُهُ[2] وَإِنْ سَفَلَ أَوْلٰى مِنْ أَصْلِهِ.

ترجمہ: اور ابو سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن حسنؒ اور انھوں نے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ (میت سے) سب سے زیادہ قریب (یعنی ترکہ کی سب سے زیادہ مستحق) دوسری قسم (کے افراد) ہیں اگرچہ (رشتے میں) اوپر ہو جائیں، پھر پہلی قسم (کے) اگرچہ (رشتے میں) نیچے ہو جائیں، پھر تیسری قسم (کے) اگرچہ (رشتے میں)

[1] اي من الصنف الثالث. [2] أي فرع الصنف الثاني.

نیچے ہو جائیں، پھر چوتھی قسم اگر چہ (رشتے میں) دور ہو جائیں۔

اور امام ابو یوسف اور حسن بن زیاد نے امام ابوحنیفہؒ سے، نیز ابن ساعہؒ نے محمد بن حسنؒ سے اور انھوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرمایا ہے کہ قریب تر قسم، پہلی قسم ہے، پھر دوسری، پھر تیسری، پھر چوتھی جیسا کہ عصبات کی ترتیب ہے اور یہی (روایت فتوی کے لیے) لی گئی ہے۔

اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک تیسری قسم: نانا پر (یعنی دوسری قسم پر) مقدم ہے؛ اس لیے کہ ان کے نزدیک ان (تیسری قسم) میں سے ہر ایک اپنی فرع سے بہتر ہے، اور اس (دوسری قسم) کی فرع اگر چہ نیچے کی ہو، اپنی اصل سے بہتر ہے۔

اعتراض: صاحبین کا مذہب جو متن میں مذکور ہے متعارض ہے؛ اس لیے کہ "مقاسمۃ الجد" میں صاحبین دادا کو بھائیوں کے ساتھ محروم نہیں کرتے، اور یہاں محروم کر دیتے ہیں، (اس لیے فتویٰ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر ہے)۔

فائدہ: **قوله: لأن عندهما كل واحد منهم الخ:** یہ عبارت "سراجی" کے قدیم نسخوں میں نہیں ہے، اس لیے بعض شارحین فرماتے ہیں کہ یہ عبارت کسی نے بعد میں بڑھادی ہے۔

اس میں ضمیر کا مرجع ایک چیستاں سا ہو گیا ہے۔ "منهم" میں هم ضمیر کا مرجع "أصحابُ الصِّنفِ الثالث" ہے۔ "من فرعه" میں "ه" ضمیر کا مرجع "كل واحدٍ" ہے اور "فرعه" میں ضمیر کا مرجع "الصنف الثاني" ہے۔ "أصله" میں "ه" ضمیر کا مرجع "وفرعه" کا لفظ "فرع" ہے۔

مطلب یہ ہے کہ تیسری قسم کے ذوی الارحام کو جد (دوسری قسم) پر مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ تیسری قسم کا ہر ایک فرد اپنی فرع سے وراثت کا زیادہ حق دار ہے یعنی بھانجا اور بھانجے کے لڑکے اگر جمع ہو جائیں تو بھانجے کے لڑکے کو کچھ نہیں ملے گا؛ اس لیے کہ یہ فرع ہے اور فرع کے مقابلے میں اصل کو ترجیح ہوتی ہے۔

اور اس کے برعکس دوسری قسم کی فرع اپنی اصل کے مقابلے میں وراثت کی زیادہ حقدار ہے جیسے: اگر کسی جگہ نانا اور نانا کا باپ جمع ہوں تو نانا کا باپ اصل ہونے کے باوجود

وراثت سے محروم ہوگا؛ حالاں کہ قاعدہ ہے: اصول کو فروع کے مقابلے میں ترجیح ہوتی ہے۔ **الأصل: أن یکونَ الأصلُ أولیٰ من فرعه** یہ قاعدہ صرف تیسری قسم کے ذوی الارحام پر فٹ ہوتا ہے، دوسری قسم کے ذوی الارحام پر منطبق نہیں ہوتا؛ اس لیے تیسری قسم کو (یعنی بھائی بہنوں کی اولاد کو) دوسری قسم (یعنی جدفاسد اور جدۂ فاسدہ) پر ترجیح ہوگی، واللہ اعلم۔

نوٹ: اس عبارت سے صحیح مطلب نکالنے کی کتنی ہی کوشش کی جائے، شاید اطمینان حاصل نہ ہو؛ اس لیے کہ یہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت نہیں ہے اور بقول علامہ جرجانی رحمۃ اللہ علیہ بعض قاصر الفہم طلبہ نے بڑھادی ہے، مولانا عبدالباری فرنگی محلیؒ نے حاشیۂ سراجی میں اس پر تفصیلی گفتگو فرمائی ہے؛ شائقین اُسے بھی ملاحظہ فرمائیں!

فصل

پہلی قسم کے ذوی الارحام کی توریث کا ضابطہ

ذوی الارحام کی پہلی قسم: بیٹی، پوتی، پرپوتی (نیچے تک) کی مذکر ومؤنث اولاد ہے (بیٹا، پوتا، پرپوتا اور ان کی مذکر اولاد عصبہ ہے) اور مفتی بہ قول یہ ہے کہ ذوی الارحام کی پہلی قسم: میراث کی سب سے زیادہ حقدار ہے یعنی پہلے ان کو میراث دی جائے گی بعد میں قسم ثانی وغیرہ کو۔ اور پہلی قسم کی توریث کے لیے درج ذیل ضابطہ ہے:

اگر لڑکیوں اور پوتیوں کی اولاد میں سے متعدد ہوں۔ اور بعض میت سے رشتہ میں قریب ہوں اور بعض دور، تو قریب والی اولاد وارث ہوگی اور دور والی محروم ہوگی یعنی **الأقرب فالأقرب** کا قاعدہ جاری ہوگا۔ جیسے نواسی (بیٹی کی بیٹی) اور پوتی کی لڑکی ہو تو نواسی وارث ہوگی اور پوتی کی لڑکی محروم ہوگی؛ کیوں کہ نواسی: ایک درجہ اقرب ہے۔

اور اگر سب اولاد برابر رشتہ کی ہو اور بعض وارث کی اولاد ہو اور بعض ذوی الارحام کی تو وارث کی اولاد: وارث ہوگی اور ذوی الارحام کی اولاد محروم ہوگی یعنی قوتِ قرابت وجہ ترجیح ہوگی۔ جیسے پوتی کی لڑکی اور نواسی کا لڑکا ہو تو پوتی کی لڑکی وارث ہوگی؛ کیوں کہ پوتی وارث ہے اور نواسی ذوی الارحام میں سے ہے؛ اس لیے اس کا لڑکا محروم ہوگا۔

اور اگر سب اولاد برابر رشتہ کی ہو اور سب وارث کی اولاد ہو یا سب ذوی الارحام کی اولاد ہو (یعنی قربِ درجہ یا قوتِ قرابت سے ترجیح کی کوئی صورت نہ ہو) تو ان کی توریث کے طریقہ میں صاحبین میں اختلاف ہے:

امام ابو یوسف اور حسن بن زیاد رحمہما اللہ کے نزدیک: فرع کی تذکیر و تانیث کا اعتبار ہے۔ اصول کے مذکر و مؤنث ہونے کا اعتبار نہیں۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک: اگر اصول بھی تذکیر و تانیث میں فروع کے موافق ہوں تو امام ابو یوسف اور امام حسن بن زیاد کے قول کی طرح: فروع کے مذکر و مؤنث ہونے کا اعتبار ہے۔ ورنہ ان دونوں اماموں کے قول کے برخلاف: امام محمد کے نزدیک: فروع کی توریث میں: مختلف اصول کا اعتبار ہوگا اور فروع کو اصول کی میراث دی جائے گی جیسے: نواسا اور نواسی ہوں تو بالاتفاق نواسے کو دُوہرا اور نواسی کو اکہرا دیا جائے گا؛ کیوں کہ اصول کی صفتِ ذکورت وانوثت میں اتحاد ہے یعنی دونوں لڑکی کی اولاد ہیں۔ اور اگر نواسے کی لڑکی اور نواسی کا لڑکا ہو تو امام ابو یوسف اور امام حسن کے نزدیک فروع کی تذکیر و تانیث کا اعتبار ہوگا یعنی نواسے کی لڑکی کو ایک حصہ اور نواسی کے لڑکے کو دو حصے ملیں گے۔ اور امام محمد کے نزدیک ترکہ پہلے بطن اول (اصول) میں یعنی نواسی اور نواسے میں تقسیم ہوگا۔ نواسی کو ایک حصہ اور نواسے کو دو حصے ملیں گے۔ پھر وہی حصے دوسرے بطن میں منتقل ہوں گے یعنی نواسی کا ایک حصہ اس کے لڑکے کو ملے گا۔ اور نواسے کے دو حصے اس کی لڑکی کو ملیں گے۔

فَصْلٌ فِي الصِّنْفِ الْأَوَّلِ

أَوْلٰىهُمْ بِالْمِيْرَاثِ أَقْرَبُهُمْ إِلَى الْمَيِّتِ، كَبِنْتِ الْبِنْتِ؛ فَإِنَّهَا أَوْلٰى مِنْ بِنْتِ بِنْتِ الْإِبْنِ.

وَإِنِ اسْتَوَوْا فِي الدَّرَجَةِ، فَوَلَدُ الْوَارِثِ أَوْلٰى مِنْ وَلَدِ ذَوِي الْأَرْحَامِ، كَبِنْتِ بِنْتِ الْإِبْنِ؛ فَإِنَّهَا أَوْلٰى مِنِ ابْنِ بِنْتِ الْبِنْتِ.

وَإِنِ اسْتَوَتْ دَرَجَاتُهُمْ وَلَمْ يَكُنْ فِيْهِمْ وَلَدُ الْوَارِثِ، أَوْ كَانَ كُلُّهُمْ يُدْلُوْنَ بِوَارِثٍ؛ فَعِنْدَ أَبِيْ يُوْسُفَ وَالْحَسَنِ بْنِ زِيَادٍ –

رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالیٰ — يُعْتَبَرُ أَبْدَانُ الْفُرُوْعِ وَيُقْسَمُ الْمَالُ عَلَيْهِمْ، سَوَاءٌ اِتَّفَقَتْ صِفَةُ الْأُصُوْلِ فِي الذُّكُوْرَةِ وَالْأُنُوْثَةِ أَوِ اخْتَلَفَتْ.

وَمُحَمَّدٌ — رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالیٰ — يَعْتَبِرُ أَبْدَانَ الْفُرُوْعِ إِنِ اتَّفَقَتْ صِفَةُ الْأُصُوْلِ، مُوَافِقًا لَهُمَا؛ وَيَعْتَبِرُ الْأُصُوْلَ إِنِ اخْتَلَفَتْ صِفَاتُهُمْ، وَيُعْطِي الْفُرُوْعَ مِيْرَاثَ الْأُصُوْلِ مُخَالِفًا لَهُمَا.

كَمَا إِذَا تَرَكَ اِبْنَ بِنْتٍ، وَبِنْتَ بِنْتٍ: عِنْدَهُمَا يَكُوْنُ الْمَالُ بَيْنَهُمَا: لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ؛ بِاِعْتِبَارِ الْأَبْدَانِ، وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ — رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالیٰ — كَذٰلِكَ؛ لِأَنَّ صِفَةَ الْأُصُوْلِ مُتَّفِقَةٌ.

وَلَوْ تَرَكَ بِنْتَ اِبْنِ بِنْتٍ، وَابْنَ بِنْتِ بِنْتٍ عِنْدَهُمَا الْمَالُ بَيْنَ الْفُرُوْعِ أَثْلَاثًا، بِاِعْتِبَارِ الْأَبْدَانِ: ثُلُثَاهُ لِلذَّكَرِ وَثُلُثُهُ لِلْأُنْثٰى وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ — رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالیٰ — الْمَالُ بَيْنَ الْأُصُوْلِ أَعْنِيْ فِي الْبَطْنِ الثَّانِيْ أَثْلَاثًا: ثُلُثَاهُ لِبِنْتِ ابن الْبِنْتِ: نَصِيْبُ أَبِيْهَا، وَثُلُثُهُ لِاِبْنِ بِنْتِ الْبِنْتِ: نَصِيْبُ أُمِّهِ.

ترجمہ: (یہ) فصل (ذوی الارحام کی) پہلی قسم (کے بیان) میں ہے، ان میں میراث کے زیادہ حقدار وہ ہیں جو میت سے (رشتے میں) زیادہ قریب ہیں، جیسے: نواسی پس بیشک وہ پوتی کی لڑکی سے زیادہ حقدار ہے — اور اگر درجہ میں سب برابر ہوں تو وارث کی اولاد: ذوی الارحام کی اولاد سے (وراثت کی) زیادہ حقدار ہے، جیسے: پوتی کی لڑکی پس بیشک وہ نواسی کے لڑکے سے (وراثت کی) زیادہ حق دار ہے۔

اور اگر ان کے درجے برابر ہوں اور ان میں (کوئی) وارث کی اولاد نہ ہو، یا سب کسی وارث کے توسط سے (میت کی طرف) منسوب ہوتے ہوں تو امام ابو یوسف اور حسن بن زیاد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک فروع کے بدنوں (تذکیر و تانیث) کا اعتبار ہوگا، اور ان پر مال تقسیم ہوگا، خواہ اصول کا وصف — مذکر و مؤنث ہونے میں — متفق ہو یا مختلف۔

اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فروع کے بدنوں کا اعتبار (صرف اس وقت) ہوگا جب کہ اصول (اور فروع) کی صفت (تذکیر و تانیث) متفق ہو، ان دونوں ائمہ

(ابو یوسف، وابن زیادؒ) کے مطابق — اور اگر ان (اصول وفروع) کی صفتیں (ذکورت وانوثت) الگ الگ ہوں تو صرف اصول کا اعتبار ہوگا۔ اور فروع کو اصول کا ترکہ دیا جائے گا، امام ابو یوسف اور حسن بن زیاد رحمہما اللہ کے قول کے برخلاف، جیسے: اگر کوئی شخص ایک نواسہ اور ایک نواسی چھوڑے تو امام ابو یوسفؒ اور حسن بن زیاد رحمہما اللہ کے نزدیک ان دونوں کے درمیان ترکہ مذکر کے لیے دو مؤنث کے حصے کے برابر (تقسیم) ہوگا۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی ایسا ہی ہے؛ اس لیے کہ اصول کی صفت (ذکورت وانوثت) ایک ہے (یعنی دونوں لڑکی کی اولاد ہیں)۔

اور اگر کوئی شخص نواسے کی لڑکی اور نواسی کا لڑکا چھوڑے تو امام ابو یوسف اور حسن بن زیاد رحمہما اللہ کے نزدیک ترکہ فروع کے درمیان، تین حصوں میں تقسیم ہوگا، بدنوں کے اعتبار سے اس کا دو ثلث مذکر کو اور اس کا ایک ثلث مؤنث کو ملے گا۔

اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ترکہ اصول کے درمیان رہے گا۔ میری مراد ہے: دوسرے بطن میں تین حصوں میں تقسیم ہوگا؛ اس کا دو ثلث نواسے کی لڑکی کو- اس کے باپ کا حصہ- اور ایک ثلث نواسی کے لڑکے کو- اس کی ماں کا حصہ- ملے گا۔

امام محمدؒ کے مسلک پر ذوی الارحام کے چند مسائل کی وضاحت

ذوی الارحام کی توریث میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول واضح ہے۔ ان کے نزدیک آخری بطن کی تذکیر وتانیث کا اعتبار ہے۔ اسی کے لحاظ سے مذکر کو مؤنث کا دوگنا دیا جاتا ہے؛ مگر آپ کا قول مفتی بہ نہیں؛ بلکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول مفتی بہ ہے، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک آخری بطن کی تذکیر وتانیث کا اعتبار اسی وقت ہے جب اصول: تذکیر وتانیث میں مختلف نہ ہوں، نہ فروع میں تعدد ہو اور نہ کسی فرع کا رشتہ متعدد اصول سے ہو۔ اگر اصول: وصفِ تذکیر وتانیث میں مختلف ہوں یا فروع میں تعدد ہو یا کسی فرع کا رشتہ متعدد اصول سے ہو تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک میں تفصیل ہے:

تذکیروتانیث میں اختلافِ بطون کا حکم

اگر ذوی الارحام کے کئی بطون ہوں یعنی وہ متعدد اصولوں (واسطوں) سے میت کے ساتھ جُڑتے ہوں۔ اور ان اصولوں میں ذکورت واُنوثت کا اختلاف ہو یعنی بعض اصول: مذکر ہوں اور بعض مؤنث (اور فروع میں تعدد ہو نہ رشتہ میں یعنی ہر اصل کی ایک ہی فرع ہو اور ایک ہی رشتہ سے ہو) تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک: ترکہ اولاً پہلے اختلافی بطن پر تقسیم ہوتا ہے۔ اور مذکر کو مؤنث کا دوگنا دیا جاتا ہے۔ پھر مذکر ومؤنث کے گروپ بنائے جاتے ہیں۔ اور ہر گروپ کے حصے جمع کیے جاتے ہیں۔ پھر اگر نیچے بھی اختلاف ہو تو وہ مجموعی حصص نیچے کے بطون میں صفتِ ذکورت وانوثت کے لحاظ سے تقسیم کیے جاتے ہیں۔ اسی طرح ترکہ تقسیم ہوتا ہوا فروع تک آتا ہے؛ البتہ جس بطن میں تذکیر وتانیث کا اختلاف نہ ہو اس کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے یعنی اس بطن میں تقسیم نہیں ہوتی۔ اور اگر کسی جگہ کسر واقع ہو تو قواعدِ تصحیح سے مسئلہ کی تصحیح کی جاتی ہے۔ جیسے: پانچ ذوی الارحام زید کے وارث ہیں۔ تین وارث: زید کی تین لڑکیوں کی اولاد کی اولاد ہیں۔ اور دو: زید کے دو لڑکوں کی مؤنث اولاد کی اولاد ہیں: اس طرح:

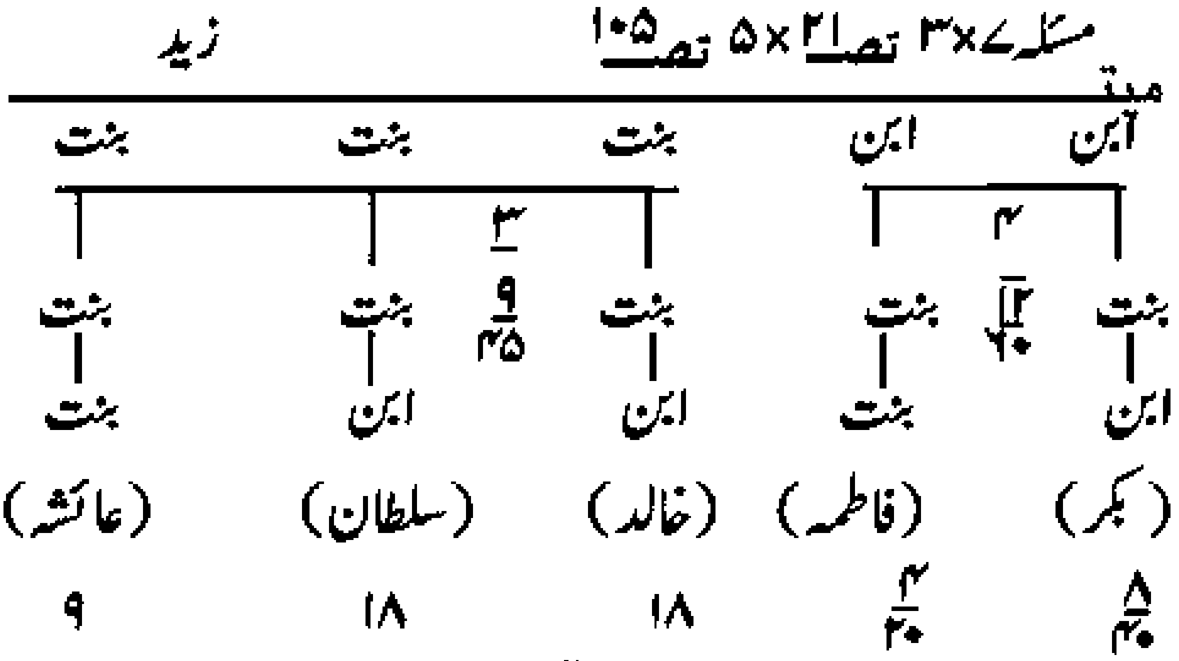

وضاحت: زید کا ترکہ اولاً: پہلے بطن میں تقسیم کیا۔ مسئلہ ورثاء کے رؤوس سات سے بنا۔ ہر لڑکے کو دو اور ہر لڑکی کو ایک دیا۔ پھر لڑکوں کا گروپ بنا کر ان کے حصے جمع کر دیے تو وہ ۴ ہوئے۔ اسی طرح لڑکیوں کا گروپ بنا کر ان کے حصے جمع کر دیے تو وہ ۳ ہوئے۔ پھر

بطن ثانی میں مذکر و مؤنث کا اختلاف نہیں ہے، سب مؤنث ہیں؛ اس لیے اس بطن کو نظر انداز کر دیا۔ پھر تیسرے بطن میں: دو لڑکوں کے نیچے ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہیں۔ ان پر چار تقسیم نہیں ہوتا؛ اس لیے ان کے رؤوس تین سے مسئلہ کی تصحیح کی تو ۲۱ سے تصحیح ہوئی۔ پھر تین کو چار اور تین میں ضرب دیا تو لڑکوں کے حصے میں بارہ آئے اور لڑکیوں کے حصے میں نو۔ لڑکوں کے بارہ تیسرے بطن میں تقسیم کیے تو بکر کو آٹھ اور فاطمہ کو چار ملے۔

اور لڑکیوں کے گروپ کے نیچے بھی تیسرے بطن میں اختلاف ہے۔ دو لڑکے اور ایک لڑکی ہیں۔ ان پر نو برابر تقسیم نہیں ہوتے تو رؤوس پانچ کو ۲۱ میں ضرب دیا تو ۱۰۵ سے مسئلہ کی دوسری بار تصحیح ہوئی۔ اس میں سے بطن اول کے لڑکوں کو ۶۰ ملے اور لڑکیوں کو ۴۵ جو بطن ثالث میں تقسیم کر دیے پس زید کی پوتی کے لڑکے بکر کو چالیس اور دوسری پوتی کی لڑکی فاطمہ کو بیس اور نواسی کے لڑکے خالد کو اٹھارہ اور دوسری نواسی کے لڑکے سلطان کو بھی اٹھارہ؛ اور تیسری نواسی کی لڑکی عائشہ کو نو ملے۔

نوٹ: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے مثال بہت لمبی چوڑی دی ہے۔ جو بالکل نادر الوقوع ہے؛ اس لیے یہ دوسری مثال پیش کی جا رہی ہے۔ مصنف کی مثال کی وضاحت عبارت کے ترجمہ کے بعد آئے گی۔

وَكَذٰلِكَ عِنْدَ مُحَمَّدٍ – رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى – إِذَا كَانَ فِي أَوْلَادِ الْبَنَاتِ بُطُوْنٌ مُخْتَلِفَةٌ يُقْسَمُ الْمَالُ عَلٰى أَوَّلِ بَطْنٍ اِخْتَلَفَ فِي الْأُصُوْلِ، ثُمَّ يُجْعَلُ الذُّكُوْرُ طَائِفَةً وَالْإِنَاثُ طَائِفَةً بَعْدَ الْقِسْمَةِ، فَمَا أَصَابَ الذُّكُوْرَ يُجْمَعُ وَيُقْسَمُ عَلٰى أَعْلَى الْخِلَافِ الَّذِيْ وَقَعَ فِيْ أَوْلَادِهِمْ، وَكَذٰلِكَ مَا أَصَابَ الْإِنَاثَ، وَهٰكَذَا يُعْمَلُ إِلٰى أَنْ يَنْتَهِيَ بِهٰذِهِ الصُّوْرَةِ:

میت

بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	ابن	ابن	ابن
بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت
بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	ابن	ابن	ابن	بنت	بنت	ابن
بنت	بنت	بنت	ابن	ابن	ابن	بنت	بنت	ابن	بنت	بنت	بنت
بنت	بنت	ابن	بنت	بنت	ابن	بنت	بنت	بنت	بنت	ابن	بنت
بنت	ابن	بنت	ابن	بنت	بنت	ابن	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت

ترجمہ: اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اسی طرح ہے (یعنی گذشتہ قاعدے سے تقسیم ہوگی) جب کہ لڑکیوں کی اولاد میں (مذکر و مؤنث کے) اختلاف والے کئی بطون ہوں، ترکہ ایسے پہلے بطن پر تقسیم ہوگا، جس کے اصول میں (مذکر و مؤنث کا) اختلاف ہوگا، پھر تقسیم کے بعد مذکر کی ایک جماعت اور مؤنث کی ایک جماعت بنائی جائے گی، پھر جو کچھ مذکر کو ملے گا، اسے جمع کرلیا جائے گا، اور ان (مذکر) کی اولاد میں جن میں پہلے اختلاف ہوا ہو تقسیم کیا جائے گا، اور اسی طرح جو مؤنث کی جماعت کو ملے گا (اسے بھی مؤنث کی اولاد پر تقسیم کیا جائے گا) اور ایسا ہی کیا جائے گا؛ یہاں تک کہ عمل انتہا کو پہونچ جائے۔ اس نقشہ کے مطابق (اس کے بعد نقشہ ہے)۔

تشریح: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے جو لمبی چوڑی صورت مسئلہ بیان کی ہے، اس کی تخریج یہ ہے:

مسئلہ ۱۵×۴ تصح ۶۰ زید

میت

بطن اول: بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت | ابن ابن ابن

۹/۳۶ ۶/۲۴

بطن دوم: بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت

بطن سوم: بنت بنت بنت بنت بنت بنت ابن ابن ابن | بنت بنت ابن

۱۸ ۱۸ ۱۲ ۱۲

بطن چہارم: بنت بنت بنت ابن ابن ابن بنت بنت ابن بنت بنت بنت

۶ ۱۲ ۹ ۹

بطن پنجم: بنت بنت ابن بنت بنت ابن بنت بنت بنت | بنت ابن بنت

۳ ۳ ۶ ۶ ۴ ۸

بطن ششم: بنت ابن بنت ابن بنت بنت ابن بنت بنت بنت بنت بنت

فاطمہ کریم نسیمہ عزیز عائشہ نفیسہ خالد سلطانہ سمیہ زکیہ بشریٰ حسنی

۱ ۲ ۳ ۴ ۲ ۶ ۶ ۳ ۹ ۴ ۸ ۱۲

وضاحت: بطنِ اول میں نو مؤنث اور تین مذکر ہیں؛ اس لیے مذکر و مؤنث کی الگ الگ جماعتیں بنائیں (یعنی تمام مؤنث کے نیچے ایک لمبی لکیر کھینچ دیں اور تمام مذکر کے نیچے بھی) اور مسئلہ پندرہ سے بنا، نو حصے لڑکیوں کو اور چھ حصے لڑکوں کو دیے۔

دوسرے بطن میں چوں کہ سب ورثہ مؤنث ہیں؛ اس لیے اس بطن کو کالعدم قرار دیا گیا، اس میں تقسیم نہیں ہوئی۔

تیسرے بطن میں لڑکیوں کے گروپ کے نیچے چھ لڑکیاں اور تین لڑکے ہیں اور ایک لڑکا دو لڑکیوں کے برابر ہوتا ہے؛ اس لیے کل رؤوس بارہ ہوئے، اور ان کے حصے نو ہیں پس رؤوس اور سہام میں ''توافق بالثلث'' ہے رؤوس کے وفق چار کو اصل مسئلہ پندرہ میں ضرب دیا، حاصلِ ضرب ساٹھ سے مسئلہ کی تصحیح ہوئی پھر مذکر و مؤنث کے سہام کو مضروب چار میں ضرب دیا، مؤنث کے حصے چھتیس ہوئے، ان میں سے اس کی مؤنث فروع کو اٹھارہ اور مذکر فروع کو بھی اٹھارہ حصے دیے۔

پھر ان تینوں مذکر کی فروع میں دونوں مؤنثوں کو مشترکہ طور پر نو حصے اور مذکر کو تنہا نو حصے ملے، پھر مذکر کے اس نو حصوں کو براہِ راست چھٹے بطن کی مؤنث (سمیہ) کو دے دیا۔

اور مذکورہ دونوں مؤنثوں کی فرع (پانچویں بطن) میں اختلاف نہیں ہے؛ اس لیے دونوں مؤنثوں کے نو حصوں میں سے چھٹے بطن کے مذکر (خالد) کو چھ اور مؤنث (سلطانہ) کو تین دیا، پھر تیسرے بطن کی لڑکیوں کی فروع میں تین لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں؛ اس لیے اٹھارہ میں سے چھ تینوں لڑکیوں کو اور بارہ تینوں لڑکوں کو دیا گیا۔

پھر پانچویں بطن میں (تینوں لڑکوں کے فروع میں) ایک لڑکا اور دو لڑکیاں ہیں، چھ حصے دونوں لڑکیوں کو اور چھ تنہا لڑکے کو ملا، پھر اس لڑکے کا حصہ چھٹی بطن والی لڑکی (نفیسہ) کو دیا، پانچویں بطن کی دونوں لڑکیوں کے مشترکہ چھ حصے میں سے چھٹے بطن والے مذکر (عزیز) کو چار اور مؤنث (عائشہ) کو دو دیا۔

پھر چوتھے بطن کی تین لڑکیاں جن کو مشترکہ طور پر چھ حصے ملے تھے، ان میں سے دونوں لڑکیوں کو تین اور لڑکے کو تنہا تین دیا، پھر لڑکے کا حصہ اس کی فرع (نسیمہ) مؤنث کو دیا۔

پانچویں بطن کی دو مؤنث کے حصے تین میں سے چھٹے بطن کے مذکر (کریم) کو دو اور مؤنث (فاطمہ) کو ایک دیا۔

اب پھر پہلے بطن کی تین مذکر والی جماعت کو لیں ان کو اصل مسئلہ سے چھ اور تصحیح سے چوبیس حصے ملے تھے، اسی چوبیس کو ان کی فرع میں تقسیم کیا۔ دوسرے بطن میں کوئی اختلاف نہیں ہے؛ اس لیے اس سے تعرض نہیں کیا، اور تیسرے بطن میں لڑکے کو بارہ اور دونوں لڑکیوں کو مشترکہ طور پر بارہ دیا۔

پھر لڑکے کا حصہ بارہ چھٹے بطن والی لڑکی (حُسنیٰ) کو دیا، اور دونوں لڑکیوں کی فرع (چوتھے بطن) میں مذکر و مؤنث کا اختلاف نہیں ہے؛ اس لیے اس سے تعرض نہیں کیا؛ بلکہ بارہ میں سے آٹھ پانچویں بطن کے لڑکے کو اور چار لڑکی کو دیا، پھر لڑکے کا حصہ اس کی فرع (بُشریٰ) کو اور لڑکی کا حصہ اس کی فرع (زکیہ) کو دیا۔

اختلافِ بطون کے ساتھ بعض اصول کی متعدد فروع کا حکم

اگر ذوی الارحام کی تذکیر و تانیث میں مختلف بطون ہوں اور ساتھ ہی بعض اصول کی متعدد فروع ہوں تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اختلافی بطن میں تقسیم ترکہ کے وقت: اصول کی صفتِ ذکورت وانوثت کے اختلاف کا بھی اعتبار کرتے ہیں اور فروع کی تعداد کا بھی۔ مثلاً: زید کی تین لڑکیاں تھیں۔ پہلی لڑکی کی لڑکی (نواسی) کی لڑکی (پرنواسی) کے دو لڑکے ہیں (یہ فروع کا تعدد ہے) اور دوسری لڑکی کی لڑکی (نواسی) کے لڑکے (پرنواسے) کی ایک لڑکی ہے۔ اور تیسری لڑکی کے لڑکے (نواسے) کی لڑکی (پرنواسی) کی دو لڑکیاں ہیں (یہ بھی فرع کا تعدد ہے) تو ترکہ پہلے بطن دوم میں تقسیم ہوگا (بطن اول میں وصفِ ذکورت وانوثت میں اختلاف نہ ہونے کی وجہ سے اس کو نظر انداز کر دیا جائے گا) اور چوں کہ پہلی لڑکی کی فرع میں دو لڑکے ہیں؛ اس لیے بطن دوم وسوم میں (اس کے نیچے کی) لڑکیوں کو دو دو فرض کیا جائے گا۔ اسی طرح تیسری لڑکی کی فرع میں بھی دو لڑکیاں ہیں؛ اس لیے (اس کے نیچے) بطن دوم وسوم کے لڑکے اور لڑکی کو دو دو فرض کیا جائے گا۔ اور اولا بطن دوم میں ترکہ تقسیم کیا جائے گا۔ پھر بطن سوم میں پھر بطن چہارم میں زندہ ورثاء کے درمیان تقسیم ہوگا۔

تخریج مسئلہ اس طرح ہے:

مسئلہ ۷ × ۴ تصـ ۲۸ زید

میت

بطن اول:	بنت	بنت	بنت
بطن دوم:	بنت	بنت	ابن
	۲	۱	۴/۱۶
	۳/۱۲		

بطن سوم:	بنت		ابن	بنت	
بطن چہارم:	ابن	ابن	بنت	بنت	بنت
	۳	۳	۶	۸	۸

وضاحت: پہلی لڑکی کی فرع میں دو لڑکے ہیں؛ لہٰذا اوپر کی (اس کے نیچے کی) تمام مؤنثوں کو دو دو فرض کیا گیا، اور تیسری لڑکی کی فرع میں دو لڑکیاں ہیں؛ اس لیے اوپر کی لڑکی اور لڑکے کو دو دو فرض کیا گیا۔ اور دوسری لڑکی کے نیچے ایک ہی لڑکی ہے؛ اس لیے اس میں کوئی تعدد نہیں۔

پھر پہلے بطن میں اختلاف نہ ہونے کی وجہ سے اُسے چھوڑ دیا گیا، دوسرے بطن کے نمبر ایک کی بنت کو دو بنت فرض کیا گیا تھا، اور نمبر دو کی ایک بنت ہے کل تین بنات ہوئیں، اور دوسرے بطن کا ابن دو ابن کے قائم مقام ہے، اور دو ابن چار بنت کے قائم مقام ہوتے ہیں۔ اس طرح رؤوس کی تعداد سات ہوگئی؛ اس لیے سات سے مسئلہ بنایا اور دوسرے بطن میں لڑکے کو چار اور تین لڑکیوں کو مشترکہ طور پر تین دیا، پھر دونوں لڑکیوں کا علیحدہ گروپ بنایا اور لڑکے کا علیحدہ۔

ان دونوں لڑکیوں کا مشترکہ حصہ (تین) ان کے فروع کو دیا گیا، ان دونوں کے فروع میں ایک ابن اور ایک بنت (دو بنت کے قائم مقام ہے)، عددِ رؤوس (چار) اور سہام (تین) میں تباین کی نسبت ہے؛ اس لیے کل عدد رؤوس (چار) کو اصل مسئلہ (سات) میں ضرب دیا، حاصل ضرب اٹھائیس ہوا۔

حصہ دینے کے لیے لڑکیوں کے مشترکہ حصے (تین) کو مضروب (چار) میں ضرب دیا، حاصلِ ضرب (بارہ) میں سے چھ حصے تیسرے بطن کی لڑکی کو دیا؛ اس لیے کہ وہ دو لڑکیوں کے قائم مقام ہے، اور چھ حصے لڑکے کو دیے، پھر لڑکے والے حصے کو اس کی فرع بنت کو دیا، اور لڑکی والے حصے کو اس کی فرع دو ابن کو تین تین دیا۔

پھر بطنِ دوم کے لڑکے کے اصل مسئلہ سے ملے ہوئے حصے: چار کو مضروب چار میں ضرب دیا، حاصل ضرب سولہ ہوا، یہی سولہ اس کی آخری فرع یعنی بطن چہارم والی دونوں لڑکیوں کو دیا گیا۔

اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے مطابق صرف بطن چہارم میں تقسیم ہوگی۔ مسئلہ ے سے بنے گا دونوں لڑکوں کو دو دو اور ہر لڑکی کو ایک ایک ملے گا۔

وَكَذٰلِكَ مُحَمَّدٌ — رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ — يَأْخُذُ الصِّفَةَ مِنَ الْأَصْلِ حَالَ الْقِسْمَةِ عَلَيْهِ، وَالْعَدَدَ مِنَ الْفُرُوْعِ؛ كَمَا إِذَا تَرَكَ: اِبْنَيْ بِنْتِ بِنْتٍ، وَبِنْتَ ابْنِ بِنْتِ بِنْتٍ، وَبِنْتَيْ بِنْتِ ابْنِ بِنْتٍ، بِهٰذِهِ الصُّوْرَةِ:

میت

ابني بنتِ بنتٍ　　بنتَ ابنِ بنتِ بنتٍ　　بنتي بنت ابن بنتٍ

عِنْدَ أَبِي يُوْسُفَ — رَحِمَهُ اللّٰهُ — يُقْسَمُ المَالُ بَيْنَ الفُرُوْعِ أَسْبَاعًا بِاعْتِبَارِ أَبْدَانِهِمْ وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ — رَحِمَهُ اللّٰهُ — يُقْسَمُ المَالُ عَلىٰ أَعْلَى الْخِلَافِ، أَعْنِيْ فِي الْبَطْنِ الثَّانِيْ أَسْبَاعًا بِاعْتِبَارِ عَدَدِ الفُرُوْعِ فِي الْأُصُوْلِ؛ أَرْبَعَةُ أَسْبَاعِهِ لِبِنْتَيْ بِنْتِ ابْنِ الْبِنْتِ: نَصِيْبُ جَدِّهِمَا، وَثَلَاثَةُ أَسْبَاعِهِ: وَهُوَ نَصِيْبُ الْبِنْتَيْنِ يُقْسَمُ عَلىٰ وَلَدَيْهِمَا، أَعْنِيْ فِي الْبَطْنِ الثَّالِثِ أَنْصَافًا؛ نِصْفُهُ لِبِنْتِ ابْنِ بِنْتِ الْبِنْتِ: نَصِيْبُ أَبِيْهَا وَالنِّصْفُ الآخَرُ لِابْنَيْ بِنْتِ بِنْتِ الْبِنْتِ: نَصِيْبُ أُمِّهِمَا. وَتَصِحُّ الْمَسْئَلَةُ مِنْ ثَمَانِيَةٍ وَعِشْرِيْنَ.

ترجمہ: اور ایسے ہی امام محمد رحمہ اللہ، اصول[1] پر ترکہ تقسیم کرتے وقت اصل کی صفت

[1] اوپر کے رشتہ داروں کو "اصول" اور نیچے کے رشتہ داروں کو "فروع" کہتے ہیں۔

(ذکورت وانوثت) اور فرع کی تعداد کا لحاظ کرتے ہیں، جیسے: (مرنے کے بعد) کوئی شخص نواسی کے دو نواسوں، اور نواسی کی ایک پوتی اور نواسے کی دو نواسیوں کو چھوڑے، ذیل کے نقشہ کے مطابق (اس کے بعد نقشہ ہے) تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ترکہ (صرف) فروع کے درمیان ان کی تعداد کے اعتبار سے سات حصوں میں تقسیم ہوگا۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ترکہ سب سے پہلے والے اختلافی بطن میں — یعنی دوسرے بطن میں — (ان کے) اصول میں فروع کی تعداد کے اعتبار سے سات حصوں میں تقسیم ہوگا، اس سات میں سے چار حصے نواسے کی دونوں نواسیوں کو: ان کے جد (نانا) کا حصہ ملے گا، اور سات میں سے تین حصے — جو (دوسرے بطن کی) دونوں لڑکیوں کا حصہ ہے، ان دونوں (لڑکیوں) کی اولاد پر — یعنی تیسرے بطن میں آدھا آدھا تقسیم ہوگا؛ آدھا نواسی کی پوتی کو — اس کے والد کا حصہ، اور آدھا نواسی کے دونوں نواسوں کو — ان کی والدہ کا حصہ ملے گا۔ اور مسئلے کی تصحیح اٹھائیس سے ہوگی۔

ذوی الارحام میں مفتی بہ قول

ذوی الارحام کے باب میں حنفیہ کے یہاں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر فتویٰ ہے، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور تر روایت بھی یہی ہے۔

وَقَوْلُ مُحَمَّدٍ — رَحِمَهُ اللّٰهُ — أَشْهَرُ الرِّوَايَتَيْنِ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ — رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى — فِيْ جَمِيْعِ ذَوِى الْأَرْحَامِ وَعَلَيْهِ الْفَتْوٰى.

ترجمہ: اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول، ذوی الارحام کے تمام مسئلوں میں، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے (مروی) دو روایتوں میں مشہور تر (روایت) ہے، اور اسی پر فتویٰ بھی ہے۔

فائدہ: امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے مطابق تخریج آسان ہے، آسانی کی وجہ سے ائمۂ بخاری نے ذوی الارحام کے باب اور حیض کے مسائل میں امام موصوف کا مسلک اختیار فرمایا ہے۔ وَذَكَرَ بَعْضُهُمْ أَنَّ مَشَائِخَ بخاری أَخَذُوْا

بِقَوْلِ أَبِي يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تعالىٰ في مسائلِ ذَوِي الأَرحامِ والحيضِ؛ لأنه أيسرُ على المفتي۔ (شریفیہ ص:۱۲۰)۔

فصل: تعدّدِ رشتہ کا اعتبار

اگر ذوی الارحام کے کئی بطون ہوں اوران میں تذکیروتانیث کے اختلاف کے ساتھ رشتہ میں بھی تعدّد ہو یعنی کسی فرع کا رشتہ متعدد اصول سے ہوتو احناف ذوی الارحام کی توریث میں رشتہ کے تعدد کا بھی لحاظ کرتے ہیں: امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اصول کے ساتھ رشتوں سے: فرع کی تعداد متعین کرتے ہیں۔اورامام محمد رحمۃ اللہ علیہ اصل کی تعداد: فرع کے اعتبار سے متعین کرتے ہیں۔مثلاً: زید کی تین لڑکیاں تھیں۔پہلی لڑکی کا ایک بیٹا تھااور دوسری لڑکی کی ایک بیٹی تھی۔دونوں خالہ زادوں کا نکاح ہواان سے دولڑکیاں: سکینہ اور فاطمہ ہیں۔اور تیسری لڑکی کی ایک بیٹی تھی اس کا ایک لڑکا ایوب ہے۔پس امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سکینہ اور فاطمہ کو دو دولڑکیاں فرض کرتے ہیں؛ کیوں کہ ان کا رشتہ دو اصلوں (ماں اور باپ) سے ہے۔اورامام محمد رحمۃ اللہ علیہ سکینہ اور فاطمہ کے ماں اور باپ کو دو دوفرض کرکے میراث تقسیم کرتے ہیں۔تخریج مسئلہ یہ ہے:

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک

مسئلہ٦ — خورشید

میت

بنت	بنت	بنت
ابن —— (زوجین) ——	بنت	بنت
بنت	بنت	ابن
(سکینہ)	(فاطمہ)	(ایوب)
۲	۲	۲

وضاحت: امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ صرف تیسرے بطن میں ترکہ تقسیم کرتے ہیں۔وہ سکینہ اور فاطمہ کو دو دولڑکیاں مانتے ہیں: باپ اور ماں کے اعتبار سے پس کل چھ

وارث ہوئے۔ لہٰذا چھ سے مسئلہ بنا: دو سکینہ کو، دو فاطمہ کو اور دو ایوب کو ملا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک

مسئلہ ۷×۴ تص ۲۸ خورشید

میت

بنت		بنت		بنت
ابن	(زوجین)	بنت		بنت
۴/۱۶			۳/۱۲	ابن
بنت		بنت		(ایوب)
(سکینہ)		(فاطمہ)		۶
۱۱		۱۱		

۱۶+۶=۲۲

وضاحت: اس مثال میں پہلے بطن میں کوئی اختلاف نہیں، دوسرے بطن میں دو بنت اور ایک ابن ہیں۔

ابن اور بنت زوجین ہیں، ان دونوں سے دو لڑکیاں پیدا ہوئی ہیں، ان دونوں لڑکیوں کی وجہ سے زوجین میں سے ہر ایک کو ڈبل فرض کیا گیا، (یعنی ایک ابن کو دو ابن اور ایک بنت کو دو بنت فرض کیا گیا) اور ایک ابن؛ چوں کہ دو بنت کے قائم مقام ہوتا ہے؛ اس لیے دو ابن چار بنت کے قائم مقام ہو گئے، گویا دوسرے بطن میں سات لڑکیاں ہیں؛ اس لیے سات سے مسئلہ بنایا، چار حصے ایک ابن کو دیے، اور تین حصے دونوں بنت کو مشترکہ طور پر دیے۔

پھر دوسرے بطن والے ورثہ کے حصے تیسرے بطن میں منتقل کیے۔ زوجین کے حصے دونوں بنت کو ملے، اور نمبر تین والی بنت کا حصہ اس کے نیچے والے ابن کو ملا۔

تیسرے بطن کی دو بنت کو اس کے والد کا حصہ (چار) دیا تو کسر واقع نہیں ہوئی؛ لیکن دو بنت کا مشترکہ حصہ "تین" اس کی فرع (دو بنت اور ایک ابن) پر برابر برابر تقسیم نہیں ہوتا؛ اس لیے کہ ایک ابن، دو بنت کے قائم مقام ہوتا ہے، تو گویا تیسرے بطن میں چار بنت ہو گئیں؛ اس لیے عددِ رؤس "چار" کو اصل مسئلہ سات میں ضرب دیا گیا، حاصلِ ضرب اٹھائیس ہوا۔

اب دونوں بنت کو مشترکہ طور پر ملے ہوئے حصے تین کو مضروب چار میں ضرب دیا

گیا، حاصلِ ضرب بارہ میں سے چھ تیسرے بطن والی دونوں لڑکیوں کو اور چھ حصے تیسرے بطن والے ابن (ایوب) کو دیا گیا۔

دوسرے بطن کے نمبر ایک والے ابن کے حصے چار جو تیسرے بطن کی دونوں لڑکیوں کو منتقل کیے گئے تھے، ان کو بھی مضروب چار میں ضرب دیا گیا، حاصلِ ضرب سولہ ہوا، یہ سولہ دونوں لڑکیوں کو اُن کے والد کا حصہ دیا گیا۔

اب ان دونوں لڑکیوں کے حصے بائیس ہو گئے، سولہ حصے ان کے والد کی طرف سے ملے اور چھ حصے ان کی والدہ کی طرف سے۔ اور تیسرے بطن والے لڑکے کو صرف چھ اس کی والدہ والا حصہ ملا۔

فَصْلٌ: عُلَمَاؤُنَا — رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی — يَعْتَبِرُوْنَ الجِهَاتِ فِي التَّوْرِيْثِ غَيْرَ أَنَّ أَبَا يُوْسُفَ — رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی — يَعْتَبِرُ الجِهَاتِ فِي أَبْدَانِ الفُرُوْعِ، وَمُحَمَّدًا — رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی — يَعْتَبِرُ الجِهَاتِ فِي الْأُصُوْلِ.

كَمَا إِذَا تَرَکَ بِنْتَيْ بِنْتِ بِنْتٍ، وَهُمَا أَيْضًا بِنْتَا اِبْنِ بِنْتٍ، وَابْنَ بِنْتِ بِنْتٍ بِهٰذِهِ الصُّوْرَةِ:

عِنْدَ أَبِيْ يُوْسُفَ — رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی — يَكُوْنُ المَالُ بَيْنَهُمْ أَثْلَاثًا، وَصَارَ كَأَنَّهُ تَرَکَ أَرْبَعَ بَنَاتٍ وَابْنًا؛ ثُلُثَاهُ لِبِنْتَيْنِ وَثُلُثُهُ لِلِابْنِ.

وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ — رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی — يُقْسَمُ المَالُ بَيْنَهُمْ عَلٰى ثَمَانِيَةٍ وَعِشْرِيْنَ سَهْمًا؛ لِلْبِنْتَيْنِ اِثْنَانِ وَعِشْرُوْنَ سَهْمًا: سِتَّةَ عَشَرَ سَهْمًا مِنْ قِبَلِ أَبِيهِمَا، وَسِتَّةُ أَسْهُمٍ مِنْ قِبَلِ أُمِّهِمَا، وَلِلِابْنِ سِتَّةُ أَسْهُمٍ مِنْ قِبَلِ أُمِّهِ.

ترجمہ: ہمارے علمائے احناف (ذوی الارحام کو) وارث بنانے میں (رشتوں

کی) جہت کا اعتبار کرتے ہیں؛ مگر امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فروع کے عددِ رؤوس میں (تعددِ) جہت کا اعتبار کرتے ہیں اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اصول (یعنی اوپر کے رشتوں) میں (تعددِ) جہت کا اعتبار کرتے ہیں۔

جیسے: جب کوئی شخص اپنی نواسی کی دو لڑکیاں چھوڑے نیز یہی دونوں لڑکیاں اس کے نواسے کی لڑکیاں بھی ہوں، اور (دوسری) نواسی کا ایک لڑکا (چھوڑے) ذیل کے اس نقشہ کے مطابق — تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان میں ترکہ تین حصوں میں تقسیم ہوگا، اور ایسا ہوگا جیسے کہ میت نے چار لڑکیاں اور ایک لڑکا چھوڑا ہو، ترکے کا ''دو ثلث'' دونوں لڑکیوں کو، اور ایک ثلث لڑکے کو ملے گا۔

اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ترکہ ان کے درمیان اٹھائیس حصوں میں تقسیم ہوگا، دونوں لڑکیوں کو بائیس حصے ملیں گے: سولہ حصے ان کے والد کی جانب سے، اور چھ حصے ان کی والدہ کی طرف سے، اور لڑکے کو اس کی ماں کی جانب سے چھ حصے ملیں گے۔

فصل: دوسری قسم کے ذوی الارحام
(اصول میت)

''ذوی الارحام'' کی دوسری قسم: اجدادِ فاسد اور جداتِ فاسدہ ہیں۔ جد فاسد: وہ مذکر اصلِ بعید ہے جس کا میت سے رشتہ جوڑنے میں مؤنث کا واسطہ آئے۔ جیسے میت کی ماں کا باپ (نانا) میت کی ماں کے باپ کا باپ (پرنانا) اور جدۂ فاسدہ: وہ مؤنث اصلِ بعید ہے جس کا میت سے رشتہ جوڑنے میں جد فاسد کا واسطہ آئے۔ جیسے میت کی ماں کے باپ (نانا) کی ماں اور میت کی ماں کے باپ کی ماں کی ماں۔

اس کے بعد جاننا چاہیے کہ ذوی الارحام کی دوسری قسم کی توریث کی پانچ صورتیں ہیں:

پہلی صورت: اگر دوسری قسم کے ذوی الارحام کئی ہوں اور بعض رشتہ میں قریب اور بعض دور ہوں تو اقرب وارث ہوگا اور ابعد محروم ہوگا خواہ سب ماں کے رشتہ کے ہوں یا باپ کے۔ جیسے نانا اور نانی کا باپ: نانا اقرب ہے؛ اس لیے وہ وارث ہوگا اور نانی کا باپ ایک درجہ دور ہے؛ اس لیے وہ محروم ہوگا۔

دوسری صورت: دوسری قسم کے ذوی الارحام متعدد ہوں اور سب رشتہ میں برابر ہوں؛ لیکن بعض کا رشتہ: میت سے وارث کے واسطہ سے ہو اور بعض کا غیر وارث (ذوی الارحام) کے واسطہ سے، تو دو رائیں ہیں:

پہلی رائے: ابو سہیل فرائضی وغیرہ کی ہے کہ جس کا رشتہ وارث کے واسطہ سے ہوگا وہ اولیٰ ہے، اس کو دوسرے پر ترجیح دی جائے گی یعنی وہ وارث ہوگا اور دوسرا محروم۔

دوسری رائے: سلیمان جوزجانی وغیرہ کی ہے کہ دونوں میراث پانے میں یکساں ہیں۔ اور یہی رائے راجح ہے۔ (شامی: ۵/۵۶۰)۔

جیسے ماں کی ماں (نانی) کا باپ (وارث کے واسطہ سے رشتہ دار ہے) اور ماں کے باپ (نانا) کا باپ (غیر وارث کے واسطہ سے رشتہ دار ہے) پہلی رائے والوں کے نزدیک: پہلا وارث ہوگا اور دوسرا محروم۔ اور دوسری رائے والوں کے نزدیک: دونوں وارث ہوں گے۔ اور ترکہ اولاً بطن دوم یعنی نانا نانی میں تقسیم ہوگا: نانا کو دو اور نانی کو ایک ملے گا۔ پھر وہ بطن ثالث میں ان کے اصول کو پہنچے گا: نانا کے باپ کو دو اور نانی کے باپ کو ایک ملے گا۔ تخریج مسئلہ یہ ہے:

مسئلہ ۳ عدنان
میت

اب ام الام (نانی کا باپ)	اب اب الام (نانا کا باپ)
۱	۲

تیسری صورت: دوسری قسم کے "ذوی الارحام" متعدد ہوں، اور سب رشتہ میں برابر ہوں، اور سب یا تو غیر وارث کے واسطہ سے منسوب ہوں یا وارث کے واسطہ سے، اور صفتِ ذکورت وانوثت میں واسطے متحد ہوں یعنی جن اصول کے ذریعہ وہ منسوب ہوتے ہوں ان میں مذکر و مؤنث کا اختلاف نہ ہو، اور وہ سب خواہ میت کے باپ کے واسطہ سے منسوب ہوں یا ماں کے۔ تو ترکہ ان کے رؤس کے اعتبار سے تقسیم ہوگا اور مذکر کو مؤنث کا دوگنا دیا جائے گا۔ جیسے میت کے باپ کی ماں (دادی) کے باپ کا باپ اور میت کے باپ کی ماں (دادی) کے باپ کی ماں۔ اس صورت میں ترکہ تین حصے ہو کر دو حصے باپ کو

اور ایک حصہ ماں کو ملے گا۔ تخریج مسئلہ یہ ہے:

مسئلہ۳ میت	یاسر
اب اب ام الاب	ام اب ام الاب
۲	۱

نوٹ: مذکورہ دونوں ''ذوی الارحام'' باپ (وارث) کے رشتہ کے ہیں۔ اور میت کے جد فاسد کے ماں باپ ہیں۔

چوتھی صورت: دوسری قسم کے ''ذوی الارحام'' متعدد ہوں، اور سب رشتہ میں برابر ہوں، اور سب یا تو غیر وارث کے واسطہ سے منسوب ہوں یا وارث کے واسطہ سے، اور کسی بطن میں صفتِ ذکورت وانوثت میں اختلاف ہو تو پہلے ترکہ پہلے اختلافی بطن میں تقسیم ہوگا۔ پھر اوپر جائے گا اور مذکر کو مؤنث کا دوگنا ملے گا۔ جیسے میت کے باپ کے باپ (دادا) کے باپ (پردادا) کی ماں کا باپ اور میت کے باپ کی ماں (دادی) کی ماں کی ماں کا باپ۔ ترکہ پہلے بطن دوم میں تقسیم ہوگا۔ دادا کو دو اور دادی کو ایک ملے گا، پھر وہی پانچویں بطن میں زندہ وارثوں کو ملے گا۔ تخریج یہ ہے:

مسئلہ۳ میت	سفیان
اب ام اب اب الاب	اب ام ام الاب
۲	۱

پانچویں صورت: دوسری قسم کے ''ذوی الارحام'' متعدد ہوں، اور رشتہ میں سب برابر ہوں اور پہلے ہی بطن میں مذکر ومؤنث کا اختلاف ہو تو ترکہ اولاً پہلے بطن میں تقسیم ہوگا۔ مذکر کو مؤنث کا دوگنا ملے گا۔ پھر مذکر کا حصہ آخری بطن میں زندہ وارث کو ملے گا اور مؤنث کا حصہ آخری اصل یعنی زندہ وارث کو ملے گا، جیسے میت کے باپ کے باپ کی ماں کے باپ کی ماں اور میت کی ماں کے باپ کے باپ کی ماں۔ ترکہ اولاً: میت کے ماں باپ میں تقسیم ہوگا۔ باپ کو دو اور ماں کو ایک ملے گا۔ پھر وہی پانچویں بطن میں زندہ دو دادیوں کو ملے گا۔ باپ کی طرف کی دادی کو دو اور ماں کی طرف کی دادی کو ایک ملے گا۔ تخریج مسئلہ یہ ہے:

مسئلہ۳
میت

عبدالباقی	
ام اب اب الام	ام اب ام اب الاب
۱	۲

فائدہ: ''ذوی الارحام'' کی دوسری قسم میں اختلاف بطون معتبر ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، اگر چہ ذوی الارحام کی ''پہلی قسم'' میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ صرف آخری بطن میں مذکر کو مونث کے دوگنا کے اعتبار سے ترکہ تقسیم فرماتے ہیں، اوپر کے بطون میں اختلاف ذکورت وانوثت کو معتبر نہیں مانتے ہیں، علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وقد اعتبر أبو يوسف رحمه اللّٰه تعالىٰ هُنا اختلافَ البطونِ وإن لم يعتبرهُ في الصنف الأول (ردالمحتار: ۵/۵٦۱) مکتبہ رشیدیہ پاکستان۔

فَصْلٌ فِي الصِّنفِ الثَّانِيْ

أَوْلٰيهُمْ بِالْمِيْرَاثِ أَقْرَبُهُمْ إِلَى الْمَيِّتِ مِنْ أَيِّ جِهَةٍ كَانَ، وَعِنْدَ الاِسْتِوَاءِ فَمَنْ كَانَ يُدْلِيْ بِوَارِثٍ فَهُوَ أَوْلٰى كَأُمِّ أُمِّ الْأُمِّ أَوْلٰى مِنْ أَبِ أَبِ الْأُمِّ عِنْدَ أَبِيْ سُهَيْلٍ الْفَرَائِضِيِّ، وَأَبِيْ فَضْلٍ الخَصَّافِ، وَعَلِيِّ بْنِ عِيْسىٰ الْبَصْرِيِّ، وَلَا تَفْضِيْلَ لَهُ عِنْدَ أَبِيْ سُلَيْمَانَ الجوزَجَانِيِّ، وَأَبِيْ عَلِيِّ الْبُسْتِيِّ — رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالىٰ[1]

وَإِنْ اسْتَوَتْ مَنَازِلُهُمْ، وَلَيْسَ فِيْهِمْ مَنْ يُدْلِيْ بِوَارِثٍ، أَوْ كَانَ كُلُّهُمْ يُدْلُوْنَ بِوَارِثٍ، وَاتَّفَقَتْ صِفَةُ مَنْ يُدْلُوْنَ بِهِمْ، وَاتَّحَدَتْ قَرَابَتُهُمْ؛ فَالقِسْمَةُ حِيْنَئِذٍ عَلٰى أَبْدَانِهِمْ.

وَإِن اخْتَلَفَتْ صِفَةُ مَنْ يُدْلُوْنَ بِهِمْ، يُقْسَمُ المَالُ عَلٰى أَوَّلِ بَطْنٍ اخْتَلَفَ كَمَا فِي الصِّنْفِ الْأَوَّلِ.

[1] ابوسہل زجاجی ہیں جن کو غزالی، فرضی (یا فرائضی) بھی کہا جاتا ہے، (الجواهر المضيئة مخطوطه ورق ۲۴۸، فهارس مبسوط سرخسي ص: ۵۱۸) بعض نسخوں میں أبی فضل الخفاف ہے اس کی تحقیق نہیں ہوسکی کہ صحیح کیا ہے؟ اور ابوسلیمان جوزجانی کا نام موسیٰ بن سلیمان ہے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور معلی بن منصور کے رفیق ہیں۔ امام محمد کی مبسوط اور امالی کے راوی ہیں۔ اور بُستی بُست کی طرف منسوب ہے جو خراسان کا ایک شہر ہے۔

وَإِنِ اخْتَلَفَتْ قَرَابَتُهُمْ، فَالثُّلُثَانِ لِقَرَابَةِ الْأَبِ: وَهُوَ نَصِيبُ الْأَبِ، وَالثُّلُثُ لِقَرَابَةِ الْأُمِّ: وَهُوَ نَصِيبُ الْأُمِّ، ثُمَّ مَا أَصَابَ لِكُلِّ[1] فَرِيقٍ يُقْسَمُ بَيْنَهُمْ كَمَا لَوِ اتَّحَدَتْ قَرَابَتُهُمْ.

ترجمہ: (یہ) فصل ذوی الارحام کی دوسری قسم (کے بیان) میں ہے: ان میں میراث کے سب سے زیادہ لائق وہ ہیں جو رشتے میں سب سے زیادہ قریب ہیں۔

اور (رشتہ میں) برابر ہونے کے وقت ترکہ کا زیادہ مستحق وہ ہوگا جو (میت سے) کسی وارث کے واسطے سے منسوب ہوتا ہو، جیسے: نانی کا باپ، نانا کے باپ سے ترکے کا زیادہ مستحق ہے، ابو سہیل فرائضیؒ، ابو فضل خصافؒ اور علی بن عیسیٰ بصریؒ کے نزدیک، اور ابو سلیمان جوزجانی اور ابو علی بُستیؒ کے نزدیک (وارث کے واسطہ والے کو دوسرے پر) کوئی فضیلت نہیں ہے۔

اور اگر ان کے درجے برابر ہوں، اور ان میں کوئی بواسطۂ وارث منسوب نہ ہو، یا سب وارث کے واسطے سے منسوب ہوں، اور واسطہ کی صفت (ذکورت وانوثت) بھی ایک ہو، اور ان کے رشتے (بھی) ایک ہوں (یعنی سب ماں کے واسطے سے ہوں یا سب باپ کے واسطے سے ہوں) تو تقسیم اس وقت ان کے رؤوس کے مطابق ہوگی۔

اور اگر واسطہ کی صفت (ذکورت وانوثت) مختلف ہو تو پہلی قسم کی طرح ترکہ سب سے پہلے والے اختلافی بطن پر تقسیم ہوگا۔

اور اگر ان کے رشتے مختلف ہوں (یعنی بعض باپ کے اور بعض ماں کے واسطے سے ہوں) تو باپ کے رشتے والے کو ثلثان ملے گا، اور وہ باپ کا حصہ ہے، اور ثلث ماں کے رشتے والے کو ملے گا، اور وہ ماں کا حصہ ہے، پھر ہر فریق کو جو ملا ہے، وہ ان کے درمیان تقسیم ہوگا، جیسا کہ اگر ان کے رشتے ایک ہوں۔

---

[1] ایک نسخے میں "بکل" ہے۔ (سراجی مع شریفیہ)

فصل: تیسری قسم کے ذوی الارحام

تیسری قسم کے ''ذوی الارحام'' یہ ہیں:

۱۔۔۔ حقیقی، علاتی اور اخیافی بہنوں کی اولاد (مذکر ومؤنث)

۲۔۔۔ حقیقی، علاتی اور اخیافی بھائیوں کی لڑکیاں اور لڑکوں پوتوں کی لڑکیاں (نیچے تک)

۳۔۔۔ اخیافی بھائی کے لڑکے اور لڑکوں کی اولاد (مذکر ومؤنث)

اور تیسری قسم کے ''ذوی الارحام'' کی توریث کی چار صورتیں ہیں:

پہلی صورت: اگر تیسری قسم کے ''ذوی الارحام'' متعدد ہوں، اور بعض قریب کے ہوں اور بعض دور کے، تو اقرب کو میراث ملے گی اور ابعد محروم ہوگا، جیسے: بھانجا ہو تو بھانجے کا لڑکا محروم ہوگا۔

فَصْلٌ فِي الصِّنْفِ الثَّالِثِ

اَلْحُكْمُ فِيهِمْ كَالْحُكْمِ فِي الصِّنْفِ الْأَوَّلِ: أَعْنِيْ أَوْلٰيهُمْ بِالْمِيْرَاثِ أَقْرَبُهُمْ إِلَى الْمَيِّتِ.

ترجمہ: (یہ) فصل (ذوی الارحام کی) تیسری قسم (کے بیان) میں ہے: ان کا حکم بھی پہلی قسم کی طرح ہے، یعنی ان میں میراث کا زیادہ حق دار وہ ہے جو میت سے زیادہ قریب ہو۔

دوسری صورت: اگر تیسری قسم کے ''ذوی الارحام'' متعدد ہوں، اور سب درجہ میں برابر ہوں، اور بعض عصبہ کی اولاد ہوں اور بعض ذوی الارحام کی، تو عصبہ کی اولاد وارث ہوگی اور ذوی الارحام کی اولاد محروم ہوگی، جیسے بھتیجے کی بیٹی اور بھانجی کا بیٹا (خواہ دونوں حقیقی بھائی کی اولاد ہوں یا علاتی کی یا ایک حقیقی کی اور ایک علاتی کی) تو ترکہ سارا بھتیجے کی بیٹی کو ملے گا اور بھانجی کا بیٹا محروم ہوگا؛ کیوں کہ بھتیجے کی اولاد وارث کی اولاد ہے اور بھانجی کا بیٹا ذوی الارحام کی۔

نوٹ: اس صورت کا تتمہ باب کے آخر میں آئے گا:

وَإِنِ اسْتَوَوْا فِي الْقُرْبِ فَوَلَدُ الْعَصَبَةِ أَوْلٰى مِنْ وَلَدِ ذَوِي

الْأَرْحَامِ، كَبِنْتِ ابْنِ الْأَخِ، وَابْنِ بِنْتِ الْأُخْتِ؛ كِلَاهُمَا لِأَبٍ وَأُمٍّ، أَوْ لِأَبٍ، أَوْ أَحَدُهُمَا لِأَبٍ وَأُمٍّ، وَالْآخَرُ لِأَبٍ، الْمَالُ كُلُّهُ لِبِنْتِ ابْنِ ابْنِ الْأَخِ؛ لِأَنَّهَا وَلَدُ الْعَصَبَةِ.

ترجمہ: اور اگر قرب (درجہ) میں سب برابر ہوں تو عصبہ کی اولاد، ذوی الارحام کی اولاد سے (ترکہ کی) زیادہ مستحق ہوگی، جیسے: بھتیجے کی لڑکی اور بھانجی کا لڑکا، دونوں حقیقی ہوں یا علاتی، یا ان دونوں میں سے ایک حقیقی ہو اور دوسرا علاتی، تو پورا ترکہ بھتیجے کی لڑکی کا ہوگا؛ اس لیے کہ وہ عصبہ کی اولاد ہے۔

****

تیسری صورت: اگر تیسری قسم کے ''ذوی الارحام'' متعدد ہوں اور سب درجہ میں برابر ہوں؛ مگر سب اخیافی بہن کی اولاد یا اولاد در اولاد ہوں تو:

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک: ترکہ صرف فروع پر تقسیم ہوگا، اور مذکر کو مؤنث کا دوگنا ملے گا۔

اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک: اخیافی بھائی بہنوں میں؛ چوں کہ مذکر و مؤنث کو برابر ملتا ہے؛ اس لیے ترکہ اصول پر مساوی تقسیم ہوگا، پھر وہی حصہ فروع کو ملے گا۔ جیسے اخیافی بھائی کی پوتی اور اخیافی بہن کی بیٹی کا بیٹا: امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک بھائی کی پوتی کو ایک اور نواسی کے بیٹے کو دو ملیں گے اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک: ترکہ اولاً اخیافی بھائی بہن میں مساوی تقسیم ہوگا: ہر ایک کو ایک ایک ملے گا پھر وہی پوتی اور نواسی کے لڑکے کو ملے گا۔

نوٹ: امام محمد رحمہ اللہ علیہ کا مسلک ظاہر الروایہ ہے؛ اس لیے وہ راجح ہے (شریفیہ ص: ۱۲۵)۔

وَلَوْ كَانَا لِأُمٍّ، الْمَالُ بَيْنَهُمَا لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ — رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ — بِاعْتِبَارِ الْأَبْدَانِ، وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ — رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ — الْمَالُ بَيْنَهُمَا أَنْصَافًا بِاعْتِبَارِ الْأُصُولِ، بِهٰذِهِ الصُّوْرَةِ.

میتہ

ابن بنت الأخت لأم	بنت ابن الأخ لأم

ترجمہ: اور اگر دونوں (بھتیجے کی لڑکی، اور بھانجی کا لڑکا) اخیافی ہوں، تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک رؤوس کے اعتبار سے ان کے درمیان ترکہ مذکر کو دو مؤنث کے حصوں کے برابر (تقسیم ہوگا) اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ترکہ ان کے مابین اصول کے اعتبار سے آدھا آدھا (تقسیم ہوگا) اس نقشہ کے مطابق۔

چوتھی صورت: اگر تیسری قسم کے ''ذوی الارحام'' متعدد ہوں، اور سب درجہ میں برابر ہوں اور کوئی بھی عصبہ کی اولاد نہ ہو یا سب عصبہ کی اولاد ہوں یا بعض عصبہ کی اولاد ہوں اور بعض ذوی الفروض کی تو صاحبین میں اختلاف ہے:

امام ابو یوسف رحمہ اللہ: فروع پر قوتِ قرابت کا لحاظ کرکے ترکہ تقسیم کرتے ہیں اقوی کو وارث بناتے ہیں اور اضعف کو محروم کرتے ہیں یعنی حقیقی بھائی بہن کی فرع کو: علاتی اور اخیافی کی اولاد پر ترجیح دیتے ہیں؛ اس لیے کہ حقیقی کا رشتہ دُوہرا ہے اور علاتی اور اخیافی کا اکہرا۔ اسی طرح علاتی بھائی بہن کی اولاد کو اخیافی بھائی بہن کی اولاد پر ترجیح دیتے ہیں؛ اس لیے کہ علاتی کا رشتہ باپ سے ہے اور اخیافی کا ماں سے۔ اور باپ کا رشتہ ماں کے رشتہ سے قوی ہے۔

اور امام محمد رحمہ اللہ: قوتِ قرابت کا لحاظ نہیں کرتے: البتہ پہلے ترکہ اصول پر صفتِ ذکورت وانوثت کا لحاظ کرکے تقسیم کرتے ہیں۔ اور فروع کی تعداد بھی اصول میں ملحوظ رکھتے ہیں یعنی اگر ایک اصل کی متعدد فروع ہیں تو وہ اصل کو بقدر فروع فرض کرکے ترکہ تقسیم کرتے ہیں، جیسا کہ ذوی الارحام کی پہلی قسم میں کرتے ہیں — اور راجح اور مفتی بہ قول امام محمدؒ کا ہے (شریفیہ ص: ۱۳۵)۔

مثلاً: (۱) تینوں قسم کے (حقیقی، علاتی اور اخیافی) بھائیوں کی تین بیٹیاں ہوں اور تینوں قسم کی بہنوں کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں ہوتو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک

ترکہ حقیقی بھائی بہن کی اولاد کو ملے گا اور علاتی اور اخیافی بھائی بہن کی اولاد محروم ہوگی؛ کیوں کہ اول کی قرابت قوی ہے — (۲) اور اگر علاتی بھائی کی لڑکی اور علاتی بہن کا لڑکا اور لڑکی اور اخیافی بھائی کی لڑکی اور اخیافی بہن کا لڑکا اور لڑکی ہو تو ترکہ علاتی بھائی بہن کی اولاد کو ملے گا۔ اور اخیافی بھائی بہن کی اولاد محروم ہوگی؛ کیوں کہ علاتی کا رشتہ باپ سے ہے جو قوی ہے — (۳) اور اگر صرف اخیافی بھائی کی لڑکی اور اخیافی بہن کا لڑکا اور لڑکی ہوں تو ترکہ ان کو ملے گا؛ اس لیے کہ ان سے قوی کوئی نہیں ہے۔

مسئلہ ۳×۳ تصـ ۹

میت

اخ	اخت		اخ لاب	اخت لاب		اخ لام	اخت لام	
بنت	بنت	ابن	بنت	بنت	ابن	بنت	بنت	ابن
۲						۱		
۳	۱	۲	ساقط			۱	۱	۱

اور امام محمد رحمہ اللہ: پہلی صورت میں حقیقی بھائی کی لڑکی کو اور حقیقی بہن کے لڑکے اور لڑکی کو اور اخیافی بھائی کی لڑکی کو اور اخیافی بہن کے لڑکے اور لڑکی کو ترکہ دیتے ہیں۔ اور علاتی بھائی کی لڑکی کو اور علاتی بہن کے لڑکے اور لڑکی کو محروم کرتے ہیں؛ کیوں کہ حقیقی بھائی بہن کے ساتھ علاتی بھائی بہن وارث نہیں ہوتے اور اخیافی ہوتے ہیں؛ اس لیے کہ وہ ذوی الفروض ہیں اور حقیقی بھائی بہن عصبہ ہیں۔ پس ترکہ کا ایک تہائی اخیافی کی اولاد کو ملے گا اور اخیافی بہن کی؛ چوں کہ دو فروع ہیں؛ اس لیے اس کو دو فرض کیا جائے گا۔ پس کل تین ہوئے: ایک اخیافی بھائی اور دو اخیافی بہنیں؛ اس طرح تہائی ترکہ ان کے درمیان مساوی تقسیم ہوگا ایک حصہ اخیافی بھائی کی لڑکی کو اور ایک ایک حصہ اخیافی بہن کے لڑکے اور لڑکی کو ملے گا۔

اور باقی دو تہائی حقیقی بھائی کی لڑکی کو اور حقیقی بہن کے لڑکے اور لڑکی کو ملے گا۔ اور ترکہ پہلے بھائی بہن میں تقسیم ہوگا اور حقیقی بہن کی؛ چوں کہ دو فروع ہیں؛ اس لیے اس کو دو فرض کیا جائے گا۔ پس ایک حقیقی بھائی اور دو حقیقی بہنیں ہوئیں؛ اس لیے دو تہائی کا نصف بھائی کو ملے گا اور نصف بہن کو پھر بھائی کا حصہ اس کی بیٹی کو ملے گا اور بہن کا حصہ اس کے لڑکے اور لڑکی کو ملے گا۔ اور چوں کہ ایک تین پر تقسیم نہیں ہوتا؛ اس لیے تو مسئلہ کی تصحیح نو سے ہوگی۔

اور دوسری صورت میں؛ جب کہ حقیقی بھائی بہن کی اولاد نہ ہو صرف علاتی اور اخیافی کی اولاد ہو تو بھی ترکہ اسی طرح تقسیم ہوگا۔ علاتی: حقیقی کے قائم مقام ہوں گے۔ اور تیسری صورت میں؛ چوں کہ صرف اخیافی بھائی بہن کی اولاد ہے؛ اس لیے سارا ترکہ انھیں کو ملے گا۔ اور مسئلہ تین سے بنے گا ایک اخیافی بھائی کو اور دو اخیافی بہن کو ملیں گے؛ کیوں کہ اس کی دو فروع ہیں۔ پس وہ دو شمار ہوگی۔ پھر اخیافی بھائی کا حصہ اس کی لڑکی کو ملے گا اور اخیافی بہن کا حصہ اس کے لڑکے اور لڑکی کو آدھا آدھا ملے گا؛ کیوں کا اخیافی میں مذکر کو مؤنث کا دوگنا نہیں ملتا؛ بلکہ برابر تقسیم ہوتا ہے۔

وَإِنِ اسْتَوَوْا فِي الْقُرْبِ، وَلَيْسَ فِيهِمْ وَلَدُ عَصَبَةٍ، أَوْ كَانَ كُلُّهُمْ أَوْلَادَ الْعَصَبَاتِ، أَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ أَوْلَادَ الْعَصَبَاتِ، وَكَانَ بَعْضُهُمْ أَوْلَادَ أَصْحَابِ الْفَرَائِضِ، فَأَبُوْيُوْسُفَ — رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى — يَعْتَبِرُ الْأَقْوٰى. وَمُحَمَّدٌ — رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى — يُقْسِمُ الْمَالَ عَلَى الْإِخْوَةِ وَالْأَخَوَاتِ مَعَ اعْتِبَارِ عَدَدِ الْفُرُوْعِ وَالْجِهَاتِ فِي الْأُصُوْلِ فَمَا أَصَابَ كُلَّ فَرِيْقٍ يُقْسَمُ بَيْنَ فُرُوْعِهِمْ كَمَا فِي الصِّنْفِ الْأَوَّلِ.

كَمَا إِذَا تَرَكَ ثَلَاثَ بَنَاتِ إِخْوَةٍ مُتَفَرِّقِيْنَ، وَثَلَاثَةَ بَنِيْنَ، وَثَلَاثَ بَنَاتِ أَخَوَاتٍ مُتَفَرِّقَاتٍ بِهٰذِهِ الصُّوْرَةِ.

میت

الأخ لأب وأم	الأخت لأب وأم	الأخ لأب	الأخت لأب	الأخ لأم	الأخت لأم
بنت	بنت، ابن	بنت	ابن، بنت	بنت	بنت، ابن

عِنْدَ أَبِيْ يُوْسُفَ — رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى — يُقْسَمُ كُلُّ الْمَالِ بَيْنَ فُرُوْعِ بَنِي الْأَعْيَانِ، ثُمَّ بَيْنَ فُرُوْعِ بَنِي الْعَلَّاتِ، ثُمَّ بَيْنَ فُرُوْعِ بَنِي الْأَخْيَافِ، لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ أَرْبَاعاً بِاعْتِبَارِ الْأَبْدَانِ.

وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ — رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى — يُقْسَمُ ثُلُثُ الْمَالِ بَيْنَ فُرُوْعِ بَنِي الْأَخْيَافِ عَلَى السَّوِيَّةِ أَثْلَاثًا لِاسْتِوَاءِ أُصُوْلِهِمْ فِي الْقِسْمَةِ، وَالْبَاقِيْ بَيْنَ فُرُوْعِ بَنِي الْأَعْيَانِ أَنْصَافًا لِاعْتِبَارِ عَدَدِ

الفُرُوْعِ فِي الْأُصُوْلِ نِصْفُهُ لِبِنْتِ الْأَخِ نَصِيبُ أَبِيهَا، وَالنِّصْفُ الْآخَرُ بَيْنَ وَلَدَيِ الْأُخْتِ — لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ— بِاعْتِبَارِ الْأَبْدَانِ وَتَصِحُّ مِنْ تِسْعَةٍ.

ترجمہ: اور اگر قرب (درجہ) میں سب برابر ہوں اور ان میں کوئی عصبہ کی اولاد نہ ہو یا سب عصبہ کی اولاد ہوں یا بعض عصبہ کی اولاد اور بعض ذوی الفروض کی اولاد ہوں، تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اقوی کا اعتبار کرتے ہیں۔

اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اصول میں فروع کی تعداد اور رشتوں کی جہت کے اعتبار سے (اولاً) بھائی بہنوں پر ترکہ تقسیم کرتے ہیں، پھر ہر فریق کو جو ملتا ہے اس کو ان کے فروع کے درمیان تقسیم کرتے ہیں، جیسا کہ پہلی قسم میں کرتے ہیں۔

جیسے جب میت نے متفرق (یعنی حقیقی، علاتی اور اخیافی) بھائیوں کی تین لڑکیاں، اور متفرق (حقیقی علاتی اور اخیافی) بہنوں کے تین لڑکے اور تین لڑکیاں چھوڑی ہوں: ذیل کے نقشے کے مطابق — تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سارا ترکہ رؤوس کے اعتبار سے مذکر کے لیے دو مؤنث کے حصوں کے برابر چار حصوں میں حقیقی بھائی بہنوں کی اولاد کے درمیان تقسیم ہوگا، پھر (حقیقی کی عدم موجودگی میں) علاتی بھائی بہنوں کی اولاد کے درمیان، پھر (علاتی کی عدمِ موجودگی میں) اخیافی بھائی بہنوں کی اولاد کے درمیان۔

اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ترکہ کا ثلث اخیافی بھائی بہنوں کی اولاد کے درمیان ان کے اصول کے برابر ہونے کی وجہ سے تین حصوں میں تقسیم ہوگا، اور باقی (دو ثلث) حقیقی بھائی بہنوں کی اولاد کے درمیان اصول میں فروع کی تعداد کے لحاظ سے آدھا آدھا تقسیم ہوگا، اس کا آدھا بھتیجی کو اس کے والد کا حصہ ملے گا اور دوسرا آدھا بھانجے اور بھانجی کے درمیان رؤوس کے اعتبار سے مذکر کے لیے دو مؤنث کے حصوں کے برابر (تقسیم ہوگا) اور تصحیح نو سے ہوگی۔

••••••••••••••••••••••••••••••••••••

دوسری صورت کا تتمہ: دوسری صورت یہ تھی کہ تیسری قسم کے "ذوی الارحام" متعدد ہوں اور سب برابر درجہ کے ہوں اور بعض عصبہ کی اولاد ہوں اور بعض ذوی الارحام کی تو عصبہ کی اولاد وارث ہوتی ہے اور ذوی الارحام کی محروم۔ مثلاً حقیقی، علاتی اور اخیافی بھائیوں کی پوتیاں یعنی ان کے لڑکوں کی لڑکیاں ہوں تو ترکہ بالاتفاق حقیقی بھائی کی پوتی کو یعنی حقیقی بھتیجے کی لڑکی کو ملے گا؛ اس لیے کہ وہ عصبہ (حقیقی بھتیجے) کی اولاد ہے اور حقیقی کا رشتہ بھی دُوہرا ہوتا ہے یعنی اس کو قوتِ قرابت بھی حاصل ہے — اور علاتی بھتیجا بھی اگرچہ عصبہ ہے؛ مگر حقیقی بھائی کی موجودگی میں علاتی بھائی محروم ہوتا ہے؛ اس لیے وہ عصبہ نہ رہا اور اخیافی بھائی اگرچہ ذوالفرض ہے؛ مگر اس کا لڑکا نہ ذوالفرض ہے نہ عصبہ؛ بلکہ ذوی الارحام میں سے ہے۔

وَلَوْ تَرَكَ ثَلَاثَ بَنَاتِ بَنِي إِخْوَةٍ مُتَفَرِّقِينَ، بِهٰذِهِ الصُّوْرَةِ:

میت

بنت ابن الأخ لأب وأم	بنت ابن الأخ لأب	بنت ابن الأخ لأم

اَلْمَالُ كُلُّهُ لِبِنْتِ ابْنِ الْأَخِ لِأَبٍ وَأُمٍّ بِالِاتِّفَاقِ؛ لِأَنَّهَا وَلَدُ الْعَصَبَةِ، وَلَهَا أَيْضًا قُوَّةُ الْقَرَابَةِ.

ترجمہ: اور اگر مختلف قسم کے (یعنی حقیقی، علاتی اور اخیافی) بھتیجوں کی لڑکیاں چھوڑے، ذیل کے نقشے کے مطابق:— تو بالاتفاق سارا ترکہ حقیقی بھتیجے کی لڑکی کا ہوگا؛ اس لیے کہ وہ عصبہ کی اولاد ہے اور اس لیے بھی کہ اس کو رشتے کی قوت (حاصل) ہے۔

فصل: چوتھی قسم کے ذوی الارحام

چوتھی قسم کے ذوی الارحام یہ ہیں:

۱— پھوپی، خالہ، ماموں ان کی اولاد اور اخیافی چچا (حقیقی اور علاتی چچا عصبہ ہیں)۔

۲— حقیقی اور علاتی چچاؤں کی لڑکیاں اور ان کی اولاد اور لڑکوں کی مؤنث اولاد۔

۳— باپ کی پھوپی، خالہ، ماموں اور اخیافی چچا (باپ کے حقیقی اور علاتی چچا

عصبہ ہیں)۔

۴—ماں کی پھوپی، خالہ ماموں اور چچا۔

مصنف علیہ الرحمۃ نے چوتھی قسم کے ذوی الارحام کے احکام دو فصلوں میں بیان کیے ہیں۔ پہلی فصل میں صلبی ذوی الارحام یعنی اخیافی چچا، پھوپی، ماموں اور خالہ کی توریث کا بیان ہے اور دوسری فصل میں ان کی اولاد کی توریث کا بیان ہے۔

اس کے بعد جاننا چاہیے کہ چوتھی قسم کے صلبی ذوی الارحام کی توریث کی چار صورتیں ہیں:

پہلی صورت: اگر چوتھی قسم کے صلبی ذوی الارحام میں سے کوئی ایک ہو تو پورا ترکہ اسی کو ملے گا مثلاً: صرف پھوپی یا صرف خالہ ہو تو اسی کو سارا ترکہ ملے گا۔

دوسری صورت: اور اگر چوتھی قسم کے صلبی ذوی الارحام میں سے متعدد ہوں اور سب ایک ہی رشتہ کے ہوں یعنی سب باپ کے رشتہ کے ہوں یا سب ماں کے رشتہ کے ہوں تو ان میں قوتِ قرابت سے ترجیح ہوگی۔ خواہ وہ مذکر ہوں یا مؤنث۔ پس حقیقی کو علاتی اور اخیافی پر اور علاتی کو اخیافی پر ترجیح ہوگی۔ مثلاً:

۱—باپ کے رشتہ والے ذوی الارحام میں سے: حقیقی پھوپی، علاتی پھوپی، اخیافی چچا اور اخیافی پھوپی ہوں تو سارا ترکہ حقیقی پھوپی کو ملے گا اور باقی سب محروم ہوں گے۔ اور علاتی پھوپی اور اخیافی چچا اور اخیافی پھوپی ہوں تو سارا ترکہ علاتی پھوپی کو ملے گا اور باقی محروم ہوں گے۔

۲—اور ماں کے رشتہ والے ذوی الارحام میں سے: حقیقی ماموں اور علاتی ماموں وخالہ اور اخیافی ماموں وخالہ ہوں تو سارا ترکہ حقیقی خالہ کو ملے گا اور علاتی ماموں یا خالہ اور اخیافی ماموں وخالہ ہوں تو سارا ترکہ علاتی ماموں یا خالہ کو ملے گا اور اخیافی محروم ہوں گے۔

فَصْلٌ فِي الصِّنْفِ الرَّابِعِ

الحُكْمُ فِيهِمْ: أَنَّهُ إِذَا انْفَرَدَ وَاحِدٌ مِنْهُمْ، اِسْتَحَقَّ المَالَ كُلَّهُ لِعَدَمِ المُزَاحِمِ. وَإِنِ اجْتَمَعُوْا وَكَانَ حَيِّزُ قَرَابَتِهِمْ مُتَّحِدًا —

كَالعَمَّاتِ، وَالْأَعْمَامِ لِأُمٍّ، أو الأَخْوَالِ وَالخَالاتِ — فَالْأَقْوَى مِنْهُمْ أَوْلٰى بِالْإِجْمَاعِ؛ أَعْنِيْ مَنْ كَانَ لِأَبٍ وَأُمٍّ مِمَّنْ كَانَ لِأَبٍ، وَمَنْ كَانَ لِأَبٍ أَوْلٰى مِمَّنْ كَانَ لِأُمٍّ ذُكُوْرًا كَانُوْا أَوْ إِنَاثًا.

ترجمہ: (یہ) فصل (ذوی الارحام کی) چوتھی قسم (کے بیان) میں ہے، ان کا حکم یہ ہے کہ جب ان میں سے کوئی ایک ہو تو کسی مانع کے نہ ہونے کی وجہ سے وہ پورے ترکہ کا مستحق ہوگا۔

اور اگر متعدد ہوں اور ان کی قرابت کی جگہ ایک ہو یعنی سب باپ کے رشتہ کے ہوں یا سب ماں کے رشتہ کے ہوں — جیسے: پھوپیاں اور اخیافی چچا (یہ باپ کے رشتے کے ہیں) یا ماموں اور خالائیں (یہ ماں کے رشتے کے ہیں) — تو ان میں سے زیادہ قوی، بالاجماع ترکہ کے زیادہ مستحق ہیں، یعنی جو حقیقی ہوں گے وہ (ترکہ کے) علاتی سے زیادہ مستحق ہوں گے، اور جو علاتی ہوں گے وہ (ترکہ کے) اخیافی سے زیادہ مستحق ہوں گے، خواہ مذکر ہوں یا مؤنث۔

تیسری صورت: اگر چوتھی قسم کے صلبی ذوی الارحام میں سے متعدد ہوں، اور سب ایک ہی رشتہ کے ہوں اور سب مذکر یا مؤنث ہوں تو ان میں ترکہ مساوی تقسیم ہوگا اور اگر بعض مذکر اور بعض مؤنث ہوں تو مذکر کو مؤنث کا دوگنا ملے گا۔ جیسے اخیافی چچا اور اخیافی پھوپی ہوں تو مسئلہ ۳ سے ہوگا: ۲ سہام اخیافی چچا کو اور ایک حصہ اخیافی پھوپی کو ملے گا۔ یہی حکم حقیقی ماموں اور حقیقی خالہ کا اور علاتی ماموں اور علاتی خالہ کا اور اخیافی ماموں اور اخیافی خالہ کا ہے۔ سب کا مسئلہ ۳ سے بنے گا: دو مذکر کو اور ایک مؤنث کو ملے گا۔

وَإِنْ كَانُوْا ذُكُوْرًا وَإِنَاثًا وَاسْتَوَتْ قَرَابَتُهُمْ فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ. كَعَمٍّ وَعَمَّةٍ كِلَاهُمَا لِأُمٍّ؛ أَوْ خَالٍ وَخَالَةٍ كِلَاهُمَا لِأَبٍ وَأُمٍّ؛ أَوْ لِأَبٍ؛ أَوْ لِأُمٍّ.

ترجمہ: اور اگر مذکر ہوں یا مؤنث ہوں اور ان کے رشتے برابر ہوں، تو مذکر کو دو

مؤنثوں کے حصے کے برابر (ملے گا)، جیسے: چچا اور پھوپی دونوں ماں شریک ہوں، یا ماموں اور خالہ دونوں حقیقی ہوں؛ یا علاتی ہوں یا اخیافی ہوں۔

چوتھی صورت: اگر چوتھی قسم کے صلبی ذوی الارحام متعدد ہوں اور سب ایک رشتہ کے نہ ہوں؛ بلکہ بعض باپ کے رشتہ کے ہوں اور بعض ماں کے رشتہ کے تو ان میں قوتِ قرابت سے ترجیح نہیں ہوگی؛ بلکہ باپ کے رشتہ والے کو ثلثان اور ماں کے رشتہ والے کو ثلث ملے گا۔ پھر باپ کے رشتہ والوں اور ماں کے رشتہ والوں میں —— دوسری صورت کی طرح —— قوتِ قرابت سے ترجیح ہوگی یعنی حقیقی کو علاتی اور اخیافی پر اور علاتی کو اخیافی پر ترجیح ہوگی، جیسے: ایک حقیقی پھوپی، ایک علاتی پھوپی، ایک حقیقی خالہ اور ایک اخیافی خالہ ہو تو مسئلہ ۳ سے بنے گا۔ دو باپ کی طرف کی رشتہ والیوں (پھوپیوں) کو ملے گا اور ایک ماں کی طرف کی رشتہ والیوں (خالاؤں) کو ملے گا۔ پھر پھوپیوں کے دو: صرف حقیقی پھوپی کو ملیں گے اور علاتی پھوپی محروم ہوگی۔ اسی طرح خالاؤں کا ایک حصہ: صرف حقیقی خالہ کو ملے گا اور اخیافی خالہ محروم ہوگی —— اور ورثاء میں حقیقی پھوپی اور اخیافی خالہ ہو تو ثلثان (تین میں سے دو) حقیقی پھوپی کو ملیں گے اور ثلث (تین میں سے ایک) اخیافی خالہ کو ملے گا —— اور اخیافی پھوپی اور حقیقی خالہ ہو تو ثلثان اخیافی پھوپی کو اور ثلث حقیقی خالہ کو ملے گا۔

وَإِنْ كَانَ حَيِّزُ قَرَابَتِهِمْ مُخْتَلِفًا فَلَا اعْتِبَارَ لِقُوَّةِ الْقَرَابَةِ كَعَمَّةٍ لِأَبٍ وَأُمٍّ وَخَالَةٍ لِأُمٍّ، أَوْ خَالَةٍ لِأَبٍ وَأُمٍّ، وَعَمَّةٍ لِأُمٍّ؛ فَالثُّلُثَانِ لِقَرَابَةِ الْأَبِ وَهُوَ نَصِيبُ الأَبِ، وَالثُّلُثُ لِقَرَابَةِ الْأُمِّ وَهُوَ نَصِيبُ الْأُمِّ. ثُمَّ مَا أَصَابَ كُلَّ فَرِيقٍ يُقْسَمُ بَيْنَهُمْ كَمَا لَوِ اتَّحَدَ حَيِّزُ قَرَابَتِهِمْ.

ترجمہ: اور اگر ان کے رشتے کی جہت مختلف ہو تو رشتے کی قوت کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا، جیسے: حقیقی پھوپی اور اخیافی خالہ؛ یا حقیقی خالہ اور اخیافی پھوپی، پس ثلثان باپ کے رشتے والی کو ملے گا اور وہ باپ کا حصہ ہے، اور ثلث ماں کے رشتے والی کو ملے گا اور وہ ماں کا حصہ ہے۔ پھر ہر فریق کو جو ملے گا وہ ان کے آپس میں تقسیم کر دیا جائے گا، جیسا کہ اگر ان کے رشتے کی جہت ایک ہو۔

فصل: چوتھی قسم کے ذوی الارحام کی اولاد کا بیان

گذشتہ فصل کے شروع میں کہا گیا ہے کہ چوتھی قسم کے ذوی الارحام کے احکام مصنفؒ نے دو فصلوں میں بیان کیے ہیں۔ گذشتہ فصل میں صلبی ذوی الارحام کی توریث کا بیان تھا۔ اب اس فصل میں ان کی اولاد کی اولاد کی توریث کا بیان ہے۔ اولاد سے مراد: پھوپی، خالہ، ماموں اور اخیافی چچا کی اولاد اور حقیقی اور علاتی چچاؤں کی مؤنث اولاد ہے۔

چوتھی قسم کے ذوی الارحام کی اولاد کی توریث کی چار صورتیں ہیں:

پہلی صورت: اگر چوتھی قسم کے ذوی الارحام کی اولاد متعدد ہو، اور بعض اقرب اور بعض ابعد ہوں، تو جس کا رشتہ میت سے قریب ہوگا اس کو ترکہ ملے گا اور جو دور ہیں وہ محروم ہوں گے۔ خواہ وہ خالہ ماموں کی اولاد ہوں یا پھوپی اور اخیافی چچا کی یا حقیقی اور علاتی چچاؤں کی لڑکیاں ہوں۔ مثلاً پھوپی کی بیٹی اور پھوپی کی بیٹی کی بیٹی ہو تو بیٹی وارث ہوگی اور کل ترکہ لے گی اور بیٹی کی بیٹی محروم ہوگی؛ اس لیے کہ وہ ابعد ہے۔ یہی حکم خالہ کے لڑکے اور خالہ کی لڑکی کے لڑکے کا ہے۔ اور یہی حکم پھوپی کے لڑکے اور ماموں کی لڑکی کے لڑکے کا ہے۔

دوسری صورت: اگر چوتھی قسم کے ذوی الارحام کی اولاد متعدد ہو، اور سب برابر کی رشتہ دار ہو، اور سب ایک ہی رشتہ سے ہوں یعنی سب باپ کے رشتہ سے ہوں یا سب ماں کے رشتہ سے ہوں تو بالاتفاق توریث میں قوتِ قرابت کا اعتبار ہوگا یعنی حقیقی کی اولاد کو علاتی اور اخیافی کی اولاد پر اور علاتی کی اولاد کو اخیافی کی اولاد پر ترجیح ہوگی۔ خواہ سب پھوپی کی اولاد ہوں یا چچا، خالہ اور ماموں کی، جیسے حقیقی پھوپی کی لڑکی، علاتی پھوپی کی لڑکی اور اخیافی پھوپی کا لڑکا ہو تو کل میراث حقیقی پھوپی کی لڑکی کو ملے گی۔ اور باقی دو محروم ہوں گے ــــ اور علاتی خالہ کی بیٹی اور اخیافی خالہ کا بیٹا ہو تو میراث علاتی خالہ کی بیٹی کو ملے گی۔

فَصْلٌ فِي أَوْلَادِهِمْ

الْحُكْمُ فِيهِمْ كَالْحُكْمِ فِي الصِّنْفِ الْأَوَّلِ: أَعْنِي أَوْلٰهُمْ بِالْمِيرَاثِ أَقْرَبُهُمْ إِلَى الْمَيِّتِ مِنْ أَيِّ جِهَةٍ كَانَ.

وَإِنِ اسْتَوَوْا فِي الْقُرْبِ وَكَانَ حَيِّزُ قَرَابَتِهِمْ مُتَّحِدًا، فَمَنْ كَانَتْ

لَهٗ قُوَّةُ الْقَرَابَةِ فَهُوَ أَوْلٰى بِالْإِجْمَاعِ.

ترجمہ: ان کا حکم (بھی) پہلی قسم کے حکم کی طرح ہے، یعنی ان میں ترکہ کے سب سے زیادہ حقدار وہ ہوں گے، جو میت سے سب سے زیادہ قریب ہوں، خواہ کسی جہت کے ہوں۔

اور اگر قربِ درجہ میں سب برابر ہوں، اور ان کے رشتے کی جہت (بھی) ایک ہو تو جس کو قوتِ قرابت (رشتہ) حاصل ہوگی وہی بالاجماع ترکہ کا زیادہ مستحق ہوگا۔

فائدہ: قوتِ قرابت سے ترجیح کا قاعدہ اجماعی ہے، عصبہ کی اولاد کی موجودگی میں بھی ظاہر الروایت اور راجح مسلک کے مطابق قوتِ قرابت ہی سے ترجیح ہوتی ہے؛ البتہ غیر ظاہر الروایت کے مطابق عصبہ کی اولاد کو ترجیح حاصل ہوتی ہے؛ لیکن یہ مرجوح اور غیر مفتی بہ ہے۔ تفصیل آگے آرہی ہے۔

••••••••••••••••••••••••••••••••

تیسری صورت: اگر چوتھی قسم کے ''ذوی الارحام'' کی اولاد متعدد ہوں، اور سب کا درجہ مساوی ہو، اور جہتِ قرابت اور قوتِ قرابت میں بھی اتحاد ہو؛ مگر بعض عصبہ کی اولاد ہو اور بعض ذوی الارحام کی: تو عصبہ کی اولاد وارث ہوگی اور ذوی الارحام کی اولاد محروم۔

مثلاً: حقیقی چچا (عصبہ) کی لڑکی اور حقیقی پھوپی (ذوالرحم) کا لڑکا ہو تو چچا کی لڑکی وارث ہوگی اور پھوپی کا لڑکا محروم ہوگا—اسی طرح اگر علاتی چچا کی لڑکی اور علاتی پھوپی کا لڑکا ہو تو لڑکی وارث ہوگی اور لڑکا محروم ہوگا۔

اور اگر چچا اور پھوپی میں سے ایک حقیقی ہو اور دوسرا علاتی یعنی قوتِ قرابت میں اتحاد نہ ہو تو حقیقی کی اولاد وارث ہوگی اور علاتی کی اولاد محروم ہوگی یعنی قوتِ قرابت سے ترجیح ہوگی۔ یہی ظاہر روایت ہے۔

اور ظاہر روایت کی دلیل: ایک قیاس ہے کہ جس طرح علاتی خالہ (صرف نانا کی لڑکی) کو اخیافی خالہ (صرف نانی کی لڑکی) پر ترجیح حاصل ہے، قوت قرابت کی وجہ سے؛ حالاں کہ علاتی خالہ ذوالرحم (نانا) کی اولاد ہے، اور اخیافی خالہ ذوالفرض (جدۂ صحیحہ نانی) کی اولاد ہے؛ تاہم بالاتفاق قوتِ قرابت کا لحاظ کیا جاتا ہے؛ کیوں کہ قوتِ قرابت سے

ترجیح: ایک ایسی چیز کے ذریعہ ترجیح ہے جو خود وارث کی ذات میں موجود ہے اور ذوالفرض کے ذریعہ وارث ہونے کے ذریعہ ترجیح: ایک ایسی چیز کے ذریعہ ترجیح ہے جو وارث کے علاوہ (ثانی) میں پائی جاتی ہے۔ اور داخلی چیز سے ترجیح: خارجی چیز سے ترجیح کے مقابلے میں بہتر ہے؛ اس لیے علاتی خالہ وارث ہوتی ہے اور اخیافی خالہ محروم۔

اسی طرح مذکورہ بالا صورت میں بھی حقیقی کی اولاد کو علاتی کی اولاد پر ترجیح ہوگی؛ اس لیے کہ اُسے قوتِ قرابت بھی حاصل ہے اور وہ عصبہ کی اولاد بھی ہے۔

اس کے بعد جاننا چاہیے کہ چچا اور پھوپی میں سے ایک حقیقی ہو اور دوسرا علاتی تو اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

۱— چچا حقیقی ہو اور پھوپی علاتی۔ اس صورت میں حقیقی چچا کی اولاد کو ترجیح ہوگی؛ اس لیے کہ اُسے قوتِ قرابت بھی حاصل ہے اور وہ عصبہ کی اولاد بھی ہے؛ اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔

۲— پھوپی حقیقی ہو اور چچا علاتی۔ اس صورت میں بھی ظاہر الروایہ میں حقیقی پھوپی کی اولاد کو علاتی چچا کی اولاد پر ترجیح ہوگی؛ اس لیے کہ اُسے قوتِ قرابت حاصل ہے۔ اور بعض احناف اس صورت میں علاتی چچا کی اولاد کو عصبہ کی اولاد ہونے کی وجہ سے حقیقی پھوپی کی اولاد پر ترجیح دیتے ہیں؛ مگر یہ مرجوح ہے۔

وَإِنِ اسْتَوَوْا فِي الْقُرْبِ وَالْقَرَابَةِ وَكَانَ حَيِّزُ قَرَابَتِهِمْ مُتَّحِدًا فَوَلَدُ الْعَصَبَةِ أَوْلٰى كَبِنْتِ الْعَمِّ وَابْنِ الْعَمَّةِ؛ كِلَاهُمَا لِأَبٍ وَأُمٍّ، أَوْ لِأَبٍ، الْمَالُ كُلُّهُ لِبِنْتِ الْعَمِّ؛ لِأَنَّهَا وَلَدُ الْعَصَبَةِ.

وَإِنْ كَانَ أَحَدُهُمَا لِأَبٍ وَأُمٍّ وَالْآخَرُ لِأَبٍ كَانَ الْمَالُ كُلُّهُ لِمَنْ كَانَ لَهُ قُوَّةُ الْقَرَابَةِ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ قِيَاسًا عَلٰى خَالَةٍ لِأَبٍ مَعَ كَوْنِهَا وَلَدَ ذِي رَحِمٍ هِيَ أَوْلٰى بِقُوَّةِ الْقَرَابَةِ مِنَ الْخَالَةِ لِأُمٍّ مَعَ كَوْنِهَا وَلَدًا لِوَارِثَةٍ؛ لِأَنَّ التَّرْجِيحَ لِمَعْنًى فِيهِ وَهُوَ قُوَّةُ الْقَرَابَةِ أَوْلٰى مِنَ التَّرْجِيحِ لِمَعْنًى فِي غَيْرِهِ وَهُوَ الْإِدْلَاءُ بِالْوَارِثِ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ:

الْمَالُ كُلُّهُ لِبِنْتِ الْعَمِّ لِأَبٍ؛ لِأَنَّهَا وَلَدُ الْعَصَبَةِ.

ترجمہ: اور اگر سب قربِ درجہ اور رشتے میں برابر ہوں، اور ان کے رشتوں کی جہت بھی ایک ہو تو عصبہ کی اولاد (ترکہ کی) زیادہ لائق ہوگی، جیسے: چچا کی لڑکی اور پھوپی کا لڑکا، دونوں حقیقی ہوں یا (دونوں) علاتی ہوں پورا ترکہ چچا کی لڑکی کا ہوگا؛ اس لیے کہ وہ عصبہ کی اولاد ہے۔

اور اگر ان دونوں (چچا اور پھوپی) میں سے ایک حقیقی اور دوسرا علاتی ہو تو "ظاہر الروایت" کے مطابق سارا ترکہ قوتِ قرابت والے کو ملے گا، علاتی خالہ پر قیاس کرتے ہوئے کہ وہ ذی الرحم کی اولاد ہونے کے باوجود قوتِ قرابت کی وجہ سے اخیافی خالہ سے بہتر ہے؛ حالاں کہ یہ (اخیافی خالہ) وارث (نانی) کی اولاد ہے؛ اس لیے کہ ترجیح ایسے وصف کے ذریعہ ہے جو اس کے اندر موجود ہے، اور وہ قوتِ قرابت ہے اس ترجیح سے بہتر ہے جو اس کے غیر میں موجود ہے، اور وہ وارث کے واسطے سے منسوب ہونا ہے۔ اور بعض (مشائخ) فرماتے ہیں کہ سارا ترکہ علاتی چچا کی لڑکی کو ملے گا؛ اس لیے کہ وہ عصبہ کی اولاد ہے۔

چوتھی صورت: اگر چوتھی قسم کے ذوی الارحام کی اولاد متعدد ہو، اور میت سے سب کی رشتہ داری برابر درجہ کی ہو؛ مگر رشتوں کی جہتیں مختلف ہوں یعنی بعض وارث باپ کے رشتہ کے ہوں اور بعض ماں کے رشتہ کے تو اس صورت میں قوتِ قرابت اور عصبہ کی اولاد ہونے کا مطلق اعتبار نہیں ہوگا؛ یہی ظاہر الروایہ ہے۔ اور دلیل یہ ہے کہ اگر اولاد کے بجائے ان کے اصول ہوتے یعنی حقیقی پھوپی اور علاتی یا اخیافی خالہ ہوتیں تو ترکہ دونوں کو ملتا۔ پھوپی کو قوتِ قرابت کی وجہ سے ترجیح نہیں دی جاتی؛ حالاں کہ اس کی قرابت دُوہری ہے یعنی وہ دادا اور دادی دونوں کی اولاد ہے۔ اور علاتی یا اخیافی خالہ صرف نانا کی یا صرف نانی کی اولاد ہے۔ نیز حقیقی پھوپی دو جہتوں سے وارث کی اولاد ہے یعنی اس کے ماں اور باپ (میت کے دادا اور دادی) دونوں وارث ہیں۔ اور علاتی خالہ ذوالرحم (نانا) کی اولاد ہے۔ اور اخیافی خالہ ایک وارث (نانی) کی اولاد ہے؛ تاہم حقیقی پھوپی کو ترجیح نہیں ہوتی؛ چناں چہ ان

کی اولاد میں بھی قوتِ قرابت سے یا عصبہ کی اولاد ہونے کی وجہ سے ترجیح نہیں ہوگی۔

البتہ باپ کا رشتہ رکھنے والی اولاد کو ثلثان دیا جائے گا، اور ماں کا رشتہ رکھنے والی اولاد کو ثلث۔ پھر ہر فریق میں اگر متعدد وارث ہوں تو باپ کے رشتے والوں میں قوتِ قرابت سے، پھر عصبہ کی اولاد ہونے کی وجہ سے ترجیح دی جائے گی؛ اور ماں کے رشتہ والوں میں صرف قوتِ قرابت سے ترجیح دی جائے گی؛ اس لیے کہ ان میں عصبہ نہیں ہوتے۔

مثالیں: (۱) حقیقی پھوپی کی بیٹی اور علاتی خالہ کا بیٹا ہو تو پھوپی کی بیٹی کو ثلثان اور خالہ کے بیٹے کو ثلث ملے گا اور مسئلہ تین سے بنے گا۔ (۲) اور اگر علاتی پھوپی کی بیٹی اور حقیقی خالہ کا بیٹا ہو تو بھی پھوپی کی بیٹی کو ثلثان اور خالہ کے بیٹے کو ثلث ملے گا اور مسئلہ تین سے بنے گا۔

وَإِنِ اسْتَوَوْا فِي الْقُرْبِ وَلٰكِنْ اِخْتَلَفَ حَيِّزُ قَرَابَتِهِمْ فَلَا اِعْتِبَارَ لِقُوَّةِ الْقَرَابَةِ، وَلَا لِوَلَدِ الْعَصَبَةِ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ قِيَاسًا عَلٰى عَمَّةٍ لِأَبٍ وَأُمٍّ مَعَ كَوْنِهَا ذَاتَ الْقَرَابَتَيْنِ وَوَلَدَ الْوَارِثِ مِنَ الْجِهَتَيْنِ: هِيَ لَيْسَتْ بِأَوْلٰى مِنَ الْخَالَةِ لِأَبٍ أَوْ لِأُمٍّ، لٰكِنَّ الثُّلُثَيْنِ لِمَنْ يُدْلِي بِقَرَابَةِ الْأَبِ فَتُعْتَبَرُ فِيهِمْ قُوَّةُ الْقَرَابَةِ ثُمَّ وَلَدُ الْعَصَبَةِ، وَالثُّلُثُ لِمَنْ يُدْلِي بِقَرَابَةِ الْأُمِّ، وَتُعْتَبَرُ فِيهِمْ قُوَّةُ الْقَرَابَةِ.

ترجمہ: اور اگر قرب درجہ میں سب برابر ہوں؛ لیکن ان کے رشتوں کی جہت مختلف ہو تو ظاہر الروایت کے مطابق قوتِ قرابت اور عصبہ کی اولاد ہونے کا کوئی اعتبار نہیں؛ حقیقی پھوپی پر قیاس کرتے ہوئے کہ وہ دو رشتوں والی ہونے اور دو طرف سے وارث کی اولاد ہونے کے باوجود علاتی یا اخیافی خالہ سے بہتر نہیں؛ لیکن جو اولاد باپ کے رشتے سے منسوب ہوتی ہیں۔ ان کو ثلثان ملتا ہے — پھر ان کے آپس میں قوتِ قرابت کا اعتبار ہوتا ہے اس کے بعد عصبہ کی اولاد ہونے کا — اور ثلث ماں کے رشتے سے منسوب ہونے والی اولاد کو ملتا ہے۔ اور ان کے آپس میں (صرف) قوتِ قرابت کا اعتبار ہوتا ہے۔

متعدد رشتوں کا حکم

اگر فروع کے اصول سے متعدد رشتے ہوں تو ذوی الارحام کی پہلی قسم کی طرح: ذوی الارحام کی چوتھی قسم میں بھی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ترکہ فروع پر تقسیم کرتے ہیں اور فروع کی تعداد رشتوں کی تعداد کے اعتبار سے فرض کرتے ہیں۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ ترکہ پہلے اختلافی بطن پر تقسیم کرتے ہیں اور اصول کی تعداد: فروع کی تعداد کے لحاظ سے فرض کرتے ہیں۔ پھر اصول کو جو ترکہ ملتا ہے وہ ان کی فروع کو دیتے ہیں اور پہلی قسم کی طرح یہاں بھی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک راجح ہے۔ مثال اور اس کی تخریج آگے آرہی ہے۔

ثُمَّ عِنْدَ أَبِي يُوْسُفَ — رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى — مَا أَصَابَ كُلَّ فَرِيْقٍ يُقْسَمُ عَلٰى أَبْدَانِ فُرُوْعِهِمْ مَعَ اِعْتِبَارِ عَدَدِ الجِهَاتِ فِي الفُرُوْعِ، وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ — رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى — يُقْسَمُ المَالُ عَلٰى أَوَّلِ بَطْنٍ اِخْتَلَفَ مَعَ اِعْتِبَارِ عَدَدِ الفُرُوْعِ وَالْجِهَاتِ فِي الْأُصُوْلِ كَمَا فِي الصِّنْفِ الْأَوَّلِ.

ترجمہ: پھر امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جو کچھ ہر فریق کو پہنچا ہے اُسے ان کے فروع کے رؤوس پر تقسیم کیا جائے گا، فروع میں رشتوں کی تعداد کے اعتبار سے۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پہلے والے اختلافی بطن پر ترکہ تقسیم ہوگا اصول میں فروع اور رشتوں کی تعداد کے اعتبار سے، جیسا کہ پہلی قسم میں گزرا۔

مثال اور اس کی تخریج: وسیم کا انتقال ہوا۔ اس کے ورثاء یہ ہیں: (۱) علاتی پھوپی کی بیٹی کے دو بیٹے: رشید اور فرید (۲) دوسری علاتی پھوپی کی بیٹی اور علاتی چچا کے بیٹے سے (جو کہ زوجین ہیں) دو بیٹیاں: فاطمہ اور عائشہ (۳) علاتی خالہ کی بیٹی کی دو بیٹیاں: نسیمہ اور کریمہ (۴) دوسری علاتی خالہ کے بیٹے اور علاتی ماموں کی بیٹی سے (جو زوجین ہیں) دو لڑکے: خالد اور عاصم — پس امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اس طرح ترکہ تقسیم کرتے ہیں کہ باپ کے رشتہ والی اولاد کو ثلثان دیتے ہیں اور ماں کے رشتہ والی اولاد کو ثلث؛ اس لیے مسئلہ تین سے بنے گا۔ ان میں سے دو چچا اور پھوپیوں کی اولاد کو مشترک طور پر ملے گا۔ اور

ایک خالاؤں اور ماموں کی اولاد کو مشترک طور پر ملے گا۔ پھر فروع کی تعداد: رشتوں کی تعداد کے اعتبار سے فرض کر کے ترکہ تقسیم کرتے ہیں اور مسئلہ کی تصحیح کرتے ہیں۔ تخریج مسئلہ یہ ہے:

مسئلہ ۳ × ۱۰ تص ۳۰ — ۔۔۔۔ وسیم

میت

عمہ لاب — عمہ لاب — عم لاب — خالہ لاب — خالہ لاب — خال لاب

بنت — بنت (زوجین) ابن — بنت — ابن (زوجین) بنت

ابن ابن — بنت — بنت — بنت بنت — ابن — ابن

(رشید) (فرید) (فاطمہ) (عائشہ) (نسیمہ) (کریمہ) (خالد) (عاصم)

۵ ۵ (۲/۳) ۵ ۵ ۱ ۱ (۱/۳) ۴ ۴

وضاحت: باپ کے رشتہ کی فروع کی فرضی تعداد آٹھ ہے (دو ابن: چار بنت کے برابر ہیں اور دو بنت کا رشتہ دو اصلوں سے ہے؛ اس لیے وہ دو جہتوں کے اعتبار سے چار بنات ہوئیں)؛ مگر ان کو مختصر کر کے چار ابناء مان لیا۔ ان کو دو ملا۔ تو رؤوس اور سہام میں تداخل کی نسبت ہوئی اور رؤوس کا دخل دو ہے اس کو محفوظ کر لیا۔

اور ماں کے رشتہ والی فروع کی تعداد پانچ ہے (دو بنات ایک ابن کے برابر ہیں اور دو ابناء کا رشتہ دو اصلوں سے ہے؛ اس لیے وہ دو جہتوں کے اعتبار سے چار ابناء ہوئے) اور ان کو ایک ملا۔ اور پانچ اور ایک میں تباین ہے؛ اس لیے پانچ کو محفوظ کر لیا۔ اور پانچ اور دو میں تباین ہے؛ اس لیے پانچ کو دو میں ضرب دیا۔ حاصل ضرب دس آیا۔ اس کو تین میں ضرب دیا۔ حاصل ضرب تیس سے مسئلہ کی تصحیح ہوئی۔ پھر دس کو دو میں اور ایک میں ضرب دیا تو پہلے گروپ کو بیس اور دوسرے گروپ کو دس ملے۔ جو ان کے درمیان تقسیم کیے گئے پہلے گروپ کی ہر فرع کو پانچ پانچ اور دوسرے گروپ کی دونوں بنات کو ایک ایک اور دونوں ابناء کو چار چار ملے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے مطابق تخریج

امام محمد رحمہ اللہ: ترکہ پہلے اختلافی بطن پر تقسیم کرتے ہیں۔ اور اصول کی تعداد فروع کی تعداد کے لحاظ سے فرض کرتے ہیں۔ پھر جو ترکہ اصول کو ملتا ہے وہ فروع کو دیتے ہیں؛ اس لیے ان کے مسلک پر مسئلہ کی تخریج یہ ہے:

مسئلہ ۳ × ۲ = ۶ × ۶ تصحیح ۳۶ ویم

میت

بطن اول: عمہ لاب $\frac{1}{4}$ عمہ لاب (۱۲) عم لاب $\frac{1}{2}$ ۱۲ — خالہ لاب $\frac{1}{4}$ خالہ لاب (۶) خال لاب $\frac{1}{6}$

بطن دوم: بنت ابن (زوجین) بنت — بنت ابن (زوجین) بنت

۴ ۸ — ۲ ۴

بطن سوم: ابن ابن بنت بنت — بنت بنت ابن ابن

(رشید) (فرید) (فاطمہ) (عائشہ) (نسیمہ) (کریمہ) (خالد) (عاصم)

۲ ۲ $\frac{1}{6}$+۴=۱۰ $\frac{1}{6}$+۴=۱۰ ۱ ۱ ۳+۲=۵ ۳+۲=۵

وضاحت: باپ کے رشتہ کی پھوپیوں اور چچا کی مفروضہ تعداد آٹھ ہے (دونوں پھوپیوں کا تعلق دو دو فروع سے ہے؛ اس لیے پھوپیاں چار ہوئیں۔ اور چچا کا تعلق دو بنات سے ہے؛ اس لیے چچا دو ہوئے، جو چار پھوپیوں کے برابر ہیں)؛ مگر ان کو مختصر کر کے چار چچا مان لیا (چار پھوپیاں دو چچاؤں کے برابر ہوتی ہیں) اسی طرح خالاؤں اور ماموں کی مفروضہ تعداد بھی آٹھ ہے۔ جن کو مختصر کر کے چار مان لیا۔

اور باپ کے رشتہ والے ذوی الارحام کو ثلثان ملتا ہے اور ماں کے رشتہ والوں کو ثلث؛ اس لئے مسئلہ تین سے بنا۔ چچا اور پھوپیوں کو مشترک طور پر دو دیا۔ پھر اس میں سے چچا کو ایک دیا؛ اس لیے کہ وہ چار پھوپیوں کے برابر ہے۔ اور دونوں پھوپیوں کو مشترک طور پر ایک دیا؛ اس لیے کہ وہ مفروضہ چار پھوپیاں ہیں۔

اور خالاؤں اور ماموں کو تین میں سے ایک ملا۔ اور ماموں: چار خالاؤں کے برابر

ہے، اس لیے دو خالاؤں کو بھی — جو چار خالاؤں کے برابر ہیں — ایک ماموں مان لیا۔ پس دو ماموں ہوئے جن کو ایک ملا۔ جو دو پر تقسیم نہیں ہوتا؛ اس لیے عدد رؤس دو کو اصل مسئلہ تین میں ضرب دیا۔ حاصل ضرب چھ سے پہلی بار مسئلہ کی تصحیح ہوئی۔

اب ورثاء کے چار گروپ بنالیے۔ پہلے گروپ (پھوپیوں) کے نیچے دوسرے بطن میں: ایک بنت (جس کو دو بنت فرض کیا گیا ہے) اور ایک ابن (جس کو دو ابن فرض کیا گیا ہے) ہیں گویا کل تین ابناء ہوئے (مفروضہ دو بنت: ایک ابن کے برابر ہیں) اور اس گروپ کو چھ میں سے دو ملے ہیں، جو بلا کسر تقسیم نہیں ہوتے؛ اس لیے عدد رؤس ۳ کو محفوظ کرلیا۔

اور دوسرے گروپ (چچا) کے نیچے دونوں بطنوں میں؛ چوں کہ وصفِ ذکورۃ وانوثت میں اختلاف نہیں ہے؛ اس لیے اس کے دو حصے: تیسرے بطن میں دونوں بنات: فاطمہ اور عائشہ کو دے دیے اور قصہ نمٹ گیا۔

اور تیسرے گروپ (خالاؤں) کے نیچے دوسرے بطن میں اختلاف ہے: ایک بنت (مفروضہ دو بنت) اور ایک ابن (مفروضہ دو ابن) ہیں؛ اب گویا تین ابناء ہیں (دو بنت: ایک ابن کے برابر ہوتی ہیں) اور ان کو ایک حصہ ملا ہے۔ اور ایک اور تین میں تباین ہے۔ پس عدد رؤس تین کو محفوظ کرلیا۔

اور ایک ماموں: دو ابناء کے قائم مقام ہے؛ اس لیے عدد رؤس دو کو بھی محفوظ کرلیا؛ اس لیے کہ اس کو ایک ملا ہے اور ایک اور دو میں تباین کی نسبت ہے۔ اب اعدادِ محفوظہ ۳ و ۳ و ۲ ہوئے۔ اور تین اور تین میں تماثل ہے؛ اس لیے ایک کو لیا۔ اور تین اور دو میں تباین ہے؛ اس لیے ایک کو دوسرے میں ضرب دیا۔ حاصلِ ضرب چھ آیا۔ اس کو پہلی تصحیح میں ضرب دیا تو حاصل ضرب ۳۶ سے مسئلہ کی دوسری تصحیح ہوئی۔

پھر ۳۶ میں سے ۱۲ چچا کو ملا جو تیسرے بطن میں دو بنات: فاطمہ اور عائشہ کو چھ چھ دے دیے۔ پھر پھوپیوں کے مشترکہ سہام ۲ کو مضروب ۶ میں ضرب دیا۔ حاصل ضرب ۱۲ میں سے دوسرے بطن کی بنت کو ۴ اور ابن کو ۸ دیا۔ پھر بنت کے ۴ آخری بطن کے دولڑکوں: رشید و فرید کو بانٹ کر دو دو دے دیے۔ اور ابن کے ۸ آخری بطن میں دونوں بنات کو بانٹ

کر چار چار دے دیے۔ پس فاطمہ اور عائشہ کو دونوں طرف (ماں اور باپ کی طرف) سے ملے ہوئے دس دس ہوئے اور ۳۶ میں سے بارہ ماں کے رشتہ والے ذوی الارحام (خالاؤں اور ماموں) کو ملے۔ چھ ماموں کو اور چھ دونوں خالاؤں کو۔ پھر تیسرے گروپ کے چھ بطن ثانی میں تقسیم کیے تو بنت کو دو اور ابن کو چار ملے۔ پھر بنت کے دو حصوں میں سے تیسرے بطن کی دونوں لڑکیوں: نسیمہ اور کریمہ کو ایک ایک دیا۔ اور ابن کے چار حصے: تیسرے بطن میں دونوں لڑکوں: خالد اور عاصم کو بانٹ کر دو دو دیے اور ماموں کے چھ حصے بھی تیسرے بطن کے دونوں لڑکوں: خالد و عاصم کو بانٹ کر تین تین دیے تو خالد و عاصم کے مجموعی سہام پانچ پانچ ہو گئے۔ خلاصہ یہ کہ زید کے ترکہ میں سے رشید و فرید کو دو دو اور فاطمہ اور عائشہ کو دس دس اور نسیمہ اور کریمہ کو ایک ایک اور خالد و عاصم کو پانچ پانچ ملے۔

(فائدہ)

چوتھی قسم کے ذوی الارحام درجہ بہ درجہ

اگر میت کے چچا، پھوپی، خالہ، ماموں نہ ہوں اور نہ ہی ان کی کوئی اولاد ہو تو پھر میت کے والدین کے چچا[1]، پھوپی، خالہ اور ماموں وارث ہوں گے۔ پھر ان کی اولاد۔ ان قواعد کے مطابق جو گذرے یعنی اگر ان میں سے کوئی ایک ہوگا تو سارا ترکہ اسی کو دیا جائے گا، اور متعدد ہونے کی صورت میں اگر صرف والد یا صرف والدہ کے رشتے کے ہوں تو ان کو قوتِ قرابت سے ترکہ ملے گا، (یعنی حقیقی کو علاتی اور اخیافی پر اور علاتی کو اخیافی پر ترجیح ہوگی) اور مذکر و مؤنث کے اختلاط کی صورت میں مذکر کو مؤنث کا دوگنا ملے گا — اور اگر وہ بھی نہ ہوں تو پھر میت کے دادا، دادی، کے چچا، پھوپی، خالہ ماموں، پھر ان کی اولاد وارث ہوگی اور ''عصبات'' کی طرح یہ سلسلہ بھی چلتا رہے گا۔ واللہ اعلم۔

ثُمَّ يَنْتَقِلُ هٰذَا الْحُكْمُ إِلٰى جِهَةِ عُمُوْمَةِ أَبَوَيْهِ وَخُؤُوْلَتِهِمَا، ثُمَّ إِلٰى أَوْلَادِهِمْ، ثُمَّ إِلٰى جِهَةِ عُمُوْمَةِ أَبَوَىْ أَبَوَيْهِ وَخُؤُوْلَتِهِمَا، ثُمَّ إِلٰى أَوْلَادِهِمْ كَمَا فِي الْعَصَبَاتِ.

[1] یعنی والد کے اخیافی چچا اور والدہ کے مطلقاً چچا خواہ حقیقی ہوں یا علاتی یا اخیافی (شریفیہ ص: ۱۳۷)۔

ترجمہ: پھر یہ حکم میت کے والدین کے چچا، پھوپیوں، ماموں اور خالاؤں کی طرف منتقل ہوگا، پھر ان کی اولاد کی طرف، پھر میت کے والدین کے والدین کے چچا، پھوپیوں اور خالاؤں کی طرف منتقل ہوگا، پھر ان کی اولاد کی طرف جیسا کہ عصبات میں ہوتا ہے۔

فصل
خنثیٰ کے احکام

خُنثیٰ (بروزن فُعلیٰ): ہجڑا، ج: خِنَاث وخَنَاثٰی (بفتح الخاء) یہ خَنَثٌ سے مشتق ہے۔ بابِ تفعیل کا اسم مفعول مُخَنَّثٌ بھی اسی سے ہے؛ ہجڑا: ایسا شخص جس میں لچک ہو۔

اصطلاحی تعریف: خنثیٰ وہ شخص ہے جس کے ذکر وفرج دونوں ہوں یا دونوں میں سے کوئی نہ ہو۔

فائدہ: مذکر ومؤنث ہونا انسان کی متضاد صفتیں ہیں۔ پیدائش کے بعد اگر مولود ذکر سے پیشاب کرے تو مذکر اور فرج سے کرے تو مؤنث ہوگا اور دوسری شرم گاہ کو عضوِ زائد یا شگافِ زائد سمجھا جائے گا۔

زمانۂ جاہلیت کا واقعہ: زمانۂ جاہلیت میں عامر بن ظرب نامی ایک دانشور لوگوں کے فیصلے کیا کرتا تھا، اس سے پوچھا گیا کہ ایک شخص کو ذکر وفرج دونوں ہیں، وہ مرد ہے یا عورت؟ وہ کوئی معقول جواب دے نہ سکا۔ اور بڑا کبیدہ خاطر ہوا، بستر استراحت پر کروٹیں بدل رہا تھا، اس کی نیند اسی فکر میں اچاٹ تھی، اس الجھن وپریشانی کو دیکھ کر اس کی سمجھ دار باندی نے پوچھا: کیا بات ہے؟ عامر کے بتانے پر اس نے برجستہ کہا: "دَعِ الحالَ وحَكِّمِ المبالَ"[۱] یعنی پریشان حالی کو چھوڑیے اور پیشاب گاہ کے مطابق فیصلہ کردیجیے! یعنی اگر پیشاب ذکر سے آتا ہے تو مرد ہے اور فرج سے آتا ہے تو عورت ہے۔

---

[۱] بعض روایتوں میں: "واتَّبِعِ المبالَ" ہے (شریفیہ ص: ۱۳۸)۔

یہ بات حدیث میں بھی ہے: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ایسے بچے کی وراثت کے بارے میں پوچھا گیا جس کے ذکر وفرج دونوں تھے کہ اس کو مذکر کی وراثت دی جائے گی یا مؤنث کی؟ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مِنْ حیثُ یبولُ" (جس عضو سے وہ پیشاب کرتا ہے) یعنی اگر ذکر سے پیشاب کرتا ہے تو مذکر کی اور فرج سے کرتا ہے تو مؤنث کی وراثت دی جائے گی۔[1]

فائدہ: اور اگر دونوں اعضاء سے پیشاب آتا ہو تو جس عضو سے پہلے پیشاب نکلتا ہو اسی کا اعتبار ہوگا۔[2]

خنثیٰ مشکل: اگر دونوں اعضاء سے بیک وقت پیشاب نکلتا ہو تو بلوغ تک "خنثیٰ مشکل" کہلائے گا اور بلوغ کے بعد اگر مرد کی طرح خواب میں عورت سے مباشرت کرے اور احتلام ہو، یا ڈاڑھی نکل آئے تو مذکر سمجھا جائے گا۔ اور اگر عورت کی طرح پستان ابھر آئیں، یا پستان میں دودھ اترے، یا حیض آنے لگے یا قابل جماع ہو جائے، یا حاملہ ہو جائے تو مؤنث سمجھا جائے گا، اور اسی حیثیت سے احکام جاری ہوں گے۔

فائدہ: اگر دونوں آلے موجود ہوں تب تو مذکورہ بالا علامتیں دیکھی جائیں گی، اور اگر دونوں میں سے کوئی آلہ نہ ہو اور پیشاب کسی سوراخ سے آتا ہے جس کی شکل نہ ذکر کی ہو نہ فرج کی تو ایسا شخص بھی خنثیٰ مشکل کہلائے گا۔ إن وَقَعَ الاشتِبَاهُ بِفُقْدَانِ الآلتينِ فَقَدْ قَالَ محمدٌ: هو عندنا والخنثى المشكلُ سواء. (شریفیہ ص: ۱۳۸)۔

فائدہ: معروف مخنث اور ہیجڑے یعنی وہ نامعقول مرد جو زنانہ لباس اور حرکات اختیار کر لیتے ہیں وہ میراث کے احکام میں مرد کے حکم میں ہیں۔ یہ لوگ اصطلاحی خنثیٰ نہیں ہیں۔

خنثیٰ کی توریث

خنثیٰ مشکل کی توریث میں دو مسلک ہیں:

پہلا مسلک: ترکہ دو مرتبہ تقسیم ہوگا، ایک بار خنثیٰ کو مذکر اور دوسری بار مؤنث فرض

[1] نصب الرایہ (۴: ۴۱۷) شریفیہ: ۱۳۸، المواریث ص: ۱۹۵)۔ [2] نصب الرایہ، شریفیہ۔

کیا جائے جس صورت میں خنثیٰ کو ترکہ کم مل رہا ہو وہی صورت ترکہ کی تقسیم کے لیے اختیار کی جائے، اور اگر کسی صورت میں خنثیٰ محروم ہو رہا ہو تو محروم کر دیا جائے۔

اکثر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اسی کے قائل تھے، امام اعظم ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کا مذہب اور امام ابو یوسف کا پہلا قول بھی یہی ہے اور احناف کے یہاں اسی پر فتویٰ ہے۔

مثلاً: ورثاء: ایک لڑکا، ایک لڑکی اور ایک خنثیٰ ہوں تو مسئلہ کی دو مرتبہ تخریج کی جائے گی:

(۱) مؤنث مان کر: میت مسئلہ ۴ فرید

ابن	بنت	خنثیٰ (بنت)
۲	۱	۱

(۲) مذکر مان کر: میت مسئلہ ۵ فرید

ابن	بنت	خنثیٰ (ابن)
۲	۱	۲

وضاحت: خنثیٰ کو مؤنث فرض کرنے کی صورت میں ترکہ کم مل رہا ہے؛ اس لیے وہی دیا جائے گا؛ کیوں کہ وہ متیقن ہے۔

فَصْلٌ فِي الْخُنْثٰى

لِلْخُنْثٰى الْمُشْكِلِ أَقَلُّ النَّصِيْبَيْنِ: أَعْنِي أَسْوَءَ الْحَالَيْنِ عِنْدَ أَبِي حَنِيْفَةَ — رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى — وَأَصْحَابِهٖ، وَهُوَ قَوْلُ عَامَّةِ الصَّحَابَةِ — رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ — وَعَلَيْهِ الْفَتْوٰى، كَمَا إِذَا تَرَكَ ابْنًا وَبِنْتًا وَخُنْثٰى: لِلْخُنْثٰى نَصِيْبُ بِنْتٍ لِأَنَّهٗ مُتَيَقَّنٌ.

ترجمہ: خنثیٰ مشکل کے لیے دونوں (مرد اور عورت) کے حصوں میں سے کم تر حصہ ہے، یعنی دونوں حالتوں میں سے جو بری حالت ہے: امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک اور یہی عام صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا قول ہے، اور اسی پر فتویٰ ہے۔ جیسے: کوئی شخص ایک لڑکا، ایک لڑکی اور ایک خنثیٰ (مشکل) چھوڑے تو

خنثیٰ کولڑکی کا حصہ ملے گا؛ اس لیے کہ وہ یقینی ہے۔

اعتراض: مؤنث کا حصہ ہمیشہ مذکر سے کم ہوتا ہے، اور خنثیٰ کو کم ہی ملتا ہے؛ پس "أقل النصيبين" کے بجائے "نصيب الأنثى" کہنا بہتر تھا مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے یہ آسان تعبیر اختیار کیوں نہ کی؟

جواب: یہ بات درست نہیں کہ مؤنث کو ہمیشہ مذکر سے کم ملتا ہے؛ ایسی مثالیں ہیں جن میں مؤنث کو کبھی مذکر کے برابر اور کبھی مذکر سے زیادہ ملتا ہے۔ مثلاً: ایک اخیافی بھائی اور ایک اخیافی بہن وارث ہو تو ترکہ دونوں کو آدھا آدھا ملے گا؛ تو دیکھیے مؤنث کو مذکر کے برابر ملا! اور مؤنث کو مذکر سے زائد ملنے کی مثال یہ ہے: زوج، ام، اخت لام اور خنثیٰ لاب؛ یہاں خنثیٰ کو اگر علاتی بہن فرض کریں گے تو زیادہ ملے گا اور علاتی بھائی فرض کریں گے تو کم ملے گا۔ تخریج یہ ہے:

مؤنث: میت مسئلہ ۶ عـ ۸ — اختری

خنثیٰ لاب (اخت لاب)	اخت لام	ام	زوج
نصف	سدس	سدس	نصف
۳	۱	۱	۳

مذکر: میت مسئلہ ۶ — اختری

خنثیٰ لاب (اخ لاب)	اخت لام	ام	زوج
عصبہ	سدس	سدس	نصف
۱	۱	۱	۳

وضاحت: مذکورہ مثال میں خنثیٰ کو مؤنث فرض کرنے کی صورت میں زیادہ ملتا ہے؛ معلوم ہوا کہ کبھی مؤنث کو مذکر سے زیادہ بھی ملتا ہے۔

سوال: مصنف علیہ الرحمہ نے "أقل النصيبين" (حصوں میں سے کم حصہ) کی تفسیر "أسوأ الحالين" (حالتوں میں سے زیادہ بری حالت) سے کیوں کی ہے؟

جواب: یہ تفسیر اس لیے کی ہے؛ تاکہ عبارت "محروم" ہونے والی صورت کو بھی

شامل ہو جائے، یعنی خنثٰی کو مذکر و مؤنث فرض کر کے ترکہ تقسیم کرنے میں اگر کسی صورت میں خنثٰی محروم ہو رہا ہو تو اس کو محروم کر دیا جائے گا۔ یہی زیادہ بری حالت ہے (کم حصہ ملنا بری حالت ہے اور محروم ہونا، اس سے زیادہ بری حالت ہے)۔

خنثٰی کے محروم ہونے کی مثال: اگر ورثاء: زوج، اخت اور خنثٰی لاب ہوں تو خنثٰی کو مؤنث (علاتی بہن) فرض کرنے کی صورت میں ایک ملے گا اور مذکر (علاتی بھائی) فرض کرنے کی صورت میں کچھ نہیں ملے گا؛ اس لیے کہ وہ عصبہ ہوگا۔ اور ذوی الفروض سے کچھ نہیں بچے گا؛ اس لیے کہ خنثٰی کو کچھ نہیں ملے گا۔ دونوں صورتوں کی تخریج یہ ہے:

مؤنث: میت مسئلہ ۶ عے ۷ — نزہت

زوج	اخت	خنثٰی لاب (علاتی بہن)
نصف	نصف	سدس (تکملة للثلثين)
۳	۳	۱

مذکر: میت مسئلہ ۲ — نزہت

زوج	اخت	خنثٰی لاب (علاتی بھائی)
نصف	نصف	عصبہ
۱	۱	محروم

خنثٰی کی توریث میں دوسرا مسلک

(امام عامر شعبی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے)

خنثٰی کی توریث میں دوسری رائے امام عامر بن شراحیل شعبی رحمہ اللہ (ولادت ۱۹ھ وفات ۱۰۳ھ) کی ہے۔ آپ کبار تابعین میں سے ہیں۔ آپ سے ایک ایسے بچہ کے ترکہ کے بارے میں پوچھا گیا جس کے دونوں آلے نہیں تھے۔ آپ نے فرمایا: ''اس کو مذکر کا آدھا حصہ اور مؤنث کا آدھا حصہ ملے گا'' آپ نے یہ جواب ورثاء کے جھگڑے ختم

کرنے کے لیے دیا ہے؛ اس لیے کہ خنثیٰ میں اور دیگر ورثاء میں جھگڑا ہو سکتا ہے: اگر مذکر کا حصہ زیادہ ہوگا تو وہ دعوی کرے گا کہ میں مذکر ہوں۔ مجھے مذکر کا حصہ ملنا چاہیے اور ورثاء انکار کریں گے، وہ کہیں گے کہ تو مؤنث ہے، تجھے مؤنث ہی کا حصہ ملے گا۔ اور اگر مؤنث کا حصہ زیادہ ہوگا تو خنثیٰ دعوی کرے گا کہ میں مؤنث ہوں، مجھے مؤنث کا حصہ ملنا چاہیے، اور دوسرے ورثاء کہیں گے: تو مذکر ہے، تجھے مذکر ہی کا حصہ ملے گا۔ اس جھگڑے کو ختم کرنے کے لیے امام عامر شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے خنثیٰ کو مذکر و مؤنث کے حصوں کا آدھا آدھا دیا۔ یہی رائے صحابہ میں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تھی۔

وَعِنْدَ الشَّعْبِي — رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ — وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ — رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا — لِلْخُنْثٰى نِصْفُ نَصِيْبَيْنِ بِالْمُنَازَعَةِ.

ترجمہ: اور شعبی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اور یہی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ خنثیٰ کو جھگڑے کی وجہ سے دونوں حصوں کا آدھا ملے گا۔

فائدہ: حضرت امام اوزاعی، حضرت امام ثوری، ابن ابی لیلیٰ اور نعیم بن حماد رحمہم اللہ بھی اسی کے قائل تھے۔

مذہبِ شعبی کی تخریج میں اختلاف
(امام ابویوسفؒ کی تخریج)

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے جو فرمایا ہے کہ ”خنثیٰ کو مذکر کے حصہ کا آدھا اور مؤنث کے حصہ کا آدھا دیا جائے گا“ اس کی تخریج میں صاحبین (امام ابویوسف اور امام محمد رحمہما اللہ) میں اختلاف ہے۔

امام ابویوسفؒ کی تخریج: اگر میت کے ورثاء ایک لڑکا، ایک لڑکی اور ایک خنثیٰ ہوں: تو لڑکے کو ایک، لڑکی کو آدھا اور خنثیٰ کو پون ملے گا۔ پون: مذکر و مؤنث کے حصوں کے آدھوں کا مجموعہ ہے۔ اور خنثیٰ کو یہ حصہ اس لیے ملے گا کہ وہ دو حال سے خالی نہیں: یا تو مذکر ہوگا یا مؤنث؟ اگر مذکر ہے تو اس کو ایک ملے گا۔ اور مؤنث ہے تو آدھا۔

دونوں صورتوں میں یہ حصے متیقن ہیں؛ اس لیے اس کو ان دونوں حصوں کا آدھا دیا

جائے گا۔ تخریج مسئلہ یہ ہے:

میت زید	مسئلہ ۲ $\frac{۱}{۴}$ تصـ ۹	ترکہ ۱۰۰۰ روپے
ابن	بنت	خنثیٰ
$\frac{۱}{۴}$	$\frac{۱}{۲}$ (آدھا) / ۲	$\frac{۳}{۴}$ (پون) / ۳
ترکہ: ۴۴۴/۴۵	۲۲۲/۲۲	۳۳۳/۳۳

وضاحت: زید کا ترکہ ۹ حصے ہو کر چار ابن کو، دو بنت کو اور تین خنثیٰ کو ملے گا؛ اس لیے کہ ابتداءً لڑکے کو ایک، لڑکی کو نصف اور خنثیٰ کو تین چوتھائی (پون) ملا ہے۔ جن کا مجموعہ ۲$\frac{۱}{۴}$ (سوا دو) ہے۔ اسی کو اصل مسئلہ بنایا۔ پھر کسر دور کرنے کے لیے چوتھائی کے مخرج چار سے اصل مسئلہ کو ضرب دیا یعنی اصل مسئلہ کو چار گنا کر دیا تو نو حاصل ہوئے۔ اس سے مسئلہ کی تصحیح ہوئی۔ پھر ابن کے ایک کو چار میں ضرب دیا تو اُسے چار ملا اور بنت کے نصف کو چار میں ضرب دیا (چار اَدّھے دو) تو اس کو دو ملا اور خنثیٰ کے پون کو چار میں ضرب دیا (چار پونے تین) تو اس کو تین ملا۔

بہ الفاظ دیگر: خنثیٰ کو نصف متیقن اور نصف متنازع فیہ کا آدھا ملے گا۔ مثال مذکور میں آدھا ملنا تو یقینی ہے۔ اس میں کوئی تنازع نہیں؛ البتہ مذکر کے حصے کے باقی نصف میں تنازع ہوگا؛ اس لیے اس کا آدھا دیا جائے گا۔ اور ''یقینی نصف'' اور ''متنازع فیہ نصف کے نصف'' کا مجموعہ ''پون'' ہے؛ اس لیے مسئلہ کی تخریج مذکورہ بالا طریقہ پر ہوگی۔

دوسری تخریج: تخریج مسائل کے ضابطے کے مطابق لڑکے کو دو، دیے جائیں (کیوں کہ وہ دو لڑکیوں کے برابر ہوتا ہے) اور لڑکی کو ایک اور خنثیٰ کو ڈیڑھ (۱$\frac{۱}{۲}$) تمام سہام کا مجموعہ ساڑھے چار ہوا۔ اس سے مسئلہ بنایا جائے۔ پھر ''ساڑھے'' کی کسر کو دور کرنے کے لیے نصف کے مخرج دو کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا جائے یعنی مسئلہ کو دو گنا کر دیا جائے تو نو حاصل ہوں گے۔ اسی سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی۔ چار لڑکے کو، دو لڑکی کو اور تین خنثیٰ کو ملیں گے۔

فائدہ: امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا پہلا قول تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے موافق

تھا؛ لیکن انھوں نے امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی تخریج کرنے کے بعد اپنے پہلے قول سے رجوع کرلیا ہے؛ البتہ امام محمدؒ امام شعبیؒ کے قول کی تخریج کرنے کے بعد بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہی کے ساتھ ہیں۔ (ردالمحتار: ۵/۵۱۵، حاشیہ شریفیہ ص: ۱۴۰)۔

وَاخْتَلَفَا فِي تَخْرِيجِ قَوْلِ الشَّعْبِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ:

قَالَ أَبُوْ يُوْسُفَ - رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى - لِلْإِبْنِ سَهْمٌ، وَلِلْبِنْتِ نِصْفُ سَهْمٍ، وَلِلْخُنْثٰى ثَلَاثَةُ أَرْبَاعِ سَهْمٍ؛ لِأَنَّ الْخُنْثٰى يَسْتَحِقُّ سَهْمًا إِنْ كَانَ ذَكَرًا أَوْ نِصْفَ سَهْمٍ إِنْ كَانَ أُنْثٰى، وَهٰذَا مُتَيَقَّنٌ، فَيَأْخُذُ نِصْفَ النَّصِيْبَيْنِ. أَوِ النِّصْفُ الْمُتَيَقَّنُ مَعَ نِصْفِ النِّصْفِ الْمُتَنَازَعِ فِيْهِ فَصَارَتْ لَهُ ثَلَاثَةُ أَرْبَاعِ سَهْمٍ، وَمَجْمُوْعُ الْأَنْصِبَاءِ سَهْمَانِ وَرُبُعُ سَهْمٍ؛ لِأَنَّهُ يَعْتَبِرُ السِّهَامَ وَالْعَوْلَ وَتَصِحُّ مِنْ تِسْعَةٍ.

أَوْ نَقُوْلُ لِلْإِبْنِ سَهْمَانِ، وَلِلْبِنْتِ سَهْمٌ، وَلِلْخُنْثٰى نِصْفُ النَّصِيْبَيْنِ: وَهُوَ سَهْمٌ وَنِصْفُ سَهْمٍ.

ترجمہ: اور دونوں (ابو یوسف ومحمد) نے شعبیؒ کے قول کی تخریج میں اختلاف کیا ہے، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ لڑکے کے لیے ایک حصہ، لڑکی کے لیے آدھا حصہ اور خنثیٰ کے لیے تین چوتھائی حصے ہیں؛ اس لیے کہ اگر خنثیٰ مذکر ہوتا تو ایک حصے کا مستحق ہوتا، اور اگر مؤنث ہوتا تو آدھے حصے کا، اور یہ متیقن (حصے) ہیں؛ لہٰذا خنثیٰ دونوں حصوں کا آدھا لے گا۔

یا (خنثیٰ کو) ''نصفِ متیقن'' کے ساتھ ''نصف متنازع فیہ'' کا آدھا (ملے گا) تو اس کے تین چوتھائی حصے ہوجائیں گے، اور حصوں کی مجموعی مقدار دو حصے اور ایک چوتھائی حصہ ہوگی؛ اس لیے کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سہام اور عول (یعنی کسر کے ختم کرنے) کا اعتبار کرتے ہیں، اور نو سے تصحیح ہوگی۔

یا ہم کہیں گے کہ لڑکے کو دو حصے اور لڑکی کو ایک حصہ اور خنثیٰ کو دونوں حصوں کا آدھا (ملے گا) اور وہ ڈیڑھ حصے ہیں۔

تشریح: یہاں "عول" سے وہ عول مراد نہیں جس کا ذکر "باب العول" میں آیا ہے؛ بلکہ یہاں عول: کسر کے ختم کرنے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ شریفیہ کے حاشیہ میں ہے:

العول، أي: البسطُ إلى الكسر يعني: ليس المراد بالعول ههنا ما مَرَّ، بل جعلُ الصِّحاح كسوراً من جنس كسرٍ تضربها في مخرجه مع زيادة هذا الكسر عليه، وهذا هو العولُ والمضاربةُ. (ص: ۱۴۱).

امام محمدؒ کی تخریج

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک: اولاً دو مسئلے بنائیں گے: ایک: خنثیٰ کو مذکر فرض کر کے؛ اور دوسرا: مؤنث فرض کر کے؛ پھر دونوں مسئلوں کی باہم نسبت دیکھیں گے۔ اگر تباین کی نسبت ہو تو ایک مسئلہ کو دوسرے مسئلہ میں، اور توافق کی نسبت ہو تو ایک مسئلہ کے وفق کو دوسرے مسئلہ کے کل میں ضرب دیں گے۔ حاصل ضرب سے دونوں مسئلوں کی تصحیح ہوگی۔ پھر پہلے مسئلہ کے ورثاء کے سہام کو مضروب میں ضرب دیں گے۔ اور دوسرے مسئلہ کے ورثاء کے سہام کو پہلے مسئلہ میں ضرب دیں گے تو دونوں مسئلوں کے ورثاء کے سہام نکل آئیں گے۔

پھر تیسرا مسئلہ بنائیں گے، جس میں دونوں مسئلوں کی تصحیح کے اعداد جوڑ کر مسئلہ کی جگہ لکھیں گے۔ اور دونوں مسئلوں میں تصحیح سے ورثاء کو ملے ہوئے اعداد کو جوڑ کر تیسرے مسئلہ میں ورثاء کے نیچے لکھیں گے۔ اس طرح خنثیٰ کا حصہ "**نصفُ النصيبين**" نکل آئے گا۔ تخریج اس طرح ہوگی:

پہلا مسئلہ: میت زید — مسئلہ ۵×۴ تصـ ۲۰

ابن	بنت	خنثیٰ (مذکر)
۲ / ۸	۱ / ۴	۲ / ۸

دوسرا مسئلہ: میت زید — مسئلہ ۴×۵ تصـ ۲۰

ابن	بنت	خنثیٰ (مؤنث)
۲ / ۱۰	۱ / ۵	۱ / ۵

تیسرا مسئلہ: میت مسئلہ ۴۰	ترکہ ۱۰۰۰ روپے	زید
ابن	بنت	خنثیٰ (مؤنث)
۱۸	۹	۱۳
ترکہ: ۴۵۰/=	۲۲۵/=	۳۲۵/=

وَقَالَ مُحَمَّدٌ — رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى —: يَأخُذُ الخُنثٰى خُمُسَى المَالِ إِنْ كَانَ ذَكَراً، وَرُبُعَ المال انْ كَانَ أُنثٰى، فَيَأخُذُ نِصفَ النَّصِيبَيْنِ: وَذٰلِکَ خُمُسٌ وَثُمُنٌ بِاِعْتِبَارِ الْحَالَيْنِ وَتَصِحُّ مِنْ أَرْبَعِينَ: وَهُوَ الْمُجْتَمِعُ مِنْ ضَرْبِ إِحْدَى المَسْأَلَتَيْنِ: وَهِيَ الْأَرْبَعَةُ فِي الْأُخْرٰى وَهِيَ الخَمْسَةُ، ثُمَّ فِي الحَالَتَيْنِ فَمَنْ كَانَ لَهُ شَيْءٌ مِنَ الخَمْسَةِ فَمَضْرُوبٌ فِي الْأَرْبَعَةِ، وَمَنْ كَانَ لَهُ شَيْءٌ مِنَ الْأَرْبَعَةِ فَمَضْرُوبٌ فِي الخَمْسَةِ، فَصَارَتْ لِلْخُنثٰى مِنَ الضَّرْبَيْنِ ثَلَاثَةَ عَشَرَ سَهْمًا، وَلِلْاِبْنِ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ سَهْمًا، وَلِلْبِنْتِ تِسعَةُ أَسْهُمٍ.

ترجمہ: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: خنثیٰ مال (ترکہ) کے دو خمس لے گا اگر وہ مذکر ہے (پہلے مسئلہ میں اس کو دو ملے ہیں جو پانچ کے دو خمس ہیں) اور مال کا چوتھائی لے گا اگر وہ مؤنث ہے (دوسرے مسئلہ میں ایک ملا ہے جو چار کا چوتھائی ہے) پس وہ دونوں حصوں کا آدھا لے گا (؛ اس لیے کہ وہ مذکر ہے نہ مؤنث: بلکہ خنثیٰ مشکل ہے) اور وہ (دونوں حصوں کا آدھا) خُمس اور ثُمن ہے (دو خمس کا آدھا: ایک خمس ہے اور ربع کا آدھا ثمن ہے) اور مسئلہ کی تصحیح چالیس سے ہوگی۔ اور وہ (چالیس) دو مسئلوں میں سے ایک کو —اور وہ چار ہے— دوسرے مسئلہ میں —اور وہ پانچ ہے— ضرب دینے سے اکٹھا ہونے والا ہے (یعنی ۴ کو ۵ میں ضرب دیا تو حاصل ضرب ۲۰ آیا۔ یہ پہلے مسئلہ کی تصحیح ہوئی۔ پھر ۵ کو ۴ میں ضرب دیا تو بھی حاصل ضرب ۲۰ آیا۔ یہ دوسرے مسئلہ کی تصحیح ہوئی۔ پھر دونوں تصحیحوں کو اکٹھا کرلیا تو ۴۰ ہوا۔ یہ تیسرے مسئلہ کی تصحیح ہوئی) پھر دونوں حالتوں میں (ایسا ہی کیا جائے) پس وہ وارث جن کو پانچ میں سے سہام ملے ہیں (یعنی پہلے مسئلہ کے ورثاء

کے سہام) ان کو چار میں ضرب دیا جائے۔ اور وہ ورثاء جن کو چار میں سے سہام ملے ہیں ان کو پانچ میں ضرب دیا جائے پس خنثیٰ کے لیے دونوں ضربوں سے ۱۳ حصے ہوں گے۔ اور ابن کے لیے ۱۸ اور بنت کے لیے ۹ سہام۔

نوٹ: دونوٹ تخریجوں کے ذریعہ تقسیم ترکہ میں معمولی فرق آئے گا۔ اوپر ایک ہزار روپے دونوں تخریجوں پر تقسیم کیے ہیں۔ ان کا فرق ملاحظہ کرلیں۔

فصل: حمل کی میراث کا بیان

(حمل کی کم از کم اور زیادہ سے زیادہ مدت)

حمل کو بھی میراث ملتی ہے۔ خواہ حمل میت کا ہو یا اس کے علاوہ کا۔ میت کا حمل: جیسے مرنے والے کی بیوی حاملہ ہو۔ اور اس کے علاوہ کا حمل: جیسے میت کلالہ ہو اور اس کے وارث بھائی بہن ہوں۔ اور بوقت موت اس کی والدہ حمل سے ہو۔ جس سے بھائی پیدا ہوگا یا بہن پھر وہ وارث ہوں گے۔ یا وارث پوتے پوتیاں ہوں اور دادا کی موت کے وقت بہو (بیٹے کی بیوی) حاملہ ہو۔ جس سے پوتا یا پوتی پیدا ہوسکتی ہے۔ یہ غیر کے حمل کی مثالیں ہیں۔

اور حمل کی توریث کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ زندہ پیدا ہو۔ مرا ہوا بچہ پیدا ہوگا تو اس کو میراث نہیں ملے گی۔ نیز یہ بھی شرط ہے کہ وہ مورِث کی موت کے وقت یقیناً پیٹ میں ہو۔ اور یہ بات اس طرح معلوم ہوسکتی ہے کہ وہ اکثر مدتِ حمل کے اندر پیدا ہو؛ اس لیے حمل کی اقل و اکثر مدت بیان کرتے ہیں۔

حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے اور زیادہ سے زیادہ مدت میں اختلاف ہے:

۱۔۔۔ احناف کے نزدیک: اکثر مدتِ حمل دو سال ہے؛ اس لیے اگر مورِث کی موت کے بعد دو سال کے اندر بچہ پیدا ہوا تو وہ وارث ہوگا۔ اس کے بعد پیدا ہوگا تو وارث نہیں ہوگا؛ اس لیے کہ اس صورت میں: بوقت موت بچے کا پیٹ میں ہونا یقینی نہیں۔

۲۔۔۔ امام لیث بن سعد مصری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک: اکثر مدتِ حمل تین سال ہے۔

۳۔۔۔ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کے نزدیک: اکثر مدتِ حمل چار

سال ہے۔

۴۔۔۔امام محمد بن مسلم زہری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک: اکثر مدتِ حمل سات سال ہے۔

نوٹ: تمام اقوال کے دلائل اوران کے جوابات وترجیحات کا بیان مطولات میں ہے۔

فَصْلٌ فِي الحَمْلِ

أَكْثَرُ مُدَّةِ الحَمْلِ سَنَتَانِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ — رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى — وَعِنْدَ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ — رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى — ثَلاثُ سِنِيْنَ، وَعِنْدَ الشَّافِعِيْ — رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى — أَرْبَعُ سِنِيْنَ، وَعِنْدَ الزُّهْرِيِّ سَبْعُ سِنِيْنَ؛ وَأَقَلُّهَا سِتَّةُ أَشْهُرٍ.

ترجمہ: امام ابوحنیفہ (اور صاحبین رحمہم اللہ) کے نزدیک حمل کی مدت زیادہ سے زیادہ دوسال ہے۔اورلیث بن سعد کے نزدیک تین سال۔اورامام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چارسال اورامام زہری علیہ الرحمہ کے نزدیک سات سال ہے۔اورحمل کی کم سے کم (سب کے نزدیک) مدت چھ ماہ ہے)۔

••••••••••••••••••••••••••••••••••••

کتنے بچوں کی میراث روکی جائے؟

اگرعورت قریب ولادت ہوتو بہتر یہ ہے کہ تقسیم ترکہ کوولادت تک مؤخرکردیا جائے؛ تاکہ تقسیم میں کوئی پریشانی پیش نہ آئے۔اورقریب ولادت ہونے کامدارعرف پر ہےاوربعض فقہاء نے ایک ماہ سے کم کوقریب اوراس سے زیادہ کوبعید کہا ہے(حاشیہ شریفیہ)اوراگرولادت میں ابھی دیرہوتوترکہ تقسیم کردیناچاہیے۔تقسیم ترکہ میں دیرکرنا مناسب نہیں۔اس صورت میں ترکہ میں سے حمل کاحصہ روک لیاجائے گا۔اورایک حمل سے عام طور پرایک ہی بچہ پیداہوتاہے؛مگرکبھی زیادہ بھی پیداہوتے ہیں؛اس لیے سوال پیداہوتاہے کہ کتنے بچوں کاحصہ روکاجائے؟اس سلسلہ میں چاراقوال ہیں:

پہلاقول: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک: چارلڑکوں یاچارلڑکیوں میں سے

جن کا حصہ زیادہ ہو وہ حمل کے لیے روک لیا جائے؛ باقی ترکہ ورثاء کے درمیان تقسیم کر دیا جائے۔

دوسرا قول: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک: تین لڑکوں یا تین لڑکیوں میں سے جن کا حصہ زیادہ ہو، وہ حمل کے لیے روک لیا جائے؛ باقی ترکہ تقسیم کر دیا جائے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول: کتب احناف میں مذکور نہیں۔ آپ سے یہ قول: امام لیث بن سعد مصری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

تیسرا قول: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت بھی مروی ہے کہ دو لڑکوں یا دو لڑکیوں کا حصہ حمل کے لیے روکا جائے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی بھی یہی رائے ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی بھی ایک روایت یہی ہے۔ جس کو آپ سے ہشام بن عبداللہ رازی نے روایت کیا ہے۔

چوتھا قول: - جو مفتی بہ ہے - خصّاف رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت کی ہے کہ ایک لڑکے یا ایک لڑکی کا حصہ حمل کے لیے روک لیا جائے؛ اس لیے کہ عموماً ایک حمل سے ایک ہی بچہ پیدا ہوتا ہے۔ اور ورثاء سے ضامن لے لیا جائے کہ اگر بچے زیادہ پیدا ہوئے تو وہ لیے ہوئے ترکہ میں سے زائد بچوں کا حصہ واپس کر دیں گے۔ آج کل "الٹرا ساؤنڈ" یا "سیٹی اسکین" کے ذریعے غالب گمان حاصل کیا جا سکتا ہے؛ تاکہ تقسیم ثانی کا احتمال کم یا معدوم ہو جائے۔ (اشتیاق)

وَيُوْقَفُ لِلْحَمْلِ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ — رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى — نَصِيْبُ أَرْبَعَةِ بَنِيْنَ، أَوْ أَرْبَعِ بَنَاتٍ أَيُّهُمَا أَكْثَرُ، وَيُعْطٰى لِبَقِيَّةِ الْوَرَثَةِ أَقَلُّ الْأَنْصِبَاءِ؛ وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ — رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى — يُوْقَفُ نَصِيْبُ ثَلَاثَةِ بَنِيْنَ أَوْ ثَلَاثِ بَنَاتٍ أَيُّهُمَا أَكْثَرُ، رَوَاهُ لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ.

وَفِيْ رِوَايَةٍ أُخْرٰى نَصِيْبُ ابْنَيْنِ، وَهُوَ قَوْلُ الْحَسَنِ، وَإِحْدَى الرِّوَايَتَيْنِ عَنْ أَبِيْ يُوْسُفَ — رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى — رَوَاهُ عَنْهُ هِشَامٌ.

وَرَوَى الْخَصَّافُ عَنْ أَبِيْ يُوْسُفَ — رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى —: أَنَّهُ

يُوْقَفُ نَصِيْبُ اِبْنٍ وَاحِدٍ أَوْ بِنْتٍ وَاحِدَةٍ وَعَلَيْهِ الفَتْوٰى، وَيُؤْخَذُ الكَفِيْلُ عَلٰى قَوْلِهٖ.

ترجمہ: اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چار لڑکے یا چار لڑکیوں کے حصوں میں سے جو حصہ زیادہ ہو وہ روک لیا جائے گا۔ اور کم تر حصہ باقی ورثاء کو دے دیا جائے گا۔

اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تین لڑکے یا تین لڑکیوں کے حصوں میں جو حصہ زیادہ ہوا سے موقوف رکھا جائے گا، لیث بن سعدؒ نے (ان سے) یہ روایت نقل کی ہے۔

اور دوسری روایت میں دو لڑکے (یا دو لڑکیوں) کا حصہ ہے (یعنی ان میں جو زیادہ ہو وہ موقوف رکھا جائے گا) یہی قول حسن (بصری) رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی دو روایتوں میں سے ایک روایت ہے، جسے ہشامؒ نے ان سے نقل کیا ہے۔

اور خصاف رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک لڑکے یا ایک لڑکی کا حصہ (یعنی زیادہ والا حصہ) موقوف رکھا جائے گا اور اسی پر فتوی ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر ضامن لیا جائے گا۔

فائدہ: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ولادت سے پہلے صرف انھیں ورثہ کو ترکہ تقسیم کرتے ہیں، جن کا حصہ حمل کے ایک یا زیادہ ہونے سے نہیں بدلتا اور بقیہ ترکہ ولادت تک محفوظ رکھتے ہیں۔ (شریفیہ ص: ۱۴۵)۔

حمل کے تین احکام

اب حمل کے تین احکام بیان کرتے ہیں:

پہلا حکم: اگر حمل میت کا ہو یعنی شوہر کی وفات ہوئی ہو، اور بیوی حاملہ ہو۔ اور دو سال کے اندر بچہ پیدا ہو — خواہ چھ ماہ سے کم میں پیدا ہو — بشرطیکہ عورت نے عدت ختم ہونے کا اقرار نہ کیا ہو تو بچہ وارث بھی ہوگا اور مورث بھی یعنی بچہ زندہ پیدا ہوا تو اس کو اپنے باپ کی میراث ملے گی اور زندہ پیدا ہو کر مر جائے تو اس کا حصۂ میراث اس کے ورثاء

کو ملے گا— اور اگر دو سال کے بعد ولادت ہو تو بچہ نہ وارث ہوگا نہ مورِث؛ اس لیے کہ اس صورت میں یہ بات یقینی نہیں کہ وہ مورِث کی موت کے وقت پیٹ میں تھا؛ اسی طرح اگر بچہ دو سال کے اندر پیدا ہوا اور عورت عدت گذر جانے کا اقرار کر چکی ہو اور مدت میں انقضائے عدت کی گنجائش ہو، تو بھی مولود نہ وارث ہوگا نہ مورث۔

دوسرا حکم: اور اگر حمل غیر میت کا ہو، مثلاً باپ کا یا بیٹے کا ہو یعنی میت کی ماں یا بہو حمل سے ہو: تو اگر میت کی موت کے بعد چھ ماہ میں یا چھ ماہ کے اندر بچہ پیدا ہو تو وہ وارث ہوگا۔ اس کے بعد پیدا ہو تو وارث نہیں ہوگا؛ اس لیے کہ پہلی صورت میں میت کی موت کے وقت علوق (استقرار حمل) کا یقین ہے اور دوسری صورت میں یہ بات یقینی نہیں۔ ممکن ہے میت کی وفات کے بعد استقرار حمل ہوا ہو۔

تیسرا حکم: حمل کی توریث کے لیے اس کے پورے حصے یا اکثر حصے کا زندہ پیدا ہونا شرط ہے؛ چناں چہ اگر بچہ: اکثر حصہ نکلنے تک زندہ ہو، پھر مر جائے تو وہ وارث ہوگا۔ اور اگر اس سے پہلے مر جائے یا مردہ ہی پیدا ہو تو وارث نہیں ہوگا۔

اور اس کی علامت یہ ہے کہ اگر بچہ سیدھا پیدا ہو یعنی سر پہلے نکلے تو پورا سینہ نکلنے پر اکثر حصہ کی ولادت مانی جائے گی۔ اور اگر بچہ الٹا پیدا ہو یعنی پیر پہلے نکلیں تو ناف تک نکلنے پر اکثر حصہ کی ولادت مانی جائے گی۔

فَإِنْ كَانَ الحَمْلُ مِنَ المَيِّتِ، وَجَاءَتْ بِالْوَلَدِ لِتَمَامِ أَكْثَرِ مُدَّةِ الحَمْلِ، أَوْ أَقَلَّ مِنْهَا وَلَمْ تَكُن أقرتْ بانقضاء العدة يرِثُ وَيُوْرَثُ عَنْه؛ وَإِنْ جَاءَتْ بِالْوَلَدِ لِأَكْثَرَ مِنْ أَكْثَرِ مُدَّةِ الحَمْلِ لَا يَرِثُ وَلَا يُوْرَثُ.

وَإِنْ كَانَ مِنْ غَيْرِهِ، وَجَاءَتْ بِالوَلَدِ لِسِتَّةِ أَشْهُرٍ أَوْ أَقَلَّ مِنْهَا يَرِثُ؛ وَإِنْ جَاءَتْ بِهِ لِأَكْثَرَ مِنْ أَقَلِّ مُدَّةِ الحَمْلِ لَا يَرِثُ.

وَإِنْ خَرَجَ أَقَلُّ الولدِ ثم مات لَا يَرِثُ وان خَرَجَ أَكْثَرُهُ ثم مات يَرِثُ. فَإِنْ خَرَجَ الوَلَدُ مُسْتَقِيْمًا فَالمُعْتَبَرُ صَدْرُهُ — يَعْنِيْ إِذَا خَرَجَ

الصَّدْرُ كُلُّهُ يَرِثُ — وَإِنْ خَرَجَ مَنْكُوْسًا فَالْمُعْتَبَرُ سُرَّتُهُ.

ترجمہ: پس اگر حمل میت کا ہو اور (عورت) اکثر مدت حمل مکمل ہونے پر یا اس سے کم مدت میں بچہ جنے — جب کہ اس نے عدت گزر جانے کا اقرار نہ کیا ہو — تو وہ (بچہ) وارث ہوگا اور دوسرے کو وارث بنائے گا؛ اور اگر اکثر مدتِ حمل گزرنے کے بعد بچہ جنے تو وہ (بچہ) نہ تو وارث ہوگا، اور نہ ہی کسی کو وارث بنائے گا۔

اور اگر حمل میت کے علاوہ کا ہو اور (عورت) چھ ماہ یا اس سے کم میں بچہ جنے تو وہ بچہ وارث ہوگا، اور اگر اقل مدتِ حمل (چھ ماہ) سے زیادہ میں بچہ جنے تو (وہ بچہ) وارث نہیں ہوگا۔

اور اگر بچے کا تھوڑا حصہ باہر آیا پھر بچہ مر گیا، تو وہ وارث نہیں ہوگا، اور اگر اس کا زیادہ حصہ باہر آ گیا پھر مر گیا تو وہ وارث ہوگا۔

پس اگر بچہ سیدھا نکلے تو اس کے سینے کا اعتبار ہوگا...... یعنی جب پورا سینہ باہر آ جائے (پھر مر جائے) تو وہ وارث ہوگا — اور اگر بچہ اُلٹا پیدا ہو تو اس کے ناف کا اعتبار ہوگا۔

طریقۂ توریثِ حمل

بہتر یہ ہے کہ میراث تقسیم کرنے میں عجلت نہ کی جائے۔ تقسیم ترکہ کو وضع حمل تک ملتوی رکھا جائے؛ لیکن اگر ورثاء انتظار نہ کریں اور ولادت سے پہلے ہی ترکہ تقسیم کرنا چاہیں اور ولادت میں ابھی دیر ہو تو حمل کے لیے ممکنہ حصہ محفوظ کر لیا جائے۔ اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اولاً دو مسئلے بنائے جائیں: ایک: حمل کو مذکر فرض کر کے۔ دوسرا: حمل کو مؤنث فرض کر کے۔ پھر دونوں مسئلوں میں نسبت دیکھی جائے، اگر توافق ہو تو ایک کے وفق کو دوسرے کے کل میں، اور تباین ہو تو ایک کے کل کو دوسرے کے کل میں ضرب دیا جائے۔ حاصل ضرب سے دونوں مسئلوں کی تصحیح ہوگی۔ پھر تصحیح سے ہر فریق کا حصہ نکالنے کے لیے پہلے مسئلہ کے سہام کو مضروب یعنی دوسرے مسئلہ کے وفق یا کل میں ضرب دیں۔ اور دوسرے مسئلہ کے سہام کو پہلے مسئلہ کے وفق یا کل میں ضرب دیں۔ ہر فریق کا حصہ تصحیح

سے نکل آئے گا۔ جیسا خنثیٰ کے مسئلہ میں کیا جاتا ہے۔

مثال: زید کے ورثاء یہ ہیں: زوجہ حاملہ، ماں، باپ اور ایک بنت: تو تخریج مسئلہ اس طرح ہوگی:

پہلا مسئلہ: میت — مسئلہ ۲۴×۹ تصـ ۲۱۶ وفق ۸ توافق بالثلث — ابراہیم

زوجہ	ام	اب	بنت	حمل (ابن)
ثمن	سدس	سدس	عصبہ	
۳/۲۷	۴/۳۶	۴/۳۶	۱۳/۱۱۷	

دوسرا مسئلہ: میت — مسئلہ ۲۴ عـ ۲۷ ۸×۲۷ تصـ ۲۱۶ وفق ۹ توافق بالثلث — ابراہیم

زوجہ	ام	اب	بنت	حمل (بنت)
ثمن	سدس	سدس	ثلثان	
۳/۲۴	۴/۳۲	۴/۳۲	۱۶/۱۲۸	

اور حمل کی توریث کا ضابطہ: یہ ہے کہ موجود ورثاء کو کم حصہ دیا جاتا ہے۔ اور حمل کے لیے زیادہ حصہ روکا جاتا ہے۔ پس دونوں مسئلوں میں ورثاء کے سہام پر نظر ڈالیں۔ زوجہ، ام اور اب کو دوسرے مسئلہ میں کم ملا ہے۔ پس وہ دے دیا جائے۔ اور کم و بیش کے درمیان جو فرق ہے وہ موقوف رکھا جائے۔ ابھی نہ دیا جائے اور بنت کا حصہ ابھی متعین نہیں۔ حمل کی ولادت کے بعد ہی متعین ہوگا؛ اس لیے تمام ممکنہ صورتوں میں سے جس میں کم مل رہا ہو وہ اس کو دیا جائے۔ اور باقی محفوظ کر لیا جائے۔ اور کم از کم ملنے کی صورت یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق حمل کو چار ابناء فرض کیا جائے تو ۱۱۷ نو سے تقسیم ہوں گے اور بنت کو ۱۳ ملیں گے۔ یہی فی الحال اس کو دیا جائے اور باقی ۱۰۴ محفوظ کر لیے جائیں۔ اب "منقح" مسئلہ اس طرح لکھ لیا جائے:

منقح مسئلہ: میت — مسئلہ ۲۱۶ — ابراہیم

	زوجہ	ام	اب	بنت
	۲۴	۳۲	۳۲	۱۳=۱۰۱
موقوفہ حصص:	۳	۴	۴	۱۰۴=۱۱۵

وضاحت: ترکہ کے ایک سو ایک حصے دے دیے اور ایک سو پندرہ حصے محفوظ کر لیے۔ پھر اگر ایک یا زیادہ بنات کی ولادت ہوئی تو زوجہ، ام اور اب کے موقوفہ گیارہ حصے بنات کو مل جائیں گے۔ ان کو واپس نہیں کیے جائیں گے؛ اس لیے کہ اوپر مسئلہ دوم میں حمل کے بنت ہونے کی تقدیر پر جو ان کے حصے تھے وہ ان کو پہلے ہی دیے جا چکے ہیں۔ اور اگر ایک یا زیادہ ابناء کی ولادت ہوئی تو زوجہ اور ابوین کے جو حصے موقوف رکھے گئے تھے وہ ان کو لوٹا دیے جائیں گے؛ اس لیے کہ اوپر مسئلہ اول میں حمل کے ابن ہونے کی تقدیر پر ان کو جو حصے ملے ہیں: وہ پورے انھیں نہیں دیے گئے۔ ان میں سے گیارہ حصے روک رکھے ہیں۔ پس جب ابن کی ولادت ہوئی تو وہ حصے ان کو واپس دیے جائیں گے۔

اولاد میں ترکہ کی تقسیم: ولادت کے بعد موقوفہ حصوں کے ساتھ بنت کو دیے ہوئے ۱۳ حصوں کو بھی جمع کر لیا جائے۔ اور ولادت: بنت یا بنات کی ہوئی ہو تو دیگر ورثاء کے موقوفہ گیارہ حصص بھی اس میں شامل کر لیے جائیں۔ اور لڑکیوں میں مساوی تقسیم کر دیے جائیں۔ اور اگر ولادت: ابن یا ابناء کی ہوئی ہو تو موقوفہ حصص کے ساتھ بنت کو دیے ہوئے ۱۳ حصص شامل کر کے اولاد کے درمیان "للذکر مثل حظ الانثیین" کے ضابطہ سے تقسیم کیے جائیں۔

مثلاً: ایک لڑکی پیدا ہوئی تو اب میت کی دو لڑکیاں ہو گئیں؛ اس لیے ۱۰۴ اور ۱۳ اور گیارہ کو جمع کیا جائے۔ مجموعہ ۱۲۸ ہوگا۔ اس کو دونوں لڑکیوں میں مساوی تقسیم کر دیا جائے۔ اس طرح ہر لڑکی کو ۶۴ ملیں گے۔ اور لڑکا پیدا ہو تو اب میت کی اولاد: ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہو گئی؛ اس لیے ۱۰۴ اور ۱۳ کو ملایا جائے۔ مجموعہ ۱۱۷ ہوگا۔ اس کو ۳ سے تقسیم کیا جائے ایک حصہ (۳۹) لڑکی کو، اور دو حصے (۷۸) لڑکے کو دیے جائیں اور دو یا زیادہ بچوں کی ولادت ہو تو بھی یہی طریقہ اختیار کیا جائے۔

اَلْأَصْلُ فِي تَصْحِيْحِ مَسَائِلِ الْحَمْلِ أَنْ تُصَحَّحَ الْمَسْئَلَةَ عَلٰى تَقْدِيْرَيْنِ: أَعْنِيْ: عَلٰى تَقْدِيْرِ أَنَّ الْحَمْلَ ذَكَرٌ وَعَلٰى تَقْدِيْرِ أَنَّهُ أُنْثٰى: ثُمَّ يُنْظَرُ بَيْنَ تَصْحِيْحَي الْمَسْأَلَتَيْنِ فَإِنْ تَوَافَقَا بِجُزْءٍ فَاضْرِبْ وَفْقَ

احدِهِمَا فِیْ جَمِیْعِ الآخَرِ؛ وَإِنْ تَبَايَنَا فَاضْرِبْ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فِي جَمِيْعِ الآخَرِ، فَالْحَاصِلُ تَصْحِيْحُ الْمَسْئَلَةِ.

ثُمَّ اضْرِبْ نَصِيْبَ مَنْ كَانَ لَهُ شَيْءٌ مِنْ مَسْئَلَةِ ذُكُوْرَتِهِ فِيْ مَسْئَلَةِ أُنُوْثَتِهِ، أَوْ فِيْ وَفْقِهَا وَمَنْ كَانَ لَهُ شَيْءٌ مِنْ مَسْئَلَةِ أُنُوْثَتِهِ فِيْ مَسْئَلَةِ ذُكُوْرَتِهِ أَوْ فِيْ وَفْقِهَا كَمَا فِي الْخُنْثٰى.

ثُمَّ انْظُرْ فِي الْحَاصِلَيْنِ مِنَ الضَّرْبِ، أَيُّهُمَا أَقَلُّ يُعْطٰى لِذٰلِكَ الْوَارِثِ وَالْفَضْلُ الَّذِيْ بَيْنَهُمَا مَوْقُوْفٌ مِنْ نَصِيْبِ ذٰلِكَ الْوَارِثِ.

فَإِذَا ظَهَرَ حَمْلٌ فَإِنْ كَانَ مُسْتَحِقًّا لِجَمِيْعِ الْمَوْقُوْفِ، فَبِهَا، وَإِنْ كَانَ مُسْتَحِقًّا لِلْبَعْضِ فَيَأْخُذُ ذٰلِكَ وَالْبَاقِيْ مَقْسُوْمٌ بَيْنَ الْوَرَثَةِ، فَيُعْطٰى لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الْوَرَثَةِ مَاكَانَ مَوْقُوْفًا مِنْ نَصِيْبِهِ. كَمَا إِذَا تَرَكَ بِنْتًا، وَأَبَوَيْنِ وَامْرَأَةً حَامِلًا، فَالْمَسْئَلَةُ مِنْ أَرْبَعَةٍ وَعِشْرِيْنَ عَلٰى تَقْدِيْرِ أَنَّ الْحَمْلَ ذَكَرٌ وَمِنْ سَبْعَةٍ وَعِشْرِيْنَ عَلٰى تَقْدِيْرِ أَنَّهُ أُنْثٰى؛ فَاضْرِبْ وَفْقَ أَحدِهِمَا فِيْ جَمِيْعِ الآخَرِ صَارَ الْحَاصِلُ مِائَتَيْنِ وَسِتَّةَ عَشَرَ؛ إِذْ عَلٰى تَقْدِيْرِ ذُكُوْرَتِهِ لِلْمَرْأَةِ سَبْعَةٌ وَعِشْرُوْنَ، وَلِأَبَوَيْنِ لِكُلِّ وَاحِدٍ سِتَّةٌ وَّثَلَاثُوْنَ، وَعَلٰى تَقْدِيْرِ أُنُوْثَتِهِ لِلْمَرْأَةِ أَرْبَعَةٌ وعِشْرُوْنَ وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الْأَبَوَيْنِ اثنانِ وثَلَاثُوْنَ فَتُعْطٰى لِلْمَرْأَةِ أَرْبَعَةٌ وَعِشْرُوْنَ، وَتُوُقِّفُ مِنْ نَصِيْبِهَا ثَلَاثَةُ أَسْهُمٍ وَمِنْ نَصِيْبِ كُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الْأَبَوَيْنِ أَرْبَعَةُ أَسْهُمٍ، وَتُعْطٰى لِلْبِنْتِ ثَلَاثَةَ عَشَرَ سَهْمًا؛ لِأَنَّ الْمَوْقُوْفَ فِي حَقِّهَا نَصِيْبُ أَرْبَعَةِ بَنِيْنَ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ — رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى — وَإِذَا كَانَ الْبَنُوْنَ أَرْبَعَةً فَنَصِيْبُهَا سَهْمٌ وَأَرْبَعَةُ أَتْسَاعِ سَهْمٍ مِنْ أَرْبَعَةٍ وَعِشْرِيْنَ مَضْرُوْبٌ فِيْ تِسْعَةٍ — فَصَارَ ثَلَاثَةَ عَشَرَ سَهْمًا وَهِيَ لَهَا وَالْبَاقِيْ مَوْقُوْفٌ وَهُوَ مِائَةٌ وَّخَمْسَةَ عَشَرَ سَهْمًا.

فَإِنْ وَلَدَتْ بِنْتًا وَاحِدَةً أَوْ أَكْثَرَ فَجَمِيْعُ الْمَوْقُوْفِ لِلْبَنَاتِ وَإِنْ

وَلَدَتْ اِبْنًا وَاحِدًا أَوْ أَكْثَرَ فَيُعْطِي لِلْمَرْأَةِ وَالْأَبَوَيْنِ مَا كَانَ مَوْقُوْفًا مِنْ نَصِيْبِهِمْ فَمَا بَقِيَ تُضَمُّ إِلَيْهِ ثَلَاثَةَ عَشَرَ وَيُقْسَمُ بَيْنَ الْأَوْلَادِ.

ترجمہ: حمل کے مسائل کی تصحیح میں بنیادی بات یہ ہے کہ دو تقدیروں پر مسئلہ کی تصحیح کریں یعنی اس تقدیر پر کہ حمل مذکر ہے، اور اس تقدیر پر کہ حمل مؤنث ہے۔ پھر دونوں مسئلوں کی دونوں تصحیح میں غور کریں۔ اب اگر دونوں کسی جزء میں متفق ہوں (یعنی کوئی تیسرا چھوٹا عدد دونوں کو کاٹتا ہو) تو ان دونوں میں سے ایک کے وفق کو دوسرے کے کل میں ضرب دیں۔ اور اگر دونوں متباین ہوں تو دونوں میں سے ہر ایک کو دوسرے کے کل میں ضرب دیں تو حاصل مسئلہ کی تصحیح ہے۔

پھر (ہر فریق کا حصہ جاننے کے لیے) ضرب دیں اس (وارث) کے حصہ کو جو بھی اس کو ملا ہے حمل کے مذکر ہونے کے مسئلہ سے (یعنی پہلے مسئلہ سے) حمل کے مؤنث ہونے کے مسئلہ میں (یعنی دوسرے مسئلہ کے کل میں) یا اس کے وفق میں۔ اور اس (وارث) کے حصہ کو جو بھی اس کو ملا ہے حمل کے مؤنث ہونے کے مسئلہ سے (یعنی دوسرے مسئلہ سے) حمل کے مذکر ہونے کے مسئلہ میں یا اس کے وفق میں۔ جیسا خنثیٰ میں۔

پھر دیکھیں ضرب سے دونوں حاصل ہونے والے حصوں میں: ان میں سے کم کونسا ہے؟ وہ اس وارث کو دیا جائے۔ اور وہ ''زیادتی'' (تفاوت) جو ان دونوں (حاصلوں) کے درمیان ہے: موقوف رکھی ہوئی ہے اس وارث کے حصہ سے۔

اب جب حمل پیدا ہو: تو اگر وہ سارے موقوف کا مستحق ہو تو بہتر ہے۔ اور اگر وہ کچھ کا مستحق ہو تو وہ لے گا۔ اور باقی ورثاء کے درمیان بانٹ دیا جائے گا، ورثاء میں سے ہر ایک کو وہ دیا جائے گا جو اس کے حصے سے روکا ہوا تھا۔ جیسا کہ جب ایک بیٹی اور والدین اور ایک حاملہ عورت کو چھوڑا ہو تو مسئلہ چوبیس سے ہوگا اس تقدیر پر کہ حمل لڑکا ہے۔ اور مسئلہ ستائیس سے ہوگا اس تقدیر پر کہ حمل لڑکی ہے۔ پس ضرب دیں ان میں سے ایک کے وفق کو دوسرے کے کل میں حاصل ضرب دو سو سولہ ہوگا؛ اس لیے کہ حمل کے مذکر ہونے کی

صورت میں بیوی کے لیے ستائیس اور والدین میں سے ہر ایک کے لیے چھتیس ہیں۔ اور حمل کے مؤنث ہونے کی صورت میں بیوی کے لیے چوبیس اور والدین میں سے ہر ایک کے لیے بتیس ہیں۔ پس بیوی کو چوبیس دیے جائیں گے اور اس کے حصہ میں سے تین حصے روکے جائیں گے۔ اور والدین میں سے ہر ایک کے حصہ میں سے چار سہام (روکے جائیں گے) اور بیٹی کو تیرہ سہام دیے جائیں گے؛ اس لیے کہ اس کے حق میں روکا ہوا ترکہ چار بیٹوں کا حصہ ہے۔ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک۔ اور جب چار بیٹے ہوں گے تو بیٹی کا حصہ: ایک سہم اور دوسرے سہم کے چار نویں ($\frac{4}{9}$) ہیں چوبیس میں سے، جو ضرب دیے گئے ہیں نو میں۔ پس وہ تیرہ سہام ہوئے۔ اور وہ اس کے لیے ہیں اور باقی موقوف ہیں۔ اور وہ ایک سو پندرہ سہام ہیں۔

پھر اگر زوجہ ایک بیٹی یا زیادہ (بیٹیاں) جنے تو سارا موقوف بیٹیوں کے لیے ہے۔ اور اگر وہ ایک بیٹا یا زیادہ جنے تو زوجہ اور ابوین کو وہ دیا جائے گا جو ان کے حصوں میں سے روک لیا گیا تھا۔ پھر جو باقی رہا اس کے ساتھ تیرہ ملائے جائیں گے اور اولاد کے درمیان تقسیم کیے جائیں گے۔

اگر بچہ مردہ پیدا ہو؟

اگر بچہ مردہ پیدا ہو تو مذکورہ صورت میں بیوی اور والدین کو ان کا موقوف حصہ لوٹا دیا جائے گا، اور لڑکی کو ایک ہونے کی وجہ سے پورے مال کا ''نصف'' ملے گا یعنی لڑکی کو پہلے ''تیرہ'' مل چکے ہیں، اب اس کو مزید پچانوے دیے جائیں گے تو دو سو سولہ کا آدھا ایک سو آٹھ ہو جائے گا اور باقی ماندہ ''نو'' باپ کو عصبہ ہونے کی وجہ سے دیے جائیں گے باپ کو پہلے چھتیس حصے ملے تھے مزید ''نو'' کے اضافے کے بعد اس کے کل حصے پینتالیس ہو جائیں گے، تخریج یہ ہے:

مسئلہ ۲۱۶ ابراہیم
میت

زوجہ	ام	اب	بنت
۲۷	۳۶	۴۵=۹+۳۶	۱۰۸=۹۵+۱۳

وَإِنْ وَلَدَتْ وَلَدًا مَيِّتًا، فَيُعْطَى لِلْمَرْأَةِ وَالْأَبَوَيْنِ مَا كَانَ مَوْقُوفًا مِنْ نَصِيبِهِمْ، وَلِلْبِنْتِ إِلَى تَمَامِ النِّصْفِ وَهُوَ خَمْسَةٌ وَتِسْعُونَ سَهْمًا، وَالْبَاقِي لِلْأَبِ وَهُوَ تِسْعَةُ أَسْهُمٍ؛ لِأَنَّهُ عَصَبَةٌ.

ترجمہ: اور اگر (عورت) مردہ بچہ جنے تو بیوی اور والدین کو ان کے موقوفہ حصے دیے جائیں گے، اور لڑکی کو نصف کے پورا ہونے کے برابر (دیا جائے گا) اور وہ پچانوے حصے ہیں، اور باقی ماندہ باپ کو (دیا جائے گا) اور وہ نو حصے ہیں؛ اس لیے کہ باپ عصبہ (بھی) ہے۔

مختصر طریقہ: یہ ہے کہ اگر بچہ مردہ پیدا ہو تو دوبارہ مسئلے کی تصحیح کر لی جائے۔ مذکورہ بالا صورت میں مسئلہ اس طرح بنے گا۔

مسئلہ ۲۴ میت ابراہیم

زوجہ	ام	اب	بنت
ثمن	سدس	سدس وعصبہ	نصف
۳	۴	۵	۱۲

فائدہ: اگر بعض ورثاء ایسے ہوں کہ ان کو ایک حالت میں، مثلاً حمل کے مؤنث ہونے کی حالت میں ترکہ ملتا ہے۔ اور دوسری حالت میں مثلاً حمل کے مذکر ہونے کی حالت میں ترکہ نہیں ملتا تو ولادت سے پہلے ان کو کچھ نہیں دیا جائے گا۔ ان کا حصہ محفوظ رکھا جائے گا۔ اگر ولادت کے بعد ترکہ کا مستحق ہوگا تو ملے گا ورنہ نہیں۔ مثلاً زید نے حاملہ بیوی اور بھائی چھوڑا تو اگر بچہ مذکر پیدا ہوا تو وہی عصبہ ہوگا بھائی کو کچھ نہیں ملے گا اور لڑکی پیدا ہوئی تو وہ نصف لے گی اور باقی عصبہ ہونے کی وجہ سے بھائی کو ملے گا؛ اس لیے فی الحال بھائی کو کچھ نہیں دیا جائے گا۔ تخریج مسئلہ یہ ہے:

مسئلہ ۸ میت محفوظ ۷ سہام شارق

زوجہ (حاملہ)	اخ	حمل (لڑکا یا لڑکی)
۱	موقوف	×

فصل: مفقود کا حکم

فَقَدَ، يَفْقِدُ (ض) فَقْدًا، وَفُقْدَانًا: کھونا، گم ہونا۔ المفقود: (اسم مفعول) گم شدہ، اسم مفعول فقیدٌ بھی آیا ہے۔

اصطلاحی تعریف: ایسا آدمی جو اپنی جگہ سے غائب ہوگیا ہو، اور اس کی موت وحیات کا کچھ پتا نہ ہو۔ "اسمٌ لشخصٍ غائبٍ عن بلدهٖ ولا يُعرَفُ خبرُهُ، أنهُ حَيٌّ أم ميتٌ"۔[1]

مفقود کی حیثیت

وراثت میں مفقود کی دو حیثیتیں ہیں:

۱—اپنے مال میں زندہ سمجھا جاتا ہے، کوئی دوسرا اس کا وارث نہیں ہوسکتا۔

۲—دوسرے کے مال میں مردہ سمجھا جاتا ہے، وہ کسی کا وارث نہیں ہوتا۔

جب تک مفقود کی موت کا یقینی علم نہ ہو جائے، یا اس کی عمر کے نوے سال نہ گزر جائیں، اس وقت تک مفقود کا مال موقوف رکھا جائے گا، قاضی بذاتِ خود یا کسی قائم مقام کے ذریعہ اس کی حفاظت کرے گا اور اس میں سے مفقود کے والدین اور بیوی بچوں پر خرچ کرے گا۔ (بدائع: ۵/ ۲۸۷)۔

بَابُ الْمَفْقُوْدِ

اَلْمَفْقُوْدُ حَيٌّ فِيْ مَالِهٖ حَتّٰى لَا يَرِثَ مِنْهُ أَحَدٌ، وَمَيِّتٌ فِيْ مَالِ غَيْرِهٖ حَتّٰى لَا يَرِثَ مِنْ أَحَدٍ، وَيُوْقَفُ مَالُهٗ حَتّٰى يَصِحَّ مَوْتُهٗ، أَوْ تَمْضِيَ عَلَيْهِ مُدَّةٌ.

ترجمہ: مفقود اپنے مال میں (حکماً) زندہ ہوتا ہے؛ یہاں تک کہ اس کا کوئی وارث نہیں ہوتا، اور دوسرے کے مال میں (حکماً) مردہ ہوتا ہے؛ یہاں تک کہ وہ کسی (دوسرے) کا وارث نہیں ہوتا، اور اس کا مال موقوف رکھا جائے گا؛ یہاں تک کہ اس کی موت ثابت ہو جائے، یا (پیدائش کے وقت سے) اس پر ایک (طویل) مدت (نوے سال) گزر جائے۔

---

[1] بدائع الصنائع (۵/ ۲۸۷) شریفیہ (ص: ۱۵۱) المواریث (ص: ۲۰۵)۔

مفقود کی موت کا حکم کب دیا جائے گا؟

اس مدت میں جس کے بعد مفقود کی موت کا حکم دیا جائے گا: اختلاف ہے:

۱— ظاہر روایت یہ ہے کہ جب مفقود کا کوئی ہم عمر زندہ نہ رہے تو اس کی موت کا حکم دیا جائے گا۔

۲— حسن بن زیاد کی روایت: امام ابو حنیفہ رحمہما اللہ سے یہ ہے کہ وہ مدت ایک سو بیس سال ہے یعنی مفقود کی پیدائش کے دن سے حساب کر کے جب ۱۲۰ برس بیت جائیں تو اس کی موت کا حکم لگایا جائے گا۔ یعنی یہ سمجھا جائے گا کہ وہ آج مرا ہے۔

۳— اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ مدت ایک سو دس سال ہے۔

۴— اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک: وہ مدت ایک سو پانچ سال ہے۔

۵— اور بعض فقہاء کی رائے یہ ہے کہ وہ مدت نوے سال ہے۔ اور یہی قول مفتی بہ ہے۔

۶— اور بعض فقہاء کی رائے یہ ہے کہ مفقود کے مال کے سلسلہ میں فیصلہ کرنا قاضی کی صوابدید پر موقوف ہے۔ جب قاضی تفتیش کے بعد قرائن سے اس کی موت کا فیصلہ کر دے تب اس کا ترکہ ورثاء میں تقسیم کیا جائے گا۔

فائدہ: احقر سعید احمد پالن پوری عفا اللہ عنہ عرض کرتا ہے کہ پہلے ایک جگہ کے لوگوں کا حال دوسری جگہ کے لوگوں کو معلوم نہیں ہوتا تھا یا مشکل سے معلوم ہوتا تھا؛ مگر اب ذرائع مواصلات (ڈاک، تار، ٹیلیفون، موبائل، اخبار، ریڈیو وغیرہ) عام ہو گئے ہیں۔ اور نوے برس تک مال محفوظ رکھنے میں: مال کے خرد برد ہو جانے کا قوی اندیشہ ہے۔ نیز اس قدر طویل انتظار اس کی بیوی کے لیے بھی سخت صبر آزما مرحلہ ہے؛ چناں چہ متاخرین احناف نے اس کی بیوی کے نکاح ثانی کے سلسلہ میں امام مالکؒ کے قول پر فتوی دیا کہ جس تاریخ سے شوہر لاپتہ ہوا ہے: اس تاریخ سے چار سال چار ماہ دس روز کے بعد قاضی یا جماعت مسلمین کے فیصلہ کے بعد عورت عدتِ وفات گذار کر دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ پس

مفقود کے مال کے سلسلے میں بھی اب اس آخری قول پر فتوی دینا چاہیے۔ مذہب حنفی میں بھی یہ روایت موجود ہے اور یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب بھی ہے (شریفیہ) پس جب اسلامی ملک میں قاضی اور غیر اسلامی ملک میں جماعتِ مسلمین: اچھی طرح تحقیق وتفتیش کے بعد اپنی صوابدید سے مفقود کی موت کا فصلہ کردیں تو اس کا مال بوقتِ فیصلہ موجود ورثاء میں تقسیم کردیا جائے گا۔ واللہ اعلم

وَاخْتَلَفَتِ الرِّوَايَاتُ فِي تِلْكَ الْمُدَّةِ:

فَفِيْ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ أَنَّهُ إِذَا لَمْ يَبْقَ أَحَدٌ مِنْ أَقْرَانِهِ حُكِمَ بِمَوْتِهِ.

وَرَوَى الْحَسَنُ بْنُ زِيَادٍ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ — رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى—: أَنَّ تِلْكَ الْمُدَّةِ مِائَةٌ وَّعِشْرُوْنَ سَنَةً مِنْ يَوْمٍ وُلِدَ فِيْهِ الْمَفْقُوْدُ.

وَقَالَ مُحَمَّد — رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى— مِائَةٌ وَّعَشْرُ سِنِيْنَ.

وَقَالَ أَبُوْيُوْسُفَ — رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى — مِائَةٌ وَّخَمْسُ سِنِيْنَ.

وَقَالَ بَعْضُهُمْ : تِسْعُوْنَ سَنَةً، وَعَلَيْهِ الْفَتْوٰى.

وَقَالَ بَعْضُهُمْ: مَالُ الْمَفْقُوْدِ مَوْقُوْفٌ إِلَى اجْتِهَادِ الإِمَامِ.

ترجمہ: اس مدت کے سلسلے میں روایتیں مختلف ہیں، پس ظاہر الروایہ میں یہ ہے کہ جب اس کا کوئی ہم عمر باقی نہ رہے تو اس کی موت کا حکم لگایا جائے گا۔ اور حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ وہ مدت ایک سو بیس سال ہے جس دن سے مفقود پیدا ہوا ہو۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ ایک سو دس سال ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ ایک سو پانچ سال ہے۔ اور بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ نوے سال ہے، اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اور بعض فقہاء نے کہا کہ مفقود کا مال امام (قاضی) کے اجتہاد تک موقوف رہے گا۔

فائدہ: ایک سو دس اور ایک سو پانچ سال کا قول جو صاحبین کی طرف منسوب ہے یہ کتب معتبرہ میں موجود نہیں ہے۔ (شریفیہ مع حاشیہ ص:۱۵۱)۔

اگر مفقود کسی کا وارث بن رہا ہو

مفقود کے غائب ہونے کی حالت میں اگر کسی ایسے رشتے دار کی وفات ہو جائے، جس کا مفقود بھی وارث ہو رہا ہو، تو مفقود کا حصہ موقوف رکھا جائے گا، اگر مفقود واپس آجائے گا تو اپنا حصہ لے لے گا، ورنہ اس حصے کو دوبارہ مورِث کے ورثہ کے درمیان تقسیم کر دیا جائے گا۔

مفقود کا یہ حکم بعینہٖ حمل کی طرح ہے کہ زندہ ولادت ہونے کی صورت میں حمل کو ملتا ہے، اور مردہ پیدا ہونے کی صورت میں کچھ نہیں ملتا؛ بلکہ موقوف رکھا ہوا حصہ دوبارہ مستحق ورثہ میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔

اگر مفقود حکماً وفات پا جائے: مفقود کے واپس نہ آنے، یا نوے سال گزر جانے کے بعد اس کے سارے اموال اس کے مستحق ورثہ میں تقسیم کر دیے جائیں گے۔

یہ واضح رہے کہ جو وارث اس وقت موجود ہوگا، اسی کو ملے گا، اس کی موت کے فیصلے سے پہلے وفات پا جانے والوں کو اس کے مال میں سے کچھ نہ ملے گا؛ اس لیے کہ اس وقت مفقود حکماً زندہ تھا، اور زندہ شخص کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہے۔

وَمَوْقُوْفُ الحُكْمِ فِي حَقِّ غَيْرِهٖ حَتّٰى يُوْقَفَ نَصِيْبُهٗ مِنْ مَالِ مُوْرِثِهٖ — كَمَا فِي الحَمْلِ — فَإِذَا مَضَتِ المُدَّةِ فَمَالُهٗ لِوَرَثَتِهٖ المَوْجُوْدِيْنَ عِنْدَ الحُكْمِ بِمَوْتِهٖ، وَمَا كَانَ مَوْقُوْفًا لِأَجَلِهٖ يُرَدُّ إِلٰى وَارِثِ مُوْرِثِهِ الَّذِيْ وُقِفَ مَالُهٗ.

ترجمہ: اور (مفقود) غیر کے حق میں موقوف الحکم ہے؛ چناں چہ اس کے مورِث (جس کا مفقود وارث ہوگا) کے مال سے اس کا حصہ موقوف رکھا جائے گا — جیسا کہ حمل میں (کیا جاتا ہے) پھر جب وہ مدت گزر جائے تو مفقود کا مال اس کی موت کے حکم کے وقت موجود ورثہ کو ملے گا، اور جو مال اس کے لیے موقوف رکھا گیا تھا، اسے اسی مورث — جس کا مال موقوف رکھا گیا ہے — کے وارث کی طرف پھیر دیا جائے گا۔

طریقۂ توریثِ مفقود

جس طرح حمل کے مسئلے کی تصحیح دو مرتبہ کی جاتی ہے، اسی طرح مفقود کو بھی ایک بار زندہ اور ایک بار مردہ فرض کر کے مسئلے کی تصحیح کی جائے گی، اور دونوں مسئلوں کے درمیان نسبت دیکھی جائے گی، اگر توافق کی نسبت ہو تو ایک مسئلہ کے وفق کو دوسرے کے کل میں اور تباین کی نسبت ہو تو ایک مسئلہ کو دوسرے میں ضرب دیا جائے گا، اور پہلے مسئلہ کے ورثاء کے حصوں کو مضروب میں ضرب دیا جائے گا اور دوسرے مسئلہ کے ورثاء کے حصوں کو پہلے مسئلہ کے کل یا وفق میں ضرب دیا جائے گا۔ پھر دونوں مسئلوں میں ہر وارث کے حصے کو دیکھا جائے گا، جو حصہ کم ہو گا وہ اس وارث کو دیا جائے گا، اور جو زائد ہو گا وہ جب تک مفقود کی حیات مانی ہوئی ہے محفوظ رکھا جائے گا۔

وَالْأَصْلُ فِيْ تَصْحِيْحِ مَسَائِلِ الْمَفْقُوْدِ: أَنْ تُصَحَّحَ الْمَسْئَلَةَ عَلٰى تَقْدِيْرِ حَيَاتِهٖ، ثُمَّ تُصَحَّحَ عَلٰى تَقْدِيْرِ وَفَاتِهٖ وَبَاقِي الْعَمَلِ: مَا ذَكَرْنَا فِي الْحَمْلِ.

ترجمہ: مفقود کے مسائل کی تصحیح میں بنیادی بات یہ ہے کہ مسئلہ کی تصحیح (ایک بار) اس کو زندہ مان کر کریں پھر اس کو مردہ مان کر کریں اور باقی عمل: وہ ہے جو ہم نے حمل (کے بیان) میں ذکر کیا۔

امثلہ: ذیل میں دو مثالیں (ایک تباین کی، دوسری توافق کی) مع تخریج ذکر کی جاتی ہیں:

نسبتِ تباین کی مثال: سعاد کے ورثاء یہ ہیں: شوہر، دو بہنیں اور ایک مفقود بھائی۔ پس تخریج مسئلہ یہ ہے:

پہلا مسئلہ: میت سعاد — مسئلہ ۲×۴ تص ۸ × ۷ تص ۵۶

زوج	اخت	اخت	اخ مفقود (زندہ)	
نصف	عصبہ			۱ / ۴ / ۲۸
۱ / ۴ / ۲۸	۱ / ۷	۱ / ۷	۲ / ۱۴	

دوسرا مسئلہ: میت — مسئلہ ۶ عے ۸× تصـ ۵۶ — سعاد

زوج	اخت	اخت $\frac{۴}{۳۲}$	اخ مفقود (مردہ)
نصف	ثلثان		
$\frac{۳}{۲۴}$	$\frac{۲}{۱۶}$	$\frac{۲}{۱۶}$	×

مسئلہ منقح: میت — مسئلہ ۵۶ — سعاد

	زوج	اخت	اخت
	۲۴	۷	۷
موقوفہ حصص:	۴	۹	۹

وضاحت: شوہر کو دوسرے مسئلہ میں کم ملا ہے۔ وہ (أسوأ الحالین) اس کو دیا۔ اور فضل (تفاوت) چار موقوف رکھا۔ اور بہنوں کو پہلے مسئلہ میں کم ملا ہے۔ وہ ان کو دیا اور فضل نو، نو موقوف رکھا۔ پس ۵۶ میں سے ۳۸ ورثاء کو دیے اور ۱۸ محفوظ رکھے۔

پھر اگر مفقود زندہ آجائے تو شوہر کے چار حصے اس کو واپس کر دیے جائیں گے؛ تاکہ اس کا نصف مکمل ہو جائے۔ اب ۱۸ میں سے ۱۴ بچے: وہ بھائی کو دیے جائیں گے؛ تاکہ اس کو مؤنث سے دوگنا مل جائے — اور اگر بعد میں ظاہر ہوا کہ مفقود مر چکا ہے تو باقی رکھے ہوئے ۱۸ حصص بہنوں کو دے دیے جائیں گے۔ اور شوہر کے چار حصے اس کو واپس نہیں کیے جائیں گے؛ اس لیے کہ وہ مسئلہ عائلہ (دوسرے مسئلہ) سے اپنا پورا حصہ لے چکا ہے۔ اور ہر بہن کا حصہ نو اور سات مل کر سولہ ہو جائے گا جو دوسرے مسئلہ میں ان کا حصہ ہے۔

نسبتِ توافق کی مثال: بشری کے ورثاء یہ ہیں: شوہر، ماں، تین بھائی موجود اور ایک بھائی مفقود۔ پس تخریج مسئلہ یہ ہے:

پہلا مسئلہ: میت — مسئلہ ۶ ×۲ تصـ ۱۲ ×۳ تصـ ۳۶ — وفق ۲ — بشری

زوج	ام	اخ	اخ	اخ	اخ مفقود (زندہ)	$\frac{۲}{۴}$ / ۱۲
نصف	سدس	عصبہ				
$\frac{۳}{۶}$ / ۱۸	$\frac{۱}{۲}$ / ۶	۳	۳	۳	۳	

دوسرا مسئلہ: میت مسئلہ ۶ ×۳ تصـ۱۸ وفق ۳ بشری

زوج	ام	اخ	اخ	اخ	۲/۶	اخ (مردہ)
نصف	سدس	عصبہ			۱۲	×
۳/۹ ۱۸	۱/۳ ۶	۲/۴	۲/۴	۲/۴		

مسئلہ منقّح: میت مسئلہ ۲۴ بشری

زوج	ام	۳/اخ
۱۸	۶	۹
×	×	۳

وضاحت: زوج اورام کو دونوں مسئلوں میں یکساں ملا ہے۔ پس وہ ان کو دے دیا اوران کے حصوں میں سے کچھ موقوف نہیں رکھا اور بھائی کے حصوں میں سے ۳ موقوف رکھا۔ پھر اگر مفقود زندہ آجائے تو وہ اپنے تین لے لے گا، ورنہ وہ بھی تینوں بھائیوں کو ایک ایک مل جائیں گے۔

فصل

مرتد کے احکام

مُرتَدّ (اسم فاعل از افتعال): لوٹنے والا۔ یہ دراصل مجتنِبٌ کے وزن پر مُرتَدِدٌ تھا، دو دال کے ایک جگہ جمع ہونے کی وجہ سے پہلی دال کی حرکت کو حذف کر کے ادغام کردیا۔

اصطلاحی تعریف: مرتد: وہ شخص ہے جو دینِ اسلام سے (نعوذ باللہ) پھر جائے۔ الراجعُ عن دین الاسلام (درمختار کتاب المرتد)۔

مرتد کے اموال کی قسمیں اور ان کے احکام

مرتد کے اموال کی تین قسمیں ہیں:

۱—حالتِ اسلام میں حاصل کردہ مال۔

۲—دارالحرب میں جانے سے پہلے حالتِ ارتداد میں حاصل کردہ مال۔

۳—دارالحرب میں جانے کے بعد حالتِ ارتداد میں حاصل کردہ مال۔

پہلی قسم کا حکم: اگر مرتد مر جائے، یا قتل کردیا جائے، یا دارالحرب میں چلا جائے اور قاضی اس کے حربی ہونے کا فیصلہ کردے؛ تو حالتِ اسلام میں حاصل کردہ مال اس کے مسلمان ورثہ میں تقسیم ہوگا، اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔

دوسری قسم کا حکم: امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حالتِ ارتداد میں حاصل کردہ مال، ''مالِ فیٔ'' ہوگا، اور اسے بیت المال میں داخل کیا جائے گا۔

مالِ فیٔ: وہ مال ہے جو کفار سے بغیر قتال کے حاصل ہوا ہو ''المالُ الحاصلُ مِنَ الكُفَّارِ بِغَيْرِ قِتَالٍ'' (قواعد الفقہ عن الفتح)۔

اور صاحبینؒ کے نزدیک حالتِ ارتداد میں کمایا ہوا مال بھی مسلمان ورثہ کو ملے گا۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حالتِ اسلام اور حالتِ ارتداد میں حاصل کردہ سارے اموال بیت المال میں داخل کیے جائیں گے۔

تیسری قسم کا حکم: دارالحرب میں جانے کے بعد حاصل کردہ مال ''مالِ فیٔ'' کے حکم میں ہے، اس پر اجماع ہے۔

فائدہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک راجح ہے۔ فتاویٰ قاضی خان میں اس کو پہلے بیان کیا ہے۔ اور ان کا طریقہ یہ ہے کہ وہ راجح مسلک کو پہلے بیان کرتے ہیں۔

فَصْلٌ فِي الْمُرْتَدِّ

إِذَا مَاتَ الْمُرْتَدُّ عَلٰى اِرْتِدَادِهٖ، أَوْ قُتِلَ، أَوْ لَحِقَ بِدَارِ الْحَرْبِ، وحَكَمَ الْقَاضِيْ بِلَحَاقِهٖ؛ فَمَا اكْتَسَبَهٗ فِيْ حَالِ إِسْلَامِهٖ فَهُوَ لِوَرَثَتِهٖ

الْمُسْلِمِيْنَ؛ وَمَا اكْتَسَبَهُ فِي حَالِ رِدَّتِهِ يُوْضَعُ فِي بَيْتِ الْمَالِ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ – رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى – وَعِنْدَهُمَا الكسبان جَمِيْعًا لِوَرَثَتِهِ المسلمينَ، وَعِنْدَ الشَّافِعِي –رَحِمَهُ اللّٰهُ– الكَسْبَانِ جَمِيْعًا يُوْضَعَانِ فِيْ بَيْتِ الْمَالِ، وَمَا اكْتَسَبَهُ بَعْدَ اللُّحُوْقِ بِدَارِ الْحَرْبِ فَهُوَ فَيْءٌ بِالْإِجْمَاعِ.

ترجمہ: جب مرتد اپنے ارتداد کی حالت میں مرجائے، یا قتل کردیا جائے، یا دار الحرب میں چلا جائے اور قاضی اس کے دار الحرب میں چلے جانے کا فیصلہ کردے، تو جو کچھ اس نے اپنے اسلام کی حالت میں کمایا ہے، وہ اس کے مسلمان ورثہ کو ملے گا۔ اور جو کچھ اس نے اپنے ارتداد کی حالت میں کمایا ہے اسے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے مطابق بیت المال میں رکھ دیا جائے گا۔ اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک مکمل دونوں کمائیاں (یعنی حالت اسلام اور حالتِ ارتداد کی کمائیاں) اس کے مسلمان ورثہ کی ہوں گی۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونوں (حالتوں کی) مکمل کمائیاں بیت المال میں رکھ دی جائیں گی۔ اور جو کچھ اس نے دار الحرب میں جانے کے بعد کمایا ہے وہ بالاجماع "فئ" (کے حکم میں) ہے۔

مرتد عورت کی وراثت

اگر کوئی عورت مرتد ہوجائے تو اس کی حالتِ اسلام اور حالتِ ارتداد کی ساری کمائی اس کے مسلمان ورثہ کو ملے گی؛ البتہ دار الحرب میں جانے کے بعد والی کمائی وراثت میں شامل نہیں ہوگی، وہ کافر حربی کے حکم میں ہوجائے گی۔

وَكَسْبُ الْمُرْتَدَّةِ جَمِيْعًا لِوَرَثَتِهَا الْمُسْلِمِيْنَ بِلَا خِلَافٍ بَيْنَ أَصْحَابِنَا.

ترجمہ: اور مرتد عورت کی ساری کمائی اس کے مسلمان ورثہ کی ہے (اس میں) ہمارے اصحاب (احناف) کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔

مسئلہ: اگر کوئی عورت بیماری کی حالت میں (نعوذ باللہ) مرتد ہو جائے اور عدت پوری ہونے سے پہلے وفات پا جائے تو اس کے مسلمان شوہر کو اس کی وراثت ملے گی، اور اگر صحت کی حالت میں مرتد ہوئی تو اس کے مسلمان شوہر کو اس کے ترکہ میں سے کچھ نہیں ملے گا۔[1]

مسئلہ: مرتد کی میراث اس کے اُن ورثہ کو ملے گی جو اس کو موت، یا قتل؛ یا دار الحرب کے ساتھ لحوق کے وقت موجود ہوں، اور وارث ہونے کی اہلیت بھی رکھتے ہوں، خواہ وہ ارتداد کے وقت موجود ہوں، یا بعد میں وراثت کے اہل ہوئے ہوں۔ جیسے: مرتد کا "کافر لڑکا" جو مرتد کی موت سے پہلے اسلام لے آیا ہو وہ بھی وارث ہوگا۔[2]

مرتد وارث نہیں ہوتا

مرتد کا چوں کہ کوئی مذہب نہیں؛ اس لیے اسلام کو چھوڑ کر اس نے جو مذہب اختیار کیا ہے: اس کو اس پر برقرار نہیں مانا جائے گا؛ اس لیے اس کو نہ تو کسی مسلمان کی وراثت ملے گی اور نہ ہی کسی مرتد کی؛ مرتد عورت کا بھی یہی حکم ہے؛ البتہ اگر کسی علاقے کے لوگ ایک ساتھ مرتد ہو جائیں تو اس وقت وہ علاقہ دار الحرب قرار دیا جائے گا اور دار الحرب میں ایک حربی دوسرے حربی کا وارث ہوتا ہے؛ اس لیے یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔

وَأَمَّا الْمُرْتَدُّ فَلَا يَرِثُ مِنْ أَحَدٍ؛ لَا مِنْ مُسْلِمٍ وَلَا مِنْ مُرْتَدٍّ مِثْلِهِ، وَكَذٰلِكَ الْمُرْتَدَّةُ؛ إِلَّا إِذَا ارْتَدَّ أَهْلُ نَاحِيَةٍ بِأَجْمَعِهِمْ فَحِينَئِذٍ يَتَوَارَثُوْنَ.

ترجمہ: اور رہا مرتد، تو وہ کسی کا وارث نہیں ہوگا، نہ تو کسی مسلمان کا، اور نہ اپنے جیسے کسی مرتد کا، اور اسی طرح مرتد عورت بھی ہے؛ مگر جب ایک علاقہ والے تمام کے تمام (نعوذ باللہ) مرتد ہو جائیں تو اس وقت وہ ایک دوسرے کے وارث (و موّرِث) ہوں گے۔

---

[1] الدر المختار مع رد المحتار (۳۴۳:۴) شریفیہ مع حاشیہ از مجمع الانہر مع ملتقی الابحر (۱۵۵)۔ [2] شریفیہ (ص ۱۵۶) رد المحتار (۳۴۸:۴)۔

فصل

قیدی کے احکام

اگر کسی مسلمان کو جنگ میں کافر قید کرلیں، اور وہ اسلام کی حالت پر برقرار رہے تو اس پر مسلمانوں ہی جیسے احکام جاری ہوں گے یعنی اس کی وفات کے بعد مسلمان ورثہ اس کے وارث ہوں گے اور وہ اپنے رشتہ دار کا وارث ہوگا۔

اور اگر وہ اسلام سے پھر جائے تو اس پر مرتد کے احکام جاری ہوں گے، جس کی تفصیل گذشتہ باب میں آچکی ہے۔

اور اگر کفار اُسے ایسی جگہ قید کردیں جہاں سے اس کی موت وحیات کا علم نہ ہوسکے اور نہ یہ معلوم ہو کہ وہ اسلام پر برقرار ہے یا مرتد ہو چکا ہے؛ تو اس پر ''مفقود'' کے احکام جاری ہوں گے، یعنی اس کا سارا مال اور دوسرے رشتہ دار کی وفات کے بعد اس قیدی کا حصہ محفوظ رکھا جائے گا؛ یہاں تک کہ اس کی موت متحقق ہوجائے یا اس کی عمر کے نوے سال گزرجائیں، پھر اس کا مال اس کے ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا نیز دوسرے رشتہ داروں کے ترکہ میں سے اس کا محفوظ حصہ ان رشتہ داروں کے دیگر ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا۔ تفصیل مفقود کی فصل میں گذر چکی ہے۔

فَصْلٌ فِي الأَسِيْرِ

حُكْمُ الأَسِيْرِ كَحُكْمِ سَائِرِ الْمُسْلِمِيْنَ فِي الْمِيْرَاثِ، مَا لَمْ يُفَارِقْ دِيْنَه فَإِنْ فَارَقَ دِيْنَه فَحُكْمُهُ حُكْمُ الْمُرْتَدِّ فَإِنْ لَمْ تُعْلَمْ رِدَّتُهُ وَلَا حَيَاتُه وَلَا مَوْتُه فَحُكْمُهُ حُكْمُ المَفْقُوْدِ.

ترجمہ: قیدی کا حکم میراث میں دیگر مسلمانوں کی طرح ہے؛ جب تک کہ وہ اپنے دین (اسلام) کو چھوڑ نہ دے، اور اگر وہ اپنے دین (اسلام) کو چھوڑ دے تو اس کا حکم مرتد کا حکم ہوگا۔

اور اگر اس کا ارتداد اور اس کی حیات وموت معلوم نہ ہوسکے تو اس کا حکم، مفقود کا حکم ہوگا۔

تشریح: قیدی کی توریث کا طریقہ بھی وہ ہے جو خنثیٰ اور حمل کی توریث کے باب میں گذر چکا ہے۔ یعنی قیدی کے بھی دو مسئلے بنائے جائیں گے: ایک: قیدی کو زندہ اور مسلمان فرض کر کے۔ دوسرا: قیدی کو مردہ اور یا مرتد فرض کر کے۔ مثلاً ثریا کے ورثاء یہ ہیں: شوہر، ماں، بیٹی، بہن اور ایک بھائی جو کفار کی قید میں ہے اور جس کا کچھ حال معلوم نہیں۔ پس تخریج مسئلہ اس طرح ہوگی:

پہلا مسئلہ: میت ثریا — مسئلہ ۱۲×۳ تصح ۳۶ — دخل ۳

زوج	ام	بنت	اخت	اخ اسیر (زندہ مسلمان) ۱/۳
ربع	سدس	نصف	عصبہ	
۳/۹	۲/۶	۶/۱۸	۱	۲

دوسرا مسئلہ: میت ثریا — مسئلہ ۱۲×۳ تصح ۳۶

زوج	ام	بنت	اخت	اخ اسیر (مردہ یا مرتد)
ربع	سدس	نصف	عصبہ مع الغیر	×
۳/۹	۲/۶	۶/۱۸	۱/۳	

مسئلہ منقح: میت ثریا — مسئلہ ۳۶

	زوج	ام	بنت	اخت
	۹	۶	۱۸	۱
موقوفہ حصص:	×	×	×	۲

وضاحت: ۱۲ اور ۳۶ میں تداخل ہے۔ پس ۳۶ کے دخل تین سے دوسرے مسئلہ کے سہام کو ضرب دیا۔ زوج، ام اور بنت کو دونوں مسئلوں میں مساوی حصے ملے ہیں؛ اس لیے وہ ان کو دے دیے۔ اور موقوف کچھ نہیں رہا؛ البتہ بہن کو ایک دیا ہے اور دو حصے موقوف رکھے ہیں۔ اب اگر قیدی رہا ہو کر زندہ مسلمان واپس آیا تو وہ اپنے دو حصے لے گا۔ ورنہ وہ بھی بعد میں بہن کو مل جائیں گے۔

فصل: ایک ساتھ ڈوب کر، جل کر اور دب کر مرنے والوں کے احکام

اگر چند رشتے دار ایک ساتھ کسی حادثے میں مر جائیں مثلاً: کشتی ڈوب جائے، یا آگ لگ جائے، یا دیوار، چھت وغیرہ گر جائے، یا میدانِ جنگ میں لڑتے ہوئے سب شہید ہو جائیں، یا چند رشتہ دار کہیں دور دراز ملک میں چلے جائیں، اور ان سب کی وفات ہو جائے اور کسی طرح یہ معلوم نہ ہو سکے کہ کس کی وفات پہلے اور کس کی وفات بعد میں ہوئی ہے (تقدیم و تاخیر ایک لمحہ کی بھی ہو تو اس کا اعتبار کیا جائے گا) تو دوسرے زندہ ورثہ میں ان کی وراثت تقسیم کردی جائے گی، یہ لوگ (ایک حادثہ میں مرنے والے) ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے، یہی مختار مذہب ہے، اسی پر فتویٰ ہے۔

فَصْلٌ فِي الغَرْقَى، وَالحَرْقَى، وَالهَدْمَى

إِذَا مَاتَتْ جَمَاعَةٌ وَلَا يُدْرَى أَيُّهُمْ مَاتَ أَوَّلًا؟ جَعَلُوْا كَأَنَّهُمْ مَاتُوْا مَعًا، فَمَالُ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ لِوَرَثَتِهِ الْأَحْيَاءِ، وَلَا يَرِثُ بَعْضُ الْأَمْوَاتِ مِنْ بَعْضٍ، هٰذَا هُوَ الْمُخْتَارُ.

ترجمہ: جب پوری جماعت (ایک ساتھ) مر جائے اور یہ معلوم نہ ہو سکے کہ ان میں سے کون پہلے مرا ہے؟ تو ان کو ایسا سمجھا جائے گا کہ گویا وہ سب ایک ساتھ مرے ہیں؛ لہٰذا ان میں سے ہر ایک کا مال اس کے زندہ ورثہ کو ملے گا، اور بعض مردے بعض کے وارث نہیں ہوں گے، یہی پسندیدہ مذہب ہے۔

لغات: الغَرْقَى: الغريق کی جمع: ڈوبے ہوئے...... الحَرْقى: الحريق کی جمع: جلے ہوئے...... الهَدْمَى: الهديم کی جمع: دب کر مرے ہوئے۔

فائدہ: مذکورہ حکم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا آخری قول اور امام مالک و شافعی رحمہما اللہ کا مختار مسلک ہے۔ حضرت علی اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی ایک روایت بھی یہی ہے (شریفیہ) اور علامہ شامیؒ نے اسی کو معتمد کہا ہے۔ (رد المحتار: ۵/۵۶۴)۔

مثال: باپ زید اور بیٹا عمر ایک ساتھ ڈوب کر مر گئے، باپ نے اپنی بیوی رحیمہ، لڑکی کریمہ اور پوتا بکر (باپ کے ساتھ ڈوبنے والے بیٹے کا بیٹا) چھوڑا؛ اور لڑکے نے بیوی رفیقہ، ماں رحیمہ اور لڑکا بکر چھوڑا۔ تو باپ اور بیٹے کا ترکہ دو جگہ الگ الگ تقسیم کیا

جائے گا؛ البتہ باپ کو بیٹے اور بیٹے کو باپ کی وراثت نہیں ملے گی۔ تخریج یہ ہے:

مسئلہ ۸ میت زید

زوجہ (رحیمہ)	بنت (کریمہ)	ابن الابن (بکر)
ثمن	نصف	عصبہ
۱	۴	۳

مسئلہ ۲۴ میت عمر

زوجہ (رفیقہ)	ام (رحیمہ)	ابن (بکر)
ثمن	سدس	عصبہ
۳	۴	۱۷

اور حضرت علی اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی ایک روایت یہ ہے کہ جب ایک ساتھ کئی رشتہ دار بیک وقت وفات پا جائیں، تو اگر ان میں سے ہر ایک دوسرے کا وارث ہو تو وہ آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے اور اگر ایک جانب سے کسی کو وراثت مل رہی ہو تو وہ وارث ہوگا۔

وَقَالَ عَلِيٌّ وَابْنُ مَسْعُوْدٍ -رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا-: يَرِثُ بَعْضُهُمْ عَنْ بَعْضٍ إِلَّا فِيمَا وَرِثَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ مِنْ صَاحِبِه. وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَإِلَيْهِ الْمَرْجِعُ وَالْمَآبُ.

ترجمہ: اور حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا کہ ان کے بعض بعض کے وارث ہوں گے؛ مگر اس مال میں جس میں ان میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کا وارث ہوتا ہو (تو ایک کو دوسرے کی وراثت نہیں ملے گی)۔ اور اللہ تعالیٰ ہی درست بات کو خوب جانتے ہیں اور وہی مرجع ہیں اور اُسی کی طرف (سب کو) لوٹنا ہے۔

الحمد للہ! شرح پر نظر ثانی پوری ہوئی۔

اشتیاق احمد

۱۷/ جمادی الاولیٰ ۱۴۴۵ھ = ۱/ دسمبر ۲۰۲۳م

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمرینی سوالات

(اب کتاب کے آخر میں تمرین کے لیے کچھ سوالات دیئے جاتے ہیں۔ طلبہ ان کو حل کریں! اس سے کتاب یاد ہو جائے گی۔ اور امتحان میں سرخ روئی حاصل ہوگی۔ بیشتر سوالات وہ ہیں جو گذشتہ سالوں میں ''دار العلوم دیوبند'' کے امتحانات میں آچکے ہیں)۔

سوال: (۱) علم الفرائض کی تعریف، موضوع، غرض وغایت اور مصنفِ سراجی کے مختصر حالات لکھیں!

سوال: (۲) علم الفرائض کی فضیلت واہمیت بیان کریں! اور حدیث: تعلّموا الفرائض وعلّموها الناس، فإنها نصف العلم کا مطلب لکھیں! اور اس علم کو ''نصفِ علم'' کہنے کی وجہ بیان کریں!

سوال: (۳) ترکہ کے لغوی اور اصطلاحی معنی اور اس سے جو چار حقوق متعلق ہیں، ان کو تفصیل سے لکھیں!

سوال: (۴) قال علماؤنا رحمهم الله تعالیٰ: تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة: يُبدأ بتكفينه وتجهيزه، من غير تبذير ولا تقصير، ثم تُقضٰى دُيونُه من جميع ما بقي من ماله، ثم تُنَفَّذُ وصاياه من ثلث مابقي بعد الدين، ثم يُقسَم الباقي بين وَرَثَتِه، بالكتابِ والسنة، وإجماع الأمة. عبارت با اعراب لکھیں، ترجمہ کریں اور مطلب بیان کریں! اور بتائیں کہ أربعة مرتبة کی قید اتفاقی ہے یا احترازی؟ اور دَین سے کونسا دین مراد ہے؟ اور الدین پر الف لام کیسا ہے؟

سوال: (۵) ترکہ جن اصنافِ عشرہ میں تقسیم ہوتا ہے ان کو تفصیل سے لکھیں اور واضح کریں کہ ان میں ترتیب ہے یا نہیں؟ اور جہاں بیت المال موجود نہ ہو وہاں ترکہ کہاں خرچ کیا جائے گا؟

سوال: (۶) موانعِ ارث کیا ہیں؟ مسلمانوں کے حق میں اختلافِ دار مانعِ ارث

ہے یا نہیں؟ اختلافِ دین اور اختلافِ دار کی مثالیں بھی دیں!

سوال: (۷) فروضِ مقدرہ کیا ہیں؟ اور ان میں تضعیف وتنصیف کا کیا مطلب ہے؟

سوال: (۸) ذوی الفروض کی تعریف کیا ہے؟ اور اصحابِ فرائض کتنے ہیں؟ اور کون کون؟

سوال: (۹) جدِ صحیح، جدِ فاسد، جدۂ صحیحہ اور جدۂ فاسدہ کی تعریفات لکھیں اور بتائیں کہ ام الام (نانی) جدۂ صحیحہ ہے یا فاسدہ؟

ملحوظہ: بارہ ذوی الفروض میں سے کسی کے بھی احوال ممتحن دریافت کرسکتا ہے؛ اس لیے سب کو یاد کریں! اور ساتھیوں کے ساتھ مذاکرہ کر کے مضبوط کرلیں! کامیابی کا سارا مدار ''احوال'' کی معرفت پر ہے۔

سوال: (۱۰) باپ اور دادا کے احوال لکھیں اور وہ چار مسائل لکھیں: جن میں باپ اور دادا میں فرق ہے۔

سوال: (۱۱) اولاد الام کس کو کہتے ہیں؟ ان کا دوسرا نام کیا ہے؟ اولاد الام کے حالات تفصیل سے لکھیں اور اگر ان کی کوئی حالت مخصوص ہو تو اس کو ضرور لکھیں اور بتائیں کہ اگر ورثاء: ایک دختر، دو اولاد الام اور ایک ابن الاخ ہو تو ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

سوال: (۱۲) بنات کے احوال تفصیل سے لکھیں اور بتائیں کہ دو بنات کو کتنا ملے گا؟ اور اس کی دلیل کیا ہے؟

سوال: (۱۳) بنات الابن (پوتیوں) کے احوال تفصیل سے لکھیں! اور بتائیں کہ دو صلبی بنات کی موجودگی میں بنات الابن کو کیا ملے گا؟

سوال: (۱۴) **ولو ترک ثلاث بنات ابنٍ، بعضهن أسفل من بعض، وثلاث بناتِ ابنِ ابنٍ آخر، بعضهن أسفل من بعض، وثلاث بناتِ ابنِ ابنِ ابنٍ آخر، بعضهن أسفل من بعض الخ** یہ مسئلہ تشبیب ہے۔ وجہ تسمیہ بیان کریں! اس کا نقشہ بنائیں اور بتائیں کہ کس پوتی کو کیا ملے گا؟

سوال: (۱۵) اخوات لاب وام (حقیقی بہنوں) کے احوال لکھیں! اور بتائیں کہ

اگر میت کا ایک بیٹا اور ایک بہن ہو تو بہن کو کتنا ملے گا؟ اور اگر ایک حقیقی بہن اور ایک علاتی بہن ہو تو علاتی بہن کو کتنا ملے گا؟

سوال: (۱۶) اخوات لاب (علاتی بہنوں) کے احوال تفصیل سے لکھیں اور ایک حالت: جس میں امام اعظم اور صاحبین رحمہم اللہ کے درمیان اختلاف ہے، اس کو ضرور لکھیں اور بتائیں کہ فتوی کس کے قول پر ہے؟

سوال: (۱۷) ماں کے احوال لکھیں اور بتائیں کہ ماں کو ثلثِ باقی کس صورت میں ملتا ہے؟ اور اگر میت کے باپ کی جگہ دادا ہو تو کیا حکم ہے؟ اور اس میں کیا اختلاف ہے؟ فتوی کس کے قول پر ہے؟

سوال: (۱۸) جدۂ صحیحہ کی تعریف اور جدات کے حالات لکھیں! اَبویات (پدری دادیوں) اور اُمویات (مادری دادیوں یعنی نانیوں) میں (توریث میں) کچھ فرق ہے یا نہیں؟ جد سے کونسی جدہ ساقط ہوتی ہے اور کونسی نہیں ہوتی؟ اور ماں کونسی جدہ کو ساقط کرتی ہے اور باپ کونسی کو؟

سوال: (۱۹) اگر بعض جدات رشتہ میں قریب کی ہوں، بعض دور کی: تو کونسی وارث ہوگی؟ اور جدات ذات قرابة واحدة اور ذات قرابتين أو أكثر میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ اور اگر اس میں اختلاف ہے تو مفتی بہ قول کیا ہے؟

سوال: (۲۰) عصبہ کی اور عصبہ کی دونوں قسموں کی تعریفات لکھیں! عصباتِ سببیہ کی کتنی قسمیں ہیں؟ ہر ایک کی تعریف اور وجہ تسمیہ لکھیں اور بتائیں کہ عصبہ بغیرہ کون کون ہیں؟ اور عصبہ مع غیرہ کون کون ہیں؟ اور عصبہ کے ہوتے ہوئے ردّ ہو سکتا ہے؟

سوال: (۲۱) عصبۂ سببی (مولی العتاقہ) کو میراث کب ملتی ہے؟ اور حدیث: الولاء لُحمة كلحمة النسب کا کیا مطلب ہے؟ اور بتائیں کہ مولی العتاقہ موجود نہ ہو، اور اس کا باپ اور بیٹا موجود ہو تو میراث کس کو ملے گی؟ اور اس میں کیا اختلاف ہے؟

سوال: (۲۲) جرِّ وَلاء کی کتنی صورتیں ہیں؟ سب کو مع امثلہ بیان کریں اور یہ عبارت حل کریں: ولا شيء للإناث من ورثة المعتق، لقوله عليه السلام:

ليس للنساء من الولاء إلا ما أعتقن، أو أعتق من أعتقن، أو كاتبن، أو كاتب من كاتبن، أو دَبَّرن، أو دبر من دبرن، أو جرولاءَ مُعتَقُهُن، أو معتَقُ معتِقِهن عبارت بااعراب لکھیں اور ترجمہ بھی کریں! کتابت اور تدبیر کی تعریفات بھی لکھیں!

سوال: (۲۳) من ملك ذا رحم محرم عتق عليه، ويكون ولائه له بقدر الملك، كثلاث بناتٍ: للكبرى ثلاثون ديناراً، وللصغرى عشرون ديناراً، فاشترتا أباهما بالخمسين، ثم مات الأب، وترك شيئاً الخ عبارت بااعراب لکھ کر ترجمہ ومطلب بیان کریں! اس عبارت میں جو صورتِ مسئلہ بیان کی گئی ہے، اس کی تخریج کریں اور بتائیں کہ کس لڑکی کو کتنا ملے گا؟ اور مسئلہ کی تصحیح کتنے سے ہوگی؟

سوال: (۲۴) حجب کی اور اس کی اقسام: حجب نقصان اور حجب حرمان کی تعریفات لکھیں اور بتائیں کہ وہ کونسے ورثاء ہیں جو کبھی محروم نہیں ہوتے؟ اور محروم ہونے والے ورثاء کے لیے کیا قاعدے ہیں؟ محروم اور محجوب میں کیا فرق ہے؟ اور محروم کے حاجب ہونے نہ ہونے میں کیا اختلاف ہے؟ تفصیل سے لکھیں!

سوال: (۲۵) مخرج کی تعریف کریں! مخرج کا دوسرا نام کیا ہے؟ کل مخارج کتنے ہیں؟ اور مسئلہ بنانے کے قواعد کیا ہیں؟

سوال: (۲۶) زید فوت ہوا۔ ایک زوجہ، دو حقیقی بہن اور ایک علاتی بہن وارث چھوڑے۔ زید کا ترکہ مذکورہ ورثاء میں کس طرح تقسیم ہوگا؟

سوال: (۲۷) زید کا انتقال ہوا۔ ایک زوجہ، چھ لڑکی، تین لڑکے اور ایک جدۂ صحیحہ وارث چھوڑے۔ باقاعدہ مسئلہ بنائیں!

سوال: (۲۸) عول کی تعریف لکھیں اور بتائیں کہ عول کن مخارج کا آتا ہے؟ اور کن کا نہیں آتا؟ اور جن کا آتا ہے: کہاں تک آتا ہے؟ اور اگر میت کی زوجہ، دو بنت اور والدین وارث ہوں تو مسئلہ کتنے سے بنے گا؟ اور اس مسئلہ کا کیا نام ہے؟ اور وہ نام کیوں ہے؟

سوال: (۲۹) دو عددوں میں کتنی نسبتیں ہوسکتی ہیں؟ ہر ایک کی تعریف مع مثال

لکھیں اور بتائیں کہ ۳۸ اور ۹ میں۔ ۱۳ اور ۱۵ میں۔ ۷ اور ۷ میں۔ ۲۲۰ اور ۲۹ ۷ میں اور ۸۱۳ا اور ۹۳۵ میں کیا نسبتیں ہیں؟

سوال: (۳۰) تصحیح کی تعریف اور تصحیح کے ساتوں اصول لکھیں اور تصحیح سے ہر فریق اور ہر فرد کا حصہ نکالنے کا طریقہ بھی بیان کریں!

سوال: (۳۱) زید فوت ہوا۔ دو زوجہ، ایک بنت، تین حقیقی بہنیں چھوڑیں۔ مسئلہ کی تخریج مع تصحیح کریں!

سوال: (۳۲) زید مرا۔ تین زوجہ، پانچ بنات، دو حقیقی بہنیں اور سات چچا چھوڑے۔ مسئلہ کی تخریج مع تصحیح کریں!

سوال: (۳۳) ورثاء کے درمیان ترکہ تقسیم کرنے کا طریقہ بیان کریں! اگر میت نے دو بیٹیاں اور والدین چھوڑے ہوں اور ترکہ ایک ہزار روپے ہو تو کس کو کتنا ترکہ ملے گا؟

سوال: (۳۴) قرض خواہوں کے درمیان ترکہ تقسیم کرنے کا طریقہ بیان کریں۔ اگر میت کے تین قرض خواہ ہوں: زید ۳۰۰ عمر و ۵۰۰ اور بکر ۸۰۰ مانگتا ہو اور ترکہ کل ۷۰۰ ہو تو ہر قرض خواہ کو کتنا ملے گا؟

سوال: (۳۵) تخارج کا کیا مطلب ہے؟ اگر کوئی وارث کسی معین چیز پر تمام ورثاء سے یا کسی معین وارث سے صلح کر لے تو مسئلہ کی تصحیح کس طرح ہوگی؟

سوال: (۳۶) ردّ کی تعریف لکھیں۔ رد کے متعلق صحابہ میں کیا اختلاف تھا؟ ائمہ اربعہ کی رائیں کیا ہیں؟ رد کے اصول اربعہ مع امثلہ لکھیں! اور بتائیں کہ وہ کون سے ذوی الفروض ہیں: جن پر ردّ نہیں ہوتا؟

سوال: (۳۷) ''مقاسمۃ الجد'' کی تعریف لکھیں! دادا کے ساتھ حقیقی اور علاتی بھائی بہنوں کی توریث میں صحابہؓ میں کیا اختلاف تھا؟ اور اب ائمہ اربعہ کی کیا رائیں ہیں؟ ائمہ احناف میں اختلاف ہو تو وہ بھی لکھیں اور مفتی بہ قول کی نشاندہی کریں! اور بتائیں کہ اگر جد کے ساتھ ایک اخت عینی اور ایک علاتی بھائی ہو تو قائلینِ مقاسمہ کے نزدیک ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

سوال: (۳۸) وبنو العلات يدخلون في القسمة مع بني الأعيان، إضراراً للجد، فإذا أخذ الجد نصيبه، فبنو العلات يخرجون من البين خائبين بغير شيء، والباقي لبني الأعيان. عبارت میں جو مسئلہ بیان کیا گیا ہے اس کو مثال کے ذریعہ واضح کریں اور عبارت کا ترجمہ اور مطلب بھی لکھیں۔

سوال: (۳۹) اگر میت کا دادا، ایک حقیقی بہن اور دو علاتی بہنیں وارث ہوں تو قائلینِ مقاسمہ کے نزدیک ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟ مسئلہ کی تخریج وتصحیح بھی کریں!

سوال: (۴۰) اگر میت کا شوہر، ماں، دادا اور ایک حقیقی یا علاتی بہن ہو تو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ترکہ کس طرح تقسیم کرتے ہیں؟ اور اس مسئلہ کا نام کیا ہے؟ اور وجہ تسمیہ کیا ہے؟ اور اگر ایک بہن کی جگہ دو بہنیں یا بھائی ہو تو کیا حکم ہے؟ اس کی تخریج کس طرح ہوگی؟

سوال: (۴۱) مناسخہ کی تعریف لکھیں! اور مناسخہ کا طریقہ بیان کریں! اور اس مناسخہ کی تخریج کریں: زید مرا۔ ایک زوجہ (راشدہ)، پانچ لڑکے (خالد، زاہد، شاہد، سالم، عالم)، دو لڑکیاں (خالدہ، عابدہ) اور ماں (صالحہ) باپ (صالح) وارث چھوڑے۔ پھر زوجہ (راشدہ) کا انتقال ہوا۔ پانچ لڑکے، دو لڑکیاں اور ماں (صائمہ) باپ (صائم) وارث چھوڑے۔ پھر ایک لڑکی (خالدہ) کا انتقال ہوا۔ ایک بہن، پانچ بھائی، ایک لڑکا (اعظم)، ایک لڑکی (عظمیٰ) اور شوہر (راغب) وارث چھوڑے، تو زید کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

سوال: (۴۲) بکر مرا۔ ایک زوجہ (رقیہ) ایک والدہ (ہندہ) دو بیٹے (احسن اور محسن) اور تین لڑکیاں (سعیدہ، حبیبہ اور ظریفہ) وارث چھوڑے۔ پھر ایک لڑکے (محسن) کا انتقال ہوا۔ والدہ (رقیہ) دادی (ہندہ) دو بیٹے (شاکر و ناظر) اور ایک بھائی (احسن) اور تین بہنیں (سعیدہ، حبیبہ اور ظریفہ) وارث چھوڑے۔ پھر رقیہ کا انتقال ہوا۔ ایک بیٹا (احسن) تین بیٹیاں (سعیدہ، حبیبہ اور ظریفہ) وارث چھوڑے۔ بکر کا ترکہ اب تک تقسیم نہیں ہوا ہے بتائیں اس کے مذکورہ ورثاء میں ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

سوال: (۴۳) زید مرا۔ زوجہ (ہندہ) تین بیٹیاں (زینب، فاطمہ اور کلثوم) وارث چھوڑے۔ پھر زینب کا انتقال ہوا۔ اس نے شوہر (بکر) ماں (ہندہ) اور دو بہنیں (فاطمہ اور کلثوم) وارث چھوڑے۔ پھر بکر مرا: اس نے زوجہ (عائشہ) تین لڑکے (مسعود، محمود اور ولید) اور ایک لڑکی (خدیجہ) چھوڑی۔ پھر عائشہ مری۔ اس نے ماں (رقیہ) باپ (خالد) تین بیٹے (مسعود، محمود اور ولید) اور ایک لڑکی (خدیجہ) چھوڑی — زید کا ترکہ بطریق مناسخہ تقسیم کریں!

سوال: (۴۴) زید مرا۔ ۴ زوجات، ۱۸ بنات، ۱۵ جدات اور ۶ چچا وارث ہیں اور ترکہ بہتر ہزار پانچ سو روپے ہے۔ پہلے مسئلہ کی تخریج وتصحیح کریں! پھر ان پر ترکہ تقسیم کریں!

سوال: (۴۵) زید مرا۔ دو نواسیاں، نانا اور ایک بھتیجی وارث چھوڑے۔ ترکہ کا مستحق کون ہے؟ اور کس کو کتنا حصہ شرعاً ملے گا؟

سوال: (۴۶) اخیافی بھائی بہن، عینی اور علاتی بھائی بہن، دادی اور نانی: کن لوگوں کی موجودگی میں محروم ہوتے ہیں؟

سوال: (۴۷) ذوی الارحام کی تعریف مع امثلہ لکھیں! ذوی الارحام کی توریث میں صحابہ میں کیا اختلاف تھا؟ اور ائمہ مجتہدین کے مسالک کیا ہیں؟

سوال: (۴۸) استحقاقِ ارث کے اعتبار سے ذوی الارحام کی کتنی قسمیں ہیں؟ تمام اقسام کی تعریفات مع امثلہ لکھیں۔ اور ان اقسام میں ترتیب کیا ہے؟ اس میں کچھ اختلاف ہو تو اس کو بھی لکھیں!

سوال: (۴۹) حمل کی کم از کم اور زیادہ سے زیادہ مدت کیا ہے؟ اور ورثاء میں حمل ہو تو کتنے بچوں کی میراث روکی جائے گی؟ اس میں اختلاف لکھیں اور مفتی بہ قول کی نشاندہی کریں!

سوال: (۵۰) حمل کی توریث کا طریقہ کیا ہے؟ اور اس کا ضابطہ کیا ہے؟ زید کے ورثاء یہ ہیں: زوجہ حاملہ، بنت اور والدین۔ تخریج مسئلہ کس طرح ہوگی؟

سوال: (۵۱) مفقود کی تعریف کیا ہے؟ کتنی مدت کے بعد مفقود کی موت کا حکم دیا جائے گا؟ سعاد کے ورثاء: شوہر، دو بہنیں اور ایک مفقود بھائی ہیں۔ مسئلہ کی تخریج کس طرح ہوگی؟

سوال: (۵۲) مرتد کے اموال کی قسمیں اور ان کے احکام بیان کریں! اور بتلائیں کہ مسلمان ورثاء: مرتد کے وارث ہوں گے؟ جب کہ دونوں کا دین مختلف ہے!

سوال: (۵۳) قیدی کی توریث کا طریقہ کیا ہے؟ ثریا کے ورثاء: شوہر، ماں، بیٹی، بہن ہیں اور ایک بھائی بھی جو کفار کے ہاتھ میں قید ہے۔ اور اس کا کچھ حال معلوم نہیں۔ پس تخریجِ مسئلہ کس طرح ہوگی؟

سوال: (۵۴) جو لوگ کسی حادثہ میں ایک ساتھ مر جائیں ان کے کیا احکام ہیں؟

سوال: (۵۵) اگر نانی کا باپ اور نانا کا باپ وارث ہوں تو کس کو کتنا ملے گا؟ اور اس میں کچھ اختلاف ہو تو وہ بھی لکھیں! اور راجح قول کیا ہے؟

سوال: (۵۶) اگر حقیقی اور علاتی پھوپیاں ہوں تو ترکہ کس کو ملے گا؟ اور اخیافی چچا اور اخیافی پھوپی ہوں تو ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

الحمدللہ! سوالات پورے ہوئے۔

سب سے آسان ترجمہ
قرآن مجید حافظی

مترجم: اشتیاق احمد قاسمی

مدرس دارالعلوم دیوبند

قرآن مجید کتابِ ہدایت ہے، اس کی تلاوت باعثِ شرف ہے، سمجھنا، سمجھانا اور اس پر عمل کرنا ہر انسان پر لازم وضروری ہے، اکابر امت کے تراجم پر صدی دو صدی گزر چکی ہے، ان میں بہت سے الفاظ مشکل ہیں، فارسی اور عربی زبان کے مفردات کو آج کا پڑھنے والا پوری طرح سمجھ نہیں پاتا؛ اس لیے کہ اب زبان بدل چکی ہے۔

اسی ضرورت کے پیش نظر ناچیز نے حضرت استاذ محترم مفتی سعید احمد پالن پوریؒ کے حکم سے قرآن مجید کا ترجمہ کیا، اس کے لیے علامہ سید شریف جرجانیؒ سے آج تک کے اکابر ''اہل السنۃ والجماعۃ'' کے اہم ترجمے سامنے رکھے، یعنی شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا فارسی ترجمہ اور شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر دہلوی، شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی، شیخ عبدالحق حقانی، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا عبدالماجد دریابادی، مولانا فتح محمد جالندھری، مولانا احمد لاہوری، مولانا احمد سعید دہلوی، مولانا سرفراز خان صفدر، صوفی عبدالحمید سواتی، مولانا اکرم اعوان، مولانا عبدالقیوم مہاجر مدنی، مولانا عاشق الٰہی بلند شہری، استاذ محترم حضرت مفتی سعید احمد پالن پوری رحمہم اللہ کے ترجمے اور مفتی محمد تقی عثمانی اور مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہما کے ترجموں کو سامنے رکھ کر آسان سے آسان الفاظ کا انتخاب کرکے ترجمہ کیا؛ تاکہ جو آدمی اخبار پڑھ لیتا ہے وہ مرادِ خداوندی سمجھ لے۔

ترجمہ کے دوران اہلِ علم وتحقیق سے مراجعت کا تسلسل رکھا، ترجمے کے بعد اہلِ علم کو پیش کیا؛ اور اکابر ''اہل السنۃ والجماعۃ'' کے دائرے میں رہنے کی بھر پور کوشش کی، اطمینان کے لیے عربی تفاسیر میں سے تفسیر جلالین، کبیر، ابن کثیر، ابن عاشور، قرطبی، طبری،

بغوی، مدارک، سعدی اور زمخشری کی مراجعت کی، لغات القرآن، المعجم الوسیط، القاموس الوحید، مصباح اللغات اور المعانی (انٹرنیٹ)، فیروز اللغات، جامع اللغات، نور اللغات، فرہنگ آصفیہ، اور انٹرنیٹ پر موجود لغات سے مدد لی، ممکن حد تک ہر لفظ کا متبادل لایا، صرف ونحو کا بھی خیال رکھا اور کوشش کی کہ متروک الفاظ ومحاورات استعمال نہ ہوں اور ایسے الفاظ بھی استعمال نہ ہوں جن کو ایک علاقے کا آدمی سمجھے اور دوسرے علاقے کا نہ سمجھے۔

ترجمہ کی اشاعت کے بعد بہت سے اہلِ علم وقلم نے تعارف وتبصرے تحریر کیے، ان میں سے جناب مولوی محمد ناظم حسین آبادی زید فضلہ کا تجزیہ پیش خدمت ہے، موصوف رقم طراز ہیں:

"میں یہاں مختصراً وہ چند خوبیاں شمار کرانا چاہتا ہوں جو اس ترجمہ قرآن کے مطالعہ کے بعد میں نے محسوس کی ہیں۔

۱ ــــ سب سے بڑی خوبی میری نظر میں یہ ہے کہ الفاظ کی تہ میں اتر کر ہر لفظ کا ایسا ترجمہ کیا گیا ہے کہ نہ لغت کا دامن ہاتھ سے چھوٹتا ہے اور نہ لغت کی موافقت و مطابقت کی خاطر مرادی معنی سمجھنے میں خلل پیدا ہوتا ہے؛ بلکہ مزید بین القوسین میں ایسا اضافہ کر دیا گیا ہے کہ آیت کا مطلب پورے طور پر واضح ہو جاتا ہے اور قلب کو انشراح کی کیفیت حاصل ہو جاتی ہے اور اگر پہلے سے کچھ تفسیر کا مطالعہ ہو تو سابقہ مضمون ذہن میں فوراً تازہ ہو جاتا ہے۔

۲ ــــ زبان ایسی آسان ہے کہ اس سے آسان زبان اختیار کرنا بہت مشکل ہے؛ لیکن اس آسانی میں زبان کا معیار جوں کا توں باقی ہے، الفاظ کی متانت بھی نہیں جاتی اور نہ ہی تعبیر میں کسی قسم کی رکاکت اور سخافت پیدا ہوتی ہے۔

۳ ــــ ہر لفظ کا متبادل اردو میں پیش کیا گیا ہے حتی کہ وہ کلمات اور حروف جو کلام میں خاص معنی مثلاً حصر وتاکید وغیرہ پر دلالت کرتے ہیں ان کا ترجمہ بھی بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ کیا گیا ہے؛ جب کہ بہت سے معاصر تراجم میں ان باریکیوں کو نظر انداز

کردیا گیا ہے۔

۴ — ترجمے میں اس بات کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہے کہ قواعد زبان کے اعتبار سے آیت کے جو معنی بنتے ہیں انھیں معنی کو مناسب الفاظ میں ادا کردیا جائے، نہ یہ کہ مراد کو پیش نظر رکھ کر ایک فصیح و بلیغ عبارت لکھ دی جائے، ایسا کرنے سے ترجمہ نہیں ہوتا؛ بلکہ ترجمانی ہوتی ہے اور بسا اوقات معنی میں خلل پیدا ہوجاتا ہے۔

۵— ایک بڑی خوبی کی بات یہ ہے کہ اس میں ہر لفظ کے اصل لغوی معنی کا پورا پورا لحاظ کیا گیا ہے اور آسان زبان میں اس کو تعبیر کیا گیا ہے؛ اس لیے طلبہ کو ترجمے کے ساتھ ساتھ لفظ کا اصل حقیقی لغوی معنی بھی معلوم ہوجائے گا اور ترجمہ رٹنے اور پھر لغات یاد کرنے کی دوہری محنت کی ضرورت نہ ہوگی، زیادہ سے زیادہ ابواب اور ماخذِ اشتقاق ذہن نشین کرنے کی ضرورت پیش آئے گی، اور ان شاء اللہ عنقریب اس موضوع پر بھی استاد محترم کی تصنیف منظر عام پر آجائے گی، آپ حضرات سے دعا کی درخواست ہے۔

۶— بین القوسین محذوفات کو ظاہر کردیا گیا ہے، جس سے آیت کی وضاحت ہو جاتی ہے؛ اس لیے آیات کو سمجھنا اور ان کی تشریح کو مستحضر رکھنا بھی مشکل نہ ہوگا۔

۷— زبان انتہائی عام فہم ہے؛ اس لیے عام پڑھے لکھے لوگ بھی اس کو بآسانی پڑھ سکتے ہیں اور ظاہری معنی و مفہوم کو سمجھ سکتے ہیں، اس اعتبار سے اس ترجمۂ قرآن کا مساجد اور گھروں میں ہونا ضروری ہے؛ کیوں کہ ہماری مساجد میں بہت سے دیگر حضرات کے تراجم موجود ہوتے ہیں یا وہ تراجم ہوتے ہیں جو لسانی لحاظ سے قدیم ہوچکے ہیں؛ اس لیے اہلِ حق کی صحیح ترجمانی کے طور پر اس قسم کا آسان ترین ترجمہ گھر گھر اور تمام مساجد میں ہونا چاہیے!

۸— اس ترجمۂ قرآن کریم کو حفاظ کی سہولت کے لیے حافظی قرآن کے حاشیے پر چھاپا گیا ہے؛ کیوں کہ جو قرآن کے حافظ ہوتے ہیں وہ زیادہ تر حافظی قرآن میں تلاوت کرنے کے عادی ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ دیگر نسخوں میں تلاوت کرتے وقت

اجنبیت محسوس کرتے ہیں؛ اس لیے اس ترجمے کو پندرہ سطری حافظی قرآن کے حاشیے پر لکھا گیا ہے؛ تاکہ اگر کوئی چاہے تو اسی ترجمۂ قرآن میں تلاوت بھی کرلے اور پھر تلاوت کے بعد اسی کے بقدر ترجمہ بھی پڑھ لے؛ تو گویا اس میں حفاظ کی ذہنی وطبعی مناسبت کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

۹— یہاں پر اپنی طلبہ برادری کے لیے ایک اہم وضاحت ضروری سمجھتا ہوں جسے سنجیدگی اور غور وفکر کے ساتھ سمجھنے کی ضرورت ہے، وہ یہ کہ ہمارے بعض طلبہ پرشکوہ الفاظ وتعبیرات، بہت زیادہ محاوری اور فصیح وبلیغ تراجم قرآن کو زیادہ پسند کرتے ہیں اور اسی کو یاد کرتے اور رٹتے ہیں، یہ دراصل سطحیت پسندی ہے، اس کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ وہ یاد کرنے کے بعد بھول جاتے ہیں اور الفاظ کے حقیقی معنی کو سمجھ کر ترجمہ کرنے پر قادر نہیں ہوتے، بطور خاص ابتدائی درجات کے طلباء تو اردو میں مستعمل بہت سے عربی و فارسی الفاظ کو سمجھتے ہی نہیں؛ اس لیے ترجمہ پر قدرت کے لیے ضروری ہے کہ لفظ کے اصل حقیقی لغوی معنی پر گرفت ہو اور نحوی، صرفی قواعد سے بھی شد بد ہو، بطور خاص وہ کلمات جو کلام میں خاص معنی پر دلالت کرتے ہیں، مثلاً اذ، اذا، ف، لما، کلما، وغیرہ کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ یہ کن معنوں کا فائدہ دیتے ہیں، یہ وہ بنیادی باتیں ہیں جو ترجمے کے لیے ضروری ہیں، ورنہ محاوراتی تراجم کو رٹنے سے ترجمہ نہیں آئے گا، وقتی طور پر کچھ یاد رہے گا اور پھر ذہن سے نکل جائے گا۔

الحمدللہ "سب سے آسان ترجمہ قرآن" میں ان باتوں کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے، نہ تو بالکل محاوری ترجمہ ہے اور نہ تحت لفظ؛ بلکہ الفاظ کے لغوی معنی، آیات کی مراد اور نحوی و صرفی قواعد کو پیشِ نظر رکھ کر ترجمہ کیا گیا ہے۔ ان شاء اللہ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ اس ترجمے کو پڑھنے والا طالب علم خود ترجمہ کرنے پر قادر ہو جائے گا۔

۱۰— جس طرح اکابر کے تراجم کو پوری جماعتِ دیوبند کی طرف سے امت کی ایک خدمت سمجھا جاتا ہے اور ان کو بنیادی واستنادی حیثیت حاصل ہے، بلا مبالغہ یہ بات

اس آسان ترین ترجمہ قرآن کے بارے میں بھی کہی جاسکتی ہے کہ یہ ذاتی خدمت نہیں؛ بلکہ وقت کی ضرورت کے لحاظ سے پوری جماعت دیوبند کی طرف سے ایک ''فرضِ کفایہ'' کی ادائیگی ہے، اس بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اس ترجمے پر اس وقت کے چنیدہ اکابرین دارالعلوم ومظاہرعلوم کے تائیدی کلمات موجود ہیں۔

مزید خوشی کی بات یہ ہے کہ اس ترجمے کا ''ہندی'' اور ''رومن انگریزی'' میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے؛ اس لیے کہ بہت سے لوگ اردو بولتے ہیں؛ مگر ''ہندی'' پڑھتے ہیں، یا وہ اردو کے بجائے ''انگریزی'' حروف ہی پڑھ پاتے ہیں؛ ان کے لیے ہندی اور رومن انگریزی ترجمہ قیمتی تحفہ ہے۔

یہ وہ چند باتیں ہیں جو ظاہری نظر میں اس ترجمۂ قرآن کے حوالے سے میرے ذہن میں آئی ہیں، باقی اگر گہرائی وگیرائی سے اس کا مطالعہ کیا جائے تو اور بھی بہت سی باتیں منقح ہوکر سامنے آئیں گی''۔

اخیر میں عرض ہے کہ راقم حروف نے لغوی، نحوی اور صرفی تحقیق کے ساتھ مختصر تفسیر لکھنے کا ارادہ کر رکھا ہے، دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آسانی کے ساتھ اس تمنا کی تکمیل جلد فرمادیں!

وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ، عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ.

سراجی اردو

مرتب: اشتیاق احمد قاسمی
مدرس دارالعلوم دیوبند

تقسیم میراث کا علم مشکل ہے؛ مگر اس میں مہارت کے لیے عربی زبان کا جاننا ضروری نہیں، راقم حروف نے عربی نہ جاننے والوں کو بھی ''علم فرائض'' پڑھا کر تجربہ کیا ہے کہ ان کو بھی اچھی طرح سراجی سمجھ میں آجاتی ہے، اسی ضرورت کے پیش نظر اردو زبان میں علم فرائض کو مرتب کیا گیا ہے، سراجی کو سامنے رکھ کر اس کی ترتیب عمل میں آئی ہے؛ جو حضرات عربی نہیں جانتے وہ آکر تجربہ کریں، ان شاء اللہ اس علم کے قواعد وضوابط یاد کر کے تقسیم میراث میں وہی مہارت حاصل ہوگی جو طلبۂ مدارس کو ہوتی ہے۔

''مدرسة البنات'' (لڑکیوں کے مدرسوں) کے لیے یہ ایک قیمتی تحفہ ہے، اگر بچیاں ''سراجی اردو'' کو اچھی طرح سے پڑھ لیں تو وہ تقسیم میراث پر پوری طرح قادر ہو سکتی ہیں۔

حساب سیکھنے کے لیے مختصر ترین قواعد وضوابط، مثالیں، کتاب کے شروع میں شاملِ اشاعت ہیں؛ تاکہ جو لوگ حساب نہیں جانتے وہ اس کی مدد سے حساب سیکھ لیں، اس کے بعد ''سراجی اردو'' سے استفادہ کریں، ان شاء اللہ تعالیٰ وہ تقسیم میراث پر قادر ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور اس کی افادیت کو عام وتام فرمائیں۔

سب سے آسان ترجمہ

قرآن مجید حافظی

مترجم: مفتی اشتیاق احمد قاسمی، مدرّس دار العلوم دیو بند

- اُنیس اکابر ''اہل السنۃ والجماعۃ'' کے فارسی و اردو تراجم کا آسان ترین اور قابل اطمینان انتخاب، نیز ان کے دائرہ میں رہنے کا التزام!
- آسان سے آسان الفاظ اور ایسی تعبیرات کا انتخاب جس سے معمولی اردو پڑھنے والا مرادِ خداوندی کو سمجھ سکے!
- عربی، فارسی، علاقائی مفردات، متروک اور اجنبی الفاظ کے استعمال سے ممکن حد تک احتراز اور ہر لفظ کے اردو متبادل لانے کی کوشش!
- نحوی وصرفی نزاکتوں کا لحاظ؛ تاکہ طلبۂ مدارس کے لیے اطمینان کا باعث ہو!
- حافظی قرآن مجید میں اشاعت؛ تاکہ حفاظِ کرام اور سمجھ کر تلاوت کرنے والوں کے لیے آسان ہو!

سراجی اردو

مرتب: مفتی اشتیاق احمد قاسمی، مدرّس دار العلوم دیو بند

جو طلبہ وطالبات عربی زبان سے واقف نہیں؛ لیکن وہ تقسیم میراث میں کمال حاصل کرنا چاہتے ہیں تو آئیں ''سراجی اردو'' سے قواعد وضوابط پڑھ لیں، ان شاء اللہ جلد ہی انھیں مہارت حاصل ہوجائے گی، راقم حروف نے اس کا خوب تجربہ کیا ہے، ''مدرسۃ البنات'' کی طالبات کے لیے یہ قیمتی تحفہ ہے اور اُن حضرات کے لیے بھی جو عالم نہیں؛ مگر ''حساب'' سے واقفیت رکھتے ہیں۔ سراجی کو سامنے رکھ کر اس کی ترتیب عمل میں آئی ہے۔

Noor Graphics

Maktaba Adeeb

Deoband, U.P. India Mob. 9027498192